جو کتاب بلا دستخط میرے ہوگی وہ مال مسروقہ تصور ہوگی

ماشاءاللہ لا قوۃ الا باللہ

ہو العزیز

کلام بلاغت انضمام فصاحت التیام مقبول مفید خاص و عام تصنیف سخنور نامی استاد گرامی صوفی حق آگاہ عارف باللہ جناب حضرت محمد عزیز اللہ شاہ عزیز معروف بہ جناب منشی محمد ولایت علیخان صاحب رئیس قصبہ پُر نور صفی پور ضلع اناؤ ملک اودہ الموسوم بہ

عقائد العزیز

۱۳۳۰ھ

حسب فرمائش جناب میاں غلام میناشاہ صاحب الہ آبادی ساکن حال وارد شہر لکھنؤ

در مطبع (راجہ) رام کمار لکھنؤ مطبوع گردید

بار ثالث۔ ایک ہزار جلد ۱۳۷۲ھ باہتمام بین بہادر کپور سپرنٹنڈنٹ مطبع ہذا مطابق ۱۹۵۳ء
ملنے کا پتہ:۔ سعید ازلی میاں ناظم علی عمر ۲۹ ... لکھنؤ

ہدیہ ۔ ۱۲/


شہِ شاہاں عزیز اللہ صفی پوری کا میخانہ
یہیں پر آکے ہوتے عابد و زاہد ہیں مستانہ
ملک کرتے جبیں سائی یہی وہ آستانہ ہے

جو کتاب بلا دستخط میرے ہوگی وہ مال مسروقہ تصور ہوگی

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

کلام بلاغت انضمام فصاحت التیام مقبول و مفید خاص و عام تصنیف

عقائدِ العزیزیہ

۱۳۳۰ھ

مخدومی استاد گرامی صوفی حق آگاہ عارف باللہ جناب حضرت محمد عزیز اللہ شاہ صاحب [illegible]

حسب فرمائش جناب غلام شاہ مینا صاحب الہ آبادی ساکن حال وارد شہر لکھنؤ

در مطبع راجہ رام کمار لکھنؤ مطبوع گردید

بار ثالث ایک ہزار جلد ۱۳۷۱ھ مطابق مارچ ۱۹۵۲ء باہتمام بپن بہاری کپور سپرنٹنڈنٹ مطبع ہذا

ہدیہ - [illegible]

ھو الفتاح

عقائد العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

اسکے بعد واضح ہو کہ اس مختصر کا نام عقائد العزیز اور نام تاریخی تحقیق مخدومی ہے اور اسکا لکھنے والا فقیر ناچیز محمد عزیز اللہ عزیز متعیم صفی پور اور فقیر کا پہلا نام محمد ولایت علی ہے اور اکثر لوگوں کی زبان پر یہی نام جاری ہے اور فقیر کے والد ماجد مغفور کا نام منشی محمد یحییٰ علی خاں علیہ الرحمۃ والغفران اور فقیر کے پیر بیعت کا نام پیر دستگیر حضرت فتح علی شاہ قدس سرہ جو لکھنؤ میں حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن پنجابی قدس سرہ کے جانشین تھے اور مرشد تربیت کا اسم مبارک غیاثی و ملاذی و معاذی حضرت خادم صفی محمدی قدسنا اللہ بسرہ ہے اے درت کعبۂ ارباب نجات ؛ قبلتی و جہک فی کل صلوٰۃ ؛ اور فقیر نے اس کتاب میں اپنے عقائد لکھے ہیں اور یہ تصنیف آخر ہے اور غرض اصلی یہ ہے کہ جو لوگ فقیر کے محب خاص ہوں ان کا دل اور فقیر کا دل ایک ہو جائے اور انکے سوا جو ارباب علم اور ارباب فقر ان عقاید کو درست پائیں اور پسند کریں دعاے خیر سے محروم نہ رکھیں اور چونکہ اردو زبان بہت لوگ سمجھ سکتے ہیں اس وجہ سے اسی زبان کو اختیار کیا اور جن کے عقائد اس کتاب کے خلاف

ہوں اور وہ رد کریں فقیر کو ان سے مباحثہ اور مناظرہ نہیں ان کے جواب میں یہ بیت کافی ہے
ے ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے ؛ من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے ؛ اور جو کچھ اس کتاب
میں ہے علماے اہل سنت یا مشائخ کبار کی کتابوں میں موجود ہے اور بعض اعتقادات جو علماے ظاہر
کے مذہب سے الگ ہیں اور فقرا کے مشرب پر ہیں وہ خود ظاہر ہیں دیکھنے والے چاہیئے کہ فقیر پر نظر نہ کرے
ان باتوں پر نظر کرے جیسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ
اور غالباً فقیر کے پیر بھائی لوگ اور خاندان صفویہ خاومیہ کے وہ مریدین جو اسکو ٹھیک ٹھیک سمجھیں گے
خوش ہونگے اور فائدہ حاصل کرینگے اور دعا سے نہ بھولینگے اور جو شخص عقائد سے ناواقف ہے یا اُسنے مشائخ
کی کتابیں نہیں دیکھیں اور کسی فقیر صاحب دل کی صحبت میں نہیں رہا یا پوری طرح سے سمجھنے کی استعداد نہیں
رکھتا اور اول و آخر سے اور ترکیب الفاظ اور ترتیب معانی سے بیان کا خلاصہ نہیں نکال سکتا اُسکو
اس کتاب سے مزہ نہ ملیگا اور فقیر نے یہ کتاب ہرگز اس نیت سے نہیں لکھی کہ کوئی مجھ کو درویش سمجھ کر
میرے پاس آئے حاشا و کلا جو یہ تجویز کرے اسکا گمان غلط ہے ابھی میرے پیر بھائی لوگ مجھ سے
افضل اور اولیٰ تر ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور یہاں ماموں صاحب مخدومی عین اللہ شاہ نامی اور
نامور ہیں جن سے خود فقیر نے اپنی امانت حضرت مرشد پاکؒ کے حکم سے لی ہے اور مخزن الولایت میں لکھدیا ہے
اور انکے علاوہ تمام عالم میں ہر جگہ ہمیشہ بندگان صالح اور مردان خدا ہوتے ہیں اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْ اَعْمَارِهِمْ
وَزِدْ بَرَكَاتِهِمْ اور سچ سچ بلا تصنع یہ ہے کہ فقیر جس حال میں حضرت مرشد پاکؒ کے سامنے تھا ابتک اُسی
حال میں ہے اور اگرچہ آپ نے اجازت ضرور عطا فرمائی ہے الا فقیر حضرت مرشد پاک کے اوقات
شبا روزی اور طریقہ ظاہر کا بھی پابند نہیں نہ تہجد گزار ہوں نہ شب خیز نہ ذاکر ہوں نہ شاغل نور باطن کا کیا ذکر
اور سرکار انگریزی نے حق آبائی سے وظیفہ قلیل مقرر کیا ہے وہی وجہ معیشت ہے اور اسکی وجہ سے اگر ضرورت
پڑتی ہے تو حضرت مرشد پاک کی اجازت سے محکمہ انگریزی میں بھی جاتا ہوں اور یہ باتیں میں نے تواضع
اور انکسار سے نہیں لکھیں واقعی ہیں ے ناسزاے کہ خرقہ در بر کرد ؛ جامہ کعبہ را جل خر کرد ؛ البتہ وہ
کرم جو حضرت مرشد پاکؒ نے اپنی طرف سے میرے حال پر فرمایا ہے اسکا شکر گزار ہوں وَاَمَّا بِنِعْمَةِ
رَبِّكَ فَحَدِّثْ کا فرمان ہے اور لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ ایمان ہے ے مستم از بادہ شبانہ
ہنوز ؛ ساقی ما زفت خانہ ہنوز ؛ ساری عمر غفلت میں رہا اور نظم و نثر کے شغل میں لا یعنی برباد کی مگر حضرت

مرشد پاکؒ کی صورت دل پر منقوش ہے اور یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے انھیں کی توجہ باطنی اور القائے روحانی سے لکھا ہے اور انھیں کی رحمت سے امید ہے کہ انجام بخیر ہو ؎ پھر تو ہو جائے گی قربان اجل مجھ پہ عزیزؔ ؛ وہ دم نزع اگر میرے سرھانے آئے ؛ اور حضرتؒ مرشد پاک کی مہربانی مثل آفتاب روشن ہے اگر نہوتے تو میرا دل ان باتوں کی طرف نہ آتا اور مستقل نہوتا اور مشیان صاحب جاہ کی اولاد میں ہوکر باوجود حرف شناسی عین شباب میں گوشۂ گمنامی اور تنگ عیشی قبول نہ کرتا کمالاتِ فقر نہ سہی بہت سی خرابیوں سے بچایا ہے اور اس بات کو وہی سچ جانے گا جسکو حضرت مرشد پاکؒ سے لگاؤ ہے ورنہ بناؤ سمجھے گا ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ؛ اور اگرچہ سراپا ناپاک ہوں مگر میری ناپاکی یہ حقیقت نہیں رکھتی کہ انکی پاکی پر غالب آئے ؎ چشم دارم کز گنہ پاکم کنی ؛ بیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی ؛ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتَجَاوَزْ عَنِّیْ وَاَمِتْنِیْ مُحِبًّا لَکَ بِحُرْمَۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور چونکہ میرا حال یہ ہے جو لکھ چکا کہ نہ محنت ہے نہ مجاہدہ نہ طہارت ہے نہ ریاضت لامحالہ حضرت مرشد پاکؒ کا نام لیتے ہوئے شرماتا ہوں اور اپنی ذات کو کسی طرح اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی کو اللہ جل شانہ کا نام تعلیم کروں یہ بات اور ہے کہ کوئی مجھکو مجبور کرے اور میرا علاقہ نہ چھوڑے اور اسکا دل کسی کی طرف نہ جھکے اور اسکی خدمت میرے ہی متعلق کیجائے اس صورت میں حضرت مرشد پاکؒ کی اجازت سے ڈر کر جو کچھ پایا ہی پہونچا دوں گا اور پہونچاتا ہوں اور جیسے اپنے لیے انکی نگاہ عنایت کا مترصد ہوں اسکے لیے بھی رہونگا اور جب یہ کتاب تمام ہو چکی اعز الاعزہ میاں شاہ خادم محمد صاحب خلف الرشید برادرم حضرت شاہ الطاف محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہ اسکے چھپوانے پر مستعد ہوئے اور عزیز سعید خادم علی شاہ برادرم جناب احمد اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بیٹے مستعجل ہوئے کہ جلد شائع ہو اللہ جلشانہ ان دونوں کو انکی ہمت کے موافق اپنی مرضیات سے بہرہ یاب کرے اور برکات ظاہری و باطنی سے مالامال کر کے اطمینان نفس عطا فرمائے اور اپنی رحمت کاملہ سے ایک طرف کا کرے اور ہمارا سب کا خاتمہ اپنی محبت اور اپنے حبیب صلعم کی محبت پر کرے آمین یارب العالمین ؎ گفتہ من باشمایم روز و شب ؛ یک زماں غافل مباشید از طلب ؛ چوں بجنبیں بائید گر ہمسایہ ایم ؛ تو چو خورشیدی و ما چوں سایہ ایم ؛ چہ بود اے معطی بے مایگاں ؛ گر نگہداری حق ہمسایگاں ؛

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَلَاذِنَا وَمَعَاذِنَا سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد میں قاصر ہوں میں وہ شاہد و مشہود ہے ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ میں وہی موجود ہے
مسجد و مندر میں ہے کعبہ کلیسہ میں وہی جس جگہ دیکھو وہاں پر ایک ہی معبود ہے
انبیا و اولیا کا زاہد و عابد کا ہے رند ہو یا مست ہو سب کا وہی مسجود ہے
طور پر چمکا وہی منصور میں بولا وہی کیا نشاں پاوے کوئی وہ حامد و محمود ہے
حکم سے تیرے ملک نے پتلے کو سجدہ کیا منحرف ہوتا ہے جو آخر میں وہ مردود ہے

نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

راقم

محمدؐ نور مطلق ہے صفت اسکی خدا جانے وہ عاقل ہے نہیں ہرگز خدا سے جو جدا جانے
ہٹا کر میم کا پردہ اَنَا احمد کہا کس نے نہیں ہے شک ذرا اسمیں خدا کی یہ ندا جانے
یہی ہے نور یزدانی یہی ہے شان رحمانی محمدؐ مصطفےٰ کی ذات کو نور الہدا جانے
محمدؐ ہے نہ احمدؐ ہے فقط پردہ ہے معشوقی احد کی ذات احمد میں جمالی اک ادا جانے
ملک پر کچھ منحصر ہو نہ غلماں پر نہ حوروں پر نرالی ذات ہے اسکی وہ عالم کو فدا جانے

ہو العزیز

الحمد للہ رب العالمین کتاب عقائد العزیز کے مؤلف و مصنف حضرت قدس سرہ العزیز کے حالات مقدسہ بہت سے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً نگار، ادیب، پنج "مرقع"، اور ہمدم کا تو مجھ کو بھی علم ہے بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ معارف وغیرہ میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ بعض اہل قلم حضرات نے آپ کو لسان الغیب اور لسانُ الہند کے خطابات سے بھی یاد فرمایا ہے۔ بہر نوع یہاں پر آپ کے کلام پر کچھ لکھنا مقصود نہیں صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ بہت سے بزرگان دین کے مرقع و فوٹو موجود ہیں۔ مگر میرے حضرت قدس سرہ العزیز نے بخیال سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوٹو کھنچوانا پسند نہ فرمایا۔ سنا گیا ہے ایک مرتبہ

پوشیدہ طور پر آپ کا فوٹو لیا گیا تھا۔ وہ بھی سامنے سے نہیں بلکہ پہلو سے۔ لیکن فوٹو ٹھیک نہیں آیا جب آپ کو اسکا علم ہو گیا۔ تو آپ نے بہت ناخوشی ظاہر فرمائی۔ بعد وصال محبان و مخلصان کے دل میں یہ شوق دامنگیر ہوا۔ کہ اگر فوٹو نہیں ہے تو حلیہ شریف ضرور لکھی جائے۔ تا کہ زائرین و شائقین کیلئے باعث تسکین قلب ہو۔

لہذا اس حقیر خادم الفقیر بے بضاعت نے ناحق کی جسارت کی۔ کیونکہ ہر علم و ہنر میں بے بصارت ہے ایسے اہم کام پر آمادہ ہو جانا محض حضور کے نظر کرم کی ــــ دلالت ہے۔ خادم العزیز محض اُردو ہندی کا معمولی حرف شناس اپنی کمزوری کا نہ کچھ احساس اپنے جذبہ دل کی تکرار۔ دینی بھائیوں کے اسرار سے علی الخصوص اپنے عزیز بھائی ناظم علی سلمہ ساکن موضع چندر اول تحصیل و ضلع لکھنؤ حال وارد شہر لکھنؤ مجبوراً آمادہ ہونا پڑا اس لئے جو صاحب میری غلطی کو ملاحظہ فرمائیں اس کو براہ مہربانی بخیال چشم پوشی نظر انداز کر کے صرف میرا مفہوم مد نظر فرمائیں۔ ارباب بصیرت ظاہر سے اجتناب کرتے ہیں اور حقیقت پر نظر رکھتے ہیں۔ حضرت قدس سرہ العزیز کی غزل مندرجہ ذیل ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں۔

غزل

ہر زباں پر ہے فسانہ یار کا	ہو گیا ہے اک زمانہ یار کا
کافر و مومن کو کر دیتا ہے مست	اک قیامت ہے ترانہ یار کا
دور احمدؐ ہے تجلی مفت ہے	اب نہیں چلتا بہانہ یار کا
ہے یہی دَیر اور یہی کعبہ عزیزؔ	سر ہے اب اور آستانہ یار کا

اللہ اللہ کیسا مرشد برحق نور مطلق فرشتہ خو بہشتی رو۔ امام شریعت والطریقت مخزن معرفت والحقیقت۔ مقتدا ارباب دین پیشوائے اصحاب الیقین صاحب اسرار مہبط انوار عالم علوم ظاہری و باطنی۔ واقف رموز صوری و معنوی۔ قدوۃ السالکین برہان الواصلین پناہ بیکساں برہان الاصفیا۔ شگفتہ پیشانی۔ نورانی جمال روحانی کمال۔ قبلہ حاجات مظہر کرامات کعبہ دیدار مصحف گفتار۔ حضرت محمد عزیز اللہ شاہ عرف منشی ولایت علی خاں صاحب ولایت ساکن صفی پور شریف ضلع اناؤ قدس سرہ العزیز آپ کا پیدائشی اسم مبارک منشی ولایت علی خاں ہے لفظ خاں خطابی ہے آپ کے مرشد برحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام

محمد عزیز اللہ شاہ رکھا قبل از خلافت آپ کا تخلص ولایت تھا بعد ازاں تا وصال عزیز تخلص رہا آپ کے والد ماجد کا نام محمد یحییٰ علی خاں صاحب۔ آپ کا سلسلہ (نسبی) حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ہیں آپ ۶ صفر بارہ سو انسٹھ ہجری ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء کو صفی پور شریف اپنے نانہال میں تولد ہوئے پندرہ سال کی عمر تک لکھنؤ میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کا عقد چودہ ۱۴ یا پندرہ ۱۵ سال کی عمر میں کر دیا تھا۔ ۲۰ سال کی عمر میں فرزند دلبند پیدا ہوا۔ اسوقت آپ کانپور میں کسی مطبع میں بعہدہ صحاح ملازم تھے۔ چھٹی نہ ہونے پائی تھی کہ صاحبزادے نے مرض جموگہ میں انتقال فرمایا آپ کو انتقال کی خبر کانپور میں پہونچی۔ باوجودیکہ بچہ کو دیکھا نہ تھا۔ لیکن اس قدر قلق ہوا کہ اسی رنج کی حالت میں دعا فرمائی کہ خداوندا۔ اگر میری قسمت میں کوئی جینے والی اولاد ہو تو ہو۔ ورنہ اب میرے کوئی اولاد نہ ہو۔ خدا نے آپ کی دعا مقبول فرمائی پھر آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ قریب ۸۰ سال اس دنیائے ناپائدار میں باحیات رہے دو ماہ ۱۰ یوم علیل رہے۔ کوئی خاص شکایت نہ تھی صرف کمر میں درد تھا۔

فلک پر آج کیوں غم کی گھٹا یہ اُٹھتی آتی ہے
مہ کامل پر کیوں اتنی اُداسی چھائی جاتی ہے
معمہ کچھ نہیں کھلتا ہے محفل کی خموشی کا
شمع کی روشنی کیوں آج پھیکی پڑتی جاتی ہے
جگر پر کیوں تپش ہے آہ منہ سے نکلی آتی ہے
بجھا جاتا ہے دل میرا طبیعت تھرتھراتی ہے
نسیم صبح تو کیوں بادِ صرصر بن کے آئی ہے
یہ کیسی بدشگونی ہے سروں پر خاک اُڑاتی ہے
ملک روتے سماں پر ہیں زمین بھی گریہ کرتی ہے
خدائی آج سب واحسرتا کا غل مچاتی ہے

ماہ محرم کی ۱۲ تاریخ وقت ۴ بجے شام کو ڈاکٹر شاہ احسان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر مرشد کی خدمت میں حسب دستور حاضر ہوئے۔ (اس وقت میاں قدس سرہ العزیز اپنے ذاتی مکان میں تشریف نہیں رکھتے تھے بلکہ میاں شاہ خادم صمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھتیجے کے دولتکدہ پر بحالت بیماری تشریف فرما تھے۔ اور میاں رؤف احمد صاحب آپ کی تیمارداری میں تھے) قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آج امام حسین علیہ السلام کا سیوم ہو گیا۔ اب کل آپ کی جو طبیعت چاہے وہ کرنا۔ اور صبح بھی یہی فرمایا تھا ڈاکٹر صاحب

اس وقت اس معمہ کو بخوبی سمجھ نہ سکے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے واپسی کی اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ لیکن کل بہت سویرے آجانا۔ ڈاکٹر صاحب یہ سُن کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ رات کو حضور قدس سرہ العزیز نے اپنے حوائج ضروریہ سے فراغت فرماکر آرام فرمایا۔ قریب دو بجے شب کو میاں رؤف احمد صاحب کو جو قریب ہی آرام فرماتے تھے آواز دے کر بیدار کیا۔ اور فرمایا گھڑی میں دیکھو کیا وقت ہے رؤف میاں نے کہا ۲ بجا ہے قدس سرہ العزیز نے فرمایا اچھا ابھی آرام کرو پھر تھوڑے عرصہ کے بعد پھر فرمایا۔ اب کیا بجا ہے صاحب موصوف نے فرمایا اب تین بجنے والا ہے۔ قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ اچھا اب اُٹھو اور مستورات وغیرہ کو جگا کر میرے پاس بھیج دو اور ڈاکٹر صاحب کو آدمی بھیج کر بلالو رؤف میاں نے حسب الارشاد ڈاکٹر صاحب کو بلانے کے واسطے آدمی بھیج دیا اور عورتوں کو جگا کر میاں کے پاس بھیج دیا۔ جب سب ذریات موجودہ آپ کے روبرو آگئے تو آپنے فرمایا سنو آج تک نہ کبھی کوئی پیغمبر اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے اور نہ کوئی ولی اپنے مریدین میں۔ لہٰذا وہی وقت اب میرا ابھی آگیا ہے۔ یہ سن کر عورتیں اور بچے سب رونے لگے آپ نے ان کو رونے سے منع فرمایا اور فرمایا دیکھو جتنی چیزیں مجھ کو بزرگان دین سے حاصل ہوئیں۔ کوئی چیزیں اپنے ساتھ نہیں لئے جاتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کو سب میں نے بتلادیں ہیں۔ جس دعا تعویذ کی تم کو ضرورت ہو ڈاکٹر صاحب سے کہنا وہ لکھ دیں گے اور بتلادیں گے۔ مثل میرے تمہاری ہر ضرورت پوری کردیں گے۔ اسی عرصہ میں ڈاکٹر صاحب بھی آگئے۔ کیونکہ جب ان کو آدمی بلانے گیا ہے۔ تو وہ اپنی سب ضروریات وظیفہ وظائف سے فراغت کرکے بموجب حکم اپنے پیر مرشد کے آرہے تھے ڈاکٹر صاحب جب تشریف لائے اور انھوں نے یہ رنگ دیکھا۔ تو ان کو تعجب ہوا اور حضور قدس سرہ العزیز کی نبض دیکھی۔ اور فرمایا کہ آج تو نبض کل سے اچھی چلتی ہے عورتوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ تم لوگوں نے یہ کون سا رنگ پھیلایا ہے۔ تو حضور قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ میں نے ان کو دیکھنے کے واسطے بلایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب نبض دیکھنے کا وقت نہیں ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اُس کو سنئے اب میری رحلت کا وقت قریب آیا ہے بعد میرے تم میرے مریدین اور متعلقین کی دلجمعی کرتے رہنا۔ اور جو ضروری باتیں تھیں وصیت فرماکر کلمہ شہادت پڑھا

عورتیں فوراً بول اُٹھیں میاں ہمارے واسطے کچھ کہے جائیے آپ نے پھر ان کی دل دہی کی اور کلمہ توحید پڑھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے کچھ پوچھا آپ نے ان کو بھی جواب شافی دیا۔ اس وقت آپ کروٹ سے لیٹے تھے۔ سیدھے ہو گئے اور فرمایا اب میری روح پرواز کرنا چاہتی ہے۔ اور فرمایا۔ "خادم صفی محمدی جاں با الا اللہ سپرد" اور کلمہ توحید پڑھا بلفظ الا اللہ پر روح مبارک پرواز کر گئی یعنی ماہ محرم کی ۱۳ تاریخ یوم دوشنبہ وقت صبح صادق ۱۳۲۲ھ کو اس آفتاب حقیقت و معرفت نے دنیائے فانی سے پردہ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تاریخ وصال اس پورے جملہ سے نکل آتی ہے۔ جو آخر وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا یعنی (خادم صفی محمدی جاں بہ الا اللہ سپرد) بعد پردہ فرمانے کے ڈاکٹر صاحب پر وہ معمہ کھلا۔ یعنی (آج امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سیوم ہو گیا۔ اب کل جو چاہے سو کرنا) اس جملہ کا مقصد یہ تھا کہ صفی پور شریف کا یہ دستور تھا۔ کہ محرم کی پہلی تاریخ سے وہاں محفل قوالی نہیں ہوتی تھی پھر مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سے شروع ہوتی تھی۔ اور حضور قدس سرہ العزیز کو یہ منظور تھا کہ میرے جنازہ کے ساتھ قوالی ہو۔ لہذا یہ جملہ فرما کر ڈاکٹر صاحب کو آگاہ کر دیا تاکہ وقت پر تشویش نہ کرنا پڑے بلا خوف و خطر جنازہ کے ساتھ قوالی ہو۔ پھر ویسا ہی ہوا جس طرح آپ کو منظور تھا۔ ۱۲ محرم الحرام کا ایک اور واقعہ ہے کہ حکیم سید ابن حسن صاحب صفی پوری جو آپ کے شاگرد تھے اور مذہب شیعہ رکھتے تھے قبل دوپہر مزاج پرسی کے واسطے آئے اور قریب ایک گھنٹہ تک تبادلہ خیال فرماتے رہے اثنائے گفتگو میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر خیر آ گیا تو حضور نے فرمایا۔ حکیم صاحب آپ حضرات بھی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اسد اللہ الغالب کہتے ہیں۔ اور ہم لوگوں کا بھی اسی پر اعتقاد ہے پھر آپ لوگوں کا یہ خیال کیسا ہے۔ کہ ان کا حق دوسروں نے زبردستی چھین لیا۔ کہیں خدا کا شیر مغلوب ہو سکتا ہے۔ اس پر قریب ایک گھنٹہ تقریر ہوتی رہی۔ حضور نے اسی کے متعلق ایسی ایسی دلائل و براہین تقریر میں فرمائیں کہ حکیم صاحب موصوف کو لاجواب کر دیا۔ آپ نے دس آدمیوں کو خلافت دی۔ جس میں سے پانچ آپ کے مرید بھی ہیں اور خلیفہ بھی اور پانچ محض طالب، اور خلیفہ ہیں۔ اولاً برادر عزیز شاہ خادم علی صاحب۔ دوسرے

شاہ خادم محمد صاحب سجادہ مخدوم صاحب صفی پور شریف۔ تیسرے شاہ دانش علی صاحب سجادہ نشین منجھگواں شریف جو مرید اور خلیفہ شاہ خادم محمد صاحبؒ ہیں آپ نے بعد وصال بموجب وصیت شاہ خادم محمد صاحبؒ تعلیم فرماکر اپنی طرف سے بھی اجازت عطا فرمائی چوتھے عزیز الحق رحمۃ اللہ علیہ عرف ننھوں میاں پیرزادہ صفی پور جو آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ افسوس آپ کا بھی وصال پیر مرشد کی حیات میں ہوگیا تھا۔ آپ کا نام شاہ عزیز خادم تھا۔ پانچویں شاہ لطف حسین صاحب ساکن موضع موسنڈ ضلع بارہ بنکی میں آپ بھی مرید اور خلیفہ ہیں آپ کا نام شاہ الطاف خادم ہے۔ چھٹے شاہ رمضان علی صاحب ساکن باری تھانہ ضلع اناؤ میں آپ کا نام حبیب اللہ شاہ رکھا آپ بھی مرید اور خلیفہ ہیں جو اب صفی پور شریف میں مقیم ہیں ساتویں سید باسط علی شاہ صاحب مرحوم آپ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت نے بھی اجازت دی اور تعلیم کیا۔ آپ نواب صاحب کدورہ کے پیش دست تھے اب وطن بھی کدورہ ہوگیا تھا۔ آٹھویں اکرام الحق صاحب باشندہ بانکی پور پٹنہ جو پھلواری شریف میں کسی بزرگ کے مرید تھے آپ نے ان کو بھی اجازت دے کر نام اکرام اللہ شاہ رکھا۔ بعد وصال مرشد برحق حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ العزیز کے عرس میں آ گئے تھے۔ حضرت نے جو امانت ان کی ڈاکٹر صاحب ممدوح کے پاس چھوڑی تھی لے گئے۔ یعنے حضرت نے اپنی حیات ہی میں چھ ماہ قبل فرمایا تھا کہ اب آخری تعلیم جب تم حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے عرس میں آؤ گے ہوگی اگر میں ہوا تو میں ورنہ یہ امانت شاہ احسان علی صاحب کے سپرد ہے۔ نویں شاہ طالب صفی آپ قل ہو اللہ شاہ کے مرید خلیفہ ہیں آپ نے ان کو بھی اجازت دی ہے۔ اور پشاور کے قریب رہتے ہیں ——— دسویں ڈاکٹر شاہ محمد احسان علی صاحبؒ صفی پوری آپ کا نام احسان خادم رکھا۔ علاوہ ان سب حضرات کے ایک صاحب کو بذریعہ تحریر بھی اجازت عطا فرمائی ہے اُنکا نام احمد اللہ شاہ ہے۔ آپ کا قیام گوالیار میں ہے یہ قل ہو اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں مرید ہیں۔

غزل حضرت پیر و مرشد

شاہ خادم مرا ایمان ہے اللہ اللہ
میں نہیں ہوں میری ہستی ہے اسی کی ہستی
در حقیقت یہی عرفان ہے اللہ اللہ
بس وہی دل ہے وہی جان ہے اللہ اللہ

آپ ہی بن کے ملک مسجودِ تعظیم کیا	آپ ہی صورت انسان ہے اللہ اللہ
رات دن غرق ہوں اس بت کے تصور میں عزیزؔ	ہر گھڑی میری نئی آن ہے اللہ اللہ

دیگر غزل

فنا ہوں گرچہ ظاہر میں بقا باطن میں حاصل ہے	محبت مرتبہ میرا تقرب میری منزل ہے
بنا ہوں آپ ہی آئینہ اپنے ہی تماشے کو	میں اس صورت کے قابل ہوں وہ صورت میرے قابل ہے
میں وہ خورشید روشن ہوں کہ سر تا پا ہوں نورانی	میں وہ روح مجرد ہوں کہ جسکا آئینہ دل ہے
عزیزؔ اس راز مخفی سے نہ تھی مجھ کو خبر کچھ بھی	فدا ہوں شاہ خادم پر یہ جسکا فیض کامل ہے

حلیہ شریف بعمر ۵۷ سال معہ خوارق عادات

حضور پر نور فیض گنجور کا رنگ گندمی بدن چھریرہ نحیف الجثہ میانہ شمشاد قد تھے فرق مبارک گول نہایت سڈول منڈا ہوا رہتا تھا۔ جس پر گول کلاہ مشابہ شیر خوار معصوم بچوں کے زیب سر فرماتے تھے۔ جس کے دونوں سرے گوش مبارک تک رہتے تھے۔ جبین مبارک منور کشادہ تھی۔ کلاہ مبارک پہن لینے پر عروج ماہ کا چاند معلوم ہوتی تھی۔ ابرو مبارک ہلالی محراب نما جیسے بانک دار دو چھریاں تھیں' ابرؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔ جس میں تین خط نمایاں تھے دو ترچھے اور درمیانی سیدھا تھا۔ گوش مبارک دراز تھے۔ آنکھیں کشادہ شربیلی مخمور پر نم۔ سفید دیدہ پر گلابی ڈورے تھے۔ جس پر نظر توجہ پڑی اُسکو بلے پار کر دیا۔ جدھر گھوم گئی مثل تلوار چل گئی۔ تیر تلوار کا مارا ہوا آہیں بھرتا ہے۔ اس کی مار نے کروٹ بھی نہ لینے دیا۔ بت بن کے رہ گیا۔ جس نے نظر بھر کر دیکھا۔ جھوم کر رہ گیا۔ ساری چوکڑی بھول گیا۔ مبہوتی کا عالم طاری ہو گیا۔

غزل حضرت مرشد پاک رح

جس نے دیکھا تیری آنکھوں کو وہ بیمار ہوا	محو دیدار ہوا
ایک عالم اسی جادو میں گرفتار ہوا	فتنہ بیدار ہوا
مثل ناسور کے یہ دیدہ خون بار ہوا	طرفہ آزار ہوا
جیسے مونس ہی عزیزؔ اس گلِ رعنا کا خیال	شاہ خادم کا جمال

بینی مبارک زیادہ لمبی نہ تھی۔ بلکہ سیدھی متوسط درجہ کی تھی۔ نظر بازوں کیلئے اللہ کا الف تھی ریش مبارک بھر خط درازی میں مطابق شریعت تھی۔ موے مبارک قریب قریب سب سفید ہو گئے تھے ان سفید بالوں میں دو ایک بال سیاہ نمایاں تھے جو شب و روز کا فرق ظاہر کرتے تھے۔ سبلت شریف ریش مبارک کا حصہ چھوڑ کر بالوں سے مصفا ہتی تھی لب نازک بہت پتلے تھے۔ اوپر کے لب کا درمیانی خط اتنا باریک تھا کہ عشق کا چرکہ کھائے ہوؤں کے قلب و جگر پر برمے کا کام کرتا تھا۔ عارض مبارک بھرے ہوے سرخی مائل بروقت تبسم ہوبہو کھلے ہوئے دو گلاب کے پھول معلوم ہوتے تھے۔ پان کھانے کے شوقین تھے۔ پتلے لبوں پر پان کی سرخی مثل سرخی قوس قزح ظاہر ہوتی تھی۔ جو مشتاق دلوں کو ہم رنگ کرتی تھی دندان مبارک چھوٹے نہایت آبدار تھے۔ درمیانی دو دانت اوپر کی طرف کے کچھ بڑے تھے جب آپ تبسم فرماتے تھے تو وہی اگلے دو دانت کھل جاتے تھے جو برق جہندہ کا سیر نیچا کرتے تھے۔ نیچے کے لب کے زیریں بال اوپر تو پورے تھے لیکن نیچے کی طرف ٹھوڈی تک کم ہوتے گئے تھے دونوں پہلو کھلے تھے۔ جو مثلث کی شکل ظاہر کرتے تھے۔ گردن انور اوسط درجہ کی نہایت خوشنما تھی۔ پورا چہرہ مبارک معہ محاسن شریف کتابی شکل کا تھا۔ چہرہ پر اقدس دیکھنا کیا تھا تلاوت مصحف اقدس تھی۔ قفاے مبارک درمیان سے خالی تھی اس کے دونوں پہلو کم خالی تھے۔ شانے مبارک اوسطاً کچھ اونچے تھے سینہ خالی از کینہ اسرار کا خزینہ کشادہ و ہموار تھا۔ دست مبارک دراز نہایت فیضیاب تا حشر نشران کے فیضیابی کا چشمہ مخلصان و محبان کے واسطے جاری و ساری رہے گا آمین شکم مبارک بالوں سے پاک تھا۔ کمر خمیدہ نسبتاً پتلی تھی۔ ساق و پنڈلی سڈول مناسب دیگر اعضا کے زیادہ گوشت سے مبرا تھیں۔ پاے مبارک بہت خوبصورت تھے گوشت سے پر نہایت ملائم۔ چونکہ سلیم شاہی پاپوش زیب پا فرماتے تھے لہٰذا اوقات اس کا کچھ خفیف زنگ پائے مبارک پر آجاتا تھا۔ جو کہ فریفتہ مزاجوں کے دلوں پر حنا کی چوٹ کرتا تھا۔ تلوے مبارک گوشت سے پر تھے درمیانی حصہ کچھ خالی تھا۔

اوبت کافر مجھے وہ بھی زمانہ یاد ہے — انکھیوں سے دیکھنا اور مسکرانا یاد ہے
جنبش لب دل کشی میں وحی یا الہام تھا — باتوں ہی باتوں میں وہ دل کا لبھانا یاد ہے
جامہ زیبا پہننا اور شانے پر رومال — چشم شرمیلی میں وہ سرمہ لگانا یاد ہے
سمع محفل میں وہ جانا ذوق سے سننا کلام — رقص کرنا نعرۂ حق حق لگانا یاد ہے
پاس قوالوں کے محفل میں دوزانو بیٹھنا — چشم نرگس سے ترا آنسو بہانا یاد ہے
بعد مغرب خدمت اقدس میں وہ جانا مرا — تھام کر کے ہاتھ سینہ سے لگانا یاد ہے
بے حجاب آنا ترا کس شوخی انداز سے — کلمۃ الحق کہہ کے وہ صورت دکھانا یاد ہے
سر جھکا کر بیٹھنا گدی پہ پیش مخلصان — سجدہ گہ ملک جہاں وہ آستانہ یاد ہے

راقم

آپ کی وضع بہت سادہ تھی۔ طبیعت صفائی پسند تھی باحیا منکسر المزاج تھے سفید پوشاک سے بہت مانوس تھے ہر وقت طاہر باوضو رہنا آپ کا نصب العین تھا۔ کم گفتن کم خوردن کم خفتن کے پورے طور پر عامل تھے۔ سلام میں تقدیم فرماتے مصافحہ کے لئے پہلے ہاتھ بڑھاتے۔ پان کھانے اور چار پینے کا شوق تھا۔ عرس کے زمانہ میں دو دو چار چار روز طعام سے ناآشنا رہتے صرف چا اور پان پر قناعت فرماتے تھے اگر خود تشریف رکھتے ہوتے تو دوسرے کا کھڑا رہنا پسند نہ فرماتے جب آپ اندر مکان سے تشریف لاتے اور مخلصین و مریدین تعظیماً کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو آپ فوراً بیٹھ جانے کا قصد فرماتے۔ تاکہ لوگ کھڑے نہ ہونے پائیں۔ اور فرماتے تھے کہ تم لوگوں کے کھڑے ہونے سے مجھ کو شرم آتی ہے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملنے کی غرض سے آتا تھا اور آپ مکان کے اندر تشریف رکھتے ہوتے۔ تو اطلاع پاکر فوراً باہر تشریف لاتے خواہ کتنا ہی بے وقت ہوتا اور آنے والے سے خیر و عافیت دریافت فرماکر ارشاد فرماتے کہ اچھا اب آپ تشریف رکھیے۔ میں اندر جاکر کھانا بھیجتا ہوں جب وہ کھانا کھاکر مطمئن ہوجاتا تو پھر دوبارہ تشریف لاتے اور بقیہ حالات دریافت کرکے تسکین بخش جملہ فرماکر اور اس کے بستر وغیرہ کا انتظام فرماکر اندر تشریف لے جاتے اور پھر علی الصباح تشریف لاتے۔ اگر اتفاق سے وہ سوتا ہوتا تو واپس چلے جاتے اور پھر آفتاب نکلنے کے بعد تشریف لاتے۔ اور حتی المقدور اسکی

حاجت براری کر دیتے تھے چلتے وقت کچھ نہ کچھ کھلا پلا دینا آپ کا مخصوص شیوہ تھا اور اکثر میں نے یہ دیکھا ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی عرس میں آتا اور آپ کو نذر دیتا تو آپ نذر پر دست مبارک رکھ دیتے اور فرماتے تمھاری نذر قبول ہو گئی۔ اب تم اسکو رکھ لو۔ اگر وہ نہ مانتا اور اصرار کرتا۔ تو آپ اس کو رکھ لیتے اور عرس ختم ہونے پر جب وہ اجازت رخصتی چاہتا۔ تو کچھ اپنے پاس سے شامل کر کے اس کی نذر واپس کر دیتے۔ اور فرماتے میری طرف سے بچوں کے لئے شیرینی لیتے جانا۔ مخصوص گدی پر بہت کم تشریف رکھتے تھے۔ پچھم کی جانب دروازہ کے سامنے ذرا ہٹ کر بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو گدی پر بیٹھتے حجاب معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص دیکھے گا وہ کہے گا کہ مارے مشیخیت کے ہر وقت گدی پر چڑھا بیٹھا رہتا ہے۔ پوشاک معمولی بہت سیدھی سادی کم قیمت کی ہوتی تھی۔ کلاہ مبارک گول نیچا قرطہ پردہ دار جس میں گھنڈی تکمہ اور بند لگے ہوتے تھے۔ عرض دار پائجامہ سلیم شاہی پاپوش رومال عصائے مبارک ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ موسم سرما میں اکثر چھوٹی مہری کا پائجامہ اور گرم بنیائن۔ کنٹوپ یا صافہ روئی دار انگرکھا۔ پیروں میں موزہ اور کمبل استعمال فرماتے تھے۔ سر پر چھاتہ کبھی نہیں لگاتے تھے۔ باوجودیکہ پان کے بہت شائق تھے تاہم آپ کی پوشاک پر کبھی داغ دھبہ نہیں دیکھا گیا۔ مزاج اسقدر صفائی پسند تھا۔ اگر ذرا بھی شبہہ ہو جاتا تو اس ضعیفی کے عالم میں۔ خواہ کتنی ہی سردی پڑتی ہوتی بغیر غسل کئے ہوئے اطمینان نہ ہوتا۔ اگر تحفۃً قیمتی یا رنگین پوشاک اندر حدود شریعت آجاتی تو دل شکنی کے خیال سے زیب تن فرماتے بعد میں کسی کو مرحمت فرما دیتے۔ محتاط طبیعت تھے بلا تحقیق کوئی چیز استعمال نہیں فرماتے تھے ہمیشہ ہر سنت اور ہر مستحب پر نظر رکھتے۔ مسائل شرعیہ کی بہت تحقیق فرماتے تھے۔ باوجودیکہ علم اور آگاہی و یادداشت ہر قسم کے فتاویٰ مستند علما کے جمع فرماتے اور مسائل ضروریہ پیش نظر رکھتے تھے۔ معمولی قصباتی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ اور اس طرح فرماتے تھے کہ بات کا مفہوم سننے والے کے بخوبی ذہن نشیں ہو جائے۔ کلام صاف محدود ہوتا تھا۔ مُذبذب نہیں ہوتا تھا کہ اس کے دو چار مطلب نکل سکیں۔ سماع سننے کا بہت شوق تھا۔ صاحب کیف صاحب وجد تھے

جتنی دیر محفل سماع میں تشریف رکھتے زیادہ تر وجد کی حالت رہتی تھی۔ ہندی کلام بہت ذوق شوق سے سماعت فرماتے تھے ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی کبھی کوئی چوکی قوالوں کی ملازم نہ رکھی اور سوائے درگاہ شریف کے اپنی خوشی سے کبھی مکان پر یا گدی شریف پر گانا نہیں سنا۔ نہ کبھی کسی کے بھروسہ پر گانا سنا۔ نہ کبھی کسی مطرب کو منھ لگایا خاص بات یہ تھی جو بہت کم دیکھنے سننے میں آئی ہے کہ محفل سماع میں اپنے ذوق شوق پر اپنے پاس سے گانیوالوں کو روپیہ دیتے تھے۔ اگر روپیہ ختم ہو جاتا تو اس وقت کسی مخلص سے بطور قرض روپیہ لے لیتے اور بعد ختم محفل سماع۔ گدی شریف پر پہونچکر اپنے پاس سے روپیہ قرض کا ادا فرماتے۔ اور اگر اپنے پاس روپیہ نہ ہوتا تو جس کے پاس آپ کی امانت ہوتی۔ اسکو بلا کر فوراً روپیہ دلا دیتے۔ کسی مرید معتقد مخلص کے سہارے پر گانا نہیں سنتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ لوگ نہ معلوم کہاں کہاں سے اور کتنی دور سے میرے حضرت قدس سرہ العزیز کے عرس میں شرکت کی غرض سے آتے ہیں۔ اگر انھوں نے میری خوشی سمجھ کر روپیہ دے دیا اور کرایہ وغیرہ میں کمی پڑ گئی۔ تو کیا بھیک مانگیں گے۔ عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے عمر کا بیشتر حصہ نعت رسول اللہ میں صرف کیا۔ جس کا ثبوت حضور پرنور صلعم کی نعت میں تصانیف ہیں ہر اوامر ونواہی میں شرع شریف پیش نظر رہتی۔ خود سرتا پا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اور تمام حیات طیبہ سنت نبوی کے تتبع میں بسر کی۔

غزل حضرت پیر ومرشدؒ

کسی سے کام نہ نکلا تیری خدائی کا	ظہور ہم سے ہوا شان کبریائی کا
ہمارے ہوتے سے ظاہر ہوا ترا ہونا	وگرنہ ذکر نہ تھا کچھ بھی خودنمائی کا
نہ کام ہے اَرِنی سے نہ لَن ترَانی سے	نہ فکر وصل کی مجھ کو نہ غم جدائی کا

عزیز اپنی محبت میں آپ مر جانا
یہی ہے نکتہ حقیقت میں آشنائی کا

کرامات

آپ کی کرامتوں کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ کیونکہ آپ کی ہر بات خالی از کرامت نہ تھی

جو لفظ آپ نے اپنی زبان مبارک سے کسی کے حق میں فرمادیا۔ خواہ عالم رویا میں یا عالم بیداری میں ہو بہو ویسا ہی ہو کر رہا۔ جب سے آپ نے پردہ فرمایا اور آج تک سیکڑوں کرامتیں روز بروز ظہور میں آرہی ہیں۔ جس کی تصدیق مریدین و مخلصین خود ہی کر لیں گے (حضور خود ارشاد فرماتے تھے۔ کہ فقیر ڈھائی گز زمین کے اندر پہونچ کر چمکتا ہے) اس میں سے دو چار کا ذکر سپرد قلم کیا جاتا ہے۔ زیادہ کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ اور نہ زیادہ کرامتوں کی بھرمار کرنا میرا مقصود ہے صرف تبرکاً لکھ دینا باعث سعادت سمجھا۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں راقم الحروف نارمل اسکول واقعہ شہر لکھنؤ متصل ہپیرپل جونیر کلاس ٹریننگ میں زیر مشق تھا اس وقت مسٹر ناگرجی ہیڈ ماسٹر تھے۔ جو کاشی بنارس کے رہنے والے تھے۔ فارسی میں پنجاب یونیورسٹی سے کوئی ڈگری حاصل کئے ہوئے تھے اور انگریزی میں ایم۔ اے تھے۔ مولوی نظیر احمد صاحب انچارج بورڈنگ ہاؤس تھے مولوی نجابت علی صاحب کلاس مانیٹر تھے۔ مسٹر ناگرجی صاحب بہت بارعوبی کے ساتھ ہیڈ ماسٹری کرتے تھے۔ ذرا سی عدول حکمی پر اسکول سے نام خارج کر دیتے تھے اور جس کو اسکول سے نکال دیا ہمیشہ کے لئے محکمہ سررشتہ تعلیم سے محروم ہو گیا صبح سے شام تک قریب قریب گیارہ مرتبہ ہیوپل ٹیچروں کی حاضری ہوتی تھی قبل تعلیم ½۹ بجے دن اور تعلیم ختم ہونے پر ½۳ بجے دن کو صحن اسکول میں ہیوپل ٹیچروں کو کھڑا کر کے کلرک صاحب خود حاضری لیتے تھے۔ بقیہ ہر تعلیمی گھنٹہ میں ماسٹران صاحبان جانچ کرتے تھے اس وقت اس بندش سے کام ہوتا تھا۔ لیکن ان سب پابندیوں کے ہوتے ہوئے بھی میں اپنے مرشد برحق قدس سرہ العزیز کے ایما سے دادا میاں شاہ خادم صفی محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شریک ہونا ضروری سمجھتا تھا۔ جب عرس کا زمانہ آیا تب میں انچارج بورڈنگ ہاؤس سے فارم چھٹی کا لینے گیا۔ انھوں نے وجہ رخصت پوچھی۔ میں نے شرکت عرس وجہ بتائی۔ یہ وجہ سن کر فرمایا عرس کوئی حج نہیں ہے جاؤ رخصت نہ ملے گی۔ میں نے کہا یہ تو آپ اپنے خیال سے فرماتے ہیں میرا تو ایسا خیال نہیں ہے۔ میں تو عرس کی شرکت کو مقدم سمجھتا ہوں اگر آپ رخصت نہ دیں گے تو میں بلا درخواست چلا جاؤں گا انھوں نے کہا اسکول سے نام خارج کر دیا جائے گا میں نے کہا بہتر ہے اور میں یہ کہہ کر چلا آیا۔ اور ایک معمولی کاغذ پر دو یوم کی چھٹی کی درخواست لکھکر اور ڈکس پر رکھدیا

اور اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ رات کو جب مولوی صاحب جانچ کے واسطے آویں تو یہ درخواست ان کو دے دینا اور میں چل دیا۔ جب صفی پور پہونچا۔ تو وہاں بجائے ۱۲ تاریخ کے ۱۱ رجب المرجب مائی گئی تھی اب مجھے بڑی فکر ہوئی میں نے اپنے محترم بھائی شاہ لطف حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا جاؤ میاں سے اسی طرح بیان کرو جسب الحکم حضرت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا ہو بہو واقعہ بیان کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا جب عرس ختم ہو جائے تب ہی جانا۔ حسب الارشاد جب عرس ختم ہوا تب میں نے رخصت واپسی چاہی حضرت نے اپنے حسب دستور رخصت دی۔ رخصت پاکر فوراً اوناؤ پہونچا، بجے کی چھوٹی لائن سے سوار ہوا۔ اتفاق سے راستہ میں چاند گرہن پڑنے لگا۔ تب میں نے خیال کیا کہ چاند گرہن کی کل چھٹی ہوگی۔ اب شب میں اسکول جانا بیکار ہے ممکن ہے چپراسی پھاٹک کھولے یا نہ کھولے۔ آغا میر ڈیوڑھی اسٹیشن پر اُتر پڑا اور مولوی گنج چلا گیا۔ وہاں میرے چچا صاحب رہتے تھے دوسرے روز چھٹی کے خیال سے قریب ۴ بجے دن کو اسکول پہونچا۔ معلوم ہوا آج اسکول کھلا تھا تعطیل نہ تھی چونکہ امتحان کا زمانہ قریب ہے اس وجہ سے ہیڈ ماسٹر صاحب نے چھٹی نہیں دی خیر قہر درویش بر جان درویش۔ اس وقت جو میری حالت ہوئی ہوگی۔ اس کا اندازہ وہی صاحب بخوبی کر سکیں گے جنھوں نے مسٹر ناگرجی کے وقت میں نارمل اسکول میں تعلیم پائی ہوگی اُفتاں خیزاں بورڈنگ ہاؤس پہونچا۔ انچارج صاحب سے ملاقات ہوئی چونکہ چھٹے روز اسکول پہونچا تھا بہت خوف غالب تھا لیکن مولوی صاحب نے کچھ نہیں کہا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ اسکول گیا وہاں بھی کسی ماسٹر نے کسی طرح کی پرسش نہیں کی۔ اب یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانچ یوم جو میں اسکول سے غیر حاضر رہا تو ان دنوں کی چھٹی بلا وظیفہ منظور ہوئی۔ اُس وقت مبلغ ؏ روپیہ سرکار سے وظیفہ ملتے تھے۔ جب پہلی تاریخ ہوئی۔ وظیفہ تقسیم ہوا۔ تو کل وظیفہ بھی مل گیا اب میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ فوراً مانیٹر سے کہا کہ آپ دفتر میں جاکر دیکھ آئیے کہ ان تاریخوں میں میرے نام کے سامنے رجسٹر پر کس قسم کا نشان بنا ہے انھوں نے جاکر رجسٹر حاضری میں دیکھا اور بتلایا اگر کہ گزشتہ ماہ میں جس کا وظیفہ تم نے پایا ہے۔ تمھاری کوئی غیر حاضری درج رجسٹر نہیں ہے۔ اب خیال فرمانے کی جگہ ہے کہ یہ میرے مرشد برحق کی جلی کرامت تھی۔ جو مجھ ایسے ناچیز خادم کی صورت

میں آکر ایک ایک دن میں گیارہ گیارہ مرتبہ اسکول میں حاضری دی۔
ملا نظری قوت اس درجہ تھی۔ کہ ایک مرتبہ اس ناچیز خادم کو عرس پہونچنے میں تاریخ کے تغیرو تبدل کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ ۱۲ رجب المرجب کو صبح کے وقت قریب ۸ یا نو بجے دن کو میرے پیر بھائیوں نے اس چبوترے پر۔ جس پر آپ اکثر نماز ادا فرماتے تھے جو باہر کی جانب بنا ہے میرے نہ پہونچنے کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اتفاق سے آپ بغرض استنجا پاک کرنے باہر تشریف لا رہے تھے۔ کچھ یہ تذکرہ گوش مبارک تک پہونچ گیا۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہوگئے اور دریافت فرمایا کہ کیا کہہ رہے ہو۔ بھائیوں نے پھر دوہرایا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ رفیق آتے ہیں مکان سے چل چکے ہیں شام تک یہاں آجائیں گے۔ پھر میں صفی پور شریف اسی وقت پہونچا جس وقت کے واسطے حضور نے فرمایا تھا۔ بعد میں میرے بھائیوں نے یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا۔
ملا ۱۹۲۶ء میں راقم الحروف سخت بیمار ہوگیا۔ چند راول اسکول میں تعینات تھا۔ اور بھائی ملک رحیم بخش صاحب مرحوم و مغفور کے مکان پر مقیم تھا۔ بیماری نے بہت طوالت کھینچی زندگی سے مایوس ہوا۔ اور میاںؒ کو عریضہ بھی نہ لکھ سکا۔ قریب ۲ ماہ کے بعد صحتیاب ہوا۔ جب بخوبی تندرست ہوگیا تب میاںؒ کے پاس بغرض حاضری گیا۔ بعد مغرب کے پہونچا۔ حضور مسجد سے نماز پڑھ کر آستانہ شریف پر آچکے تھے روشنی کرانے کی فکر میں تھے۔ گدی شریف کے قریب اس مقام پر کھڑے تھے جہاں عصائے مبارک رکھتے تھے میں نے جا کر سلام کیا۔ آواز کو پہچان کر فوراً گھوم پڑے گلے لگا کر برجستہ فرمایا کہ رفیق اب کی مرتبہ بہت بیمار ہوگئے خیر اللہ پاک نے رحم و کرم فرمایا۔ اچھے ہوگئے۔
میرے ایک معزز پیر بھائی میاں عزیز احمد صاحب قدوائی متوطن ضلع بارہ بنکی نے اپنا ذاتی واقعہ قبل غلامی میں داخل ہونے کے اس طرح بیان کیا کہ وہ ایک وقت بعہدہ سربراہکاری کورٹ آف وارڈس ضلع بارہ بنکی میں فائز تھے۔ ایک وقت اسپشل منیجر اور قدوائی صاحب میں کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ عموماً ریاستوں میں زیادہ تر حاسد ہوتے ہیں اور ہر جگہ ہوگئے ہیں۔ منیجر صاحب نے موقع پاکر ایک معاملہ آپ کے خلاف کھڑا کر دیا۔ اس معاملہ میں انھوں نے کوشش کر کے ایسے پہال کے پیر باندھے کہ جھوٹے گواہوں کو آمادہ کرا کے اُن کے خلاف بیانات قلمبند کرا دے اور غبن کا مقدمہ چلایا۔ جب ان سے یعنی قدوائی صاحب سے جواب طلب ہوا اور کہا گیا کہ

چار یوم کے اندر اس کا معقول جواب دیجئے۔ قدوائی صاحب نے ایک یوم کی رخصت بغرض حاضری صفی پور شریف چاہی جونامنظور کر دی گئی۔ مگر قدوائی صاحب نے اس کی کوئی پرواہ نہ کر کے اپنے ارادہ کے مطابق صفی پور شریف چلدئے اور میاں قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کل مفصل حالات عرض کئے حضور نے بخوبی سماعت فرمایا۔ قدوائی صاحب نے اس روز وہیں قیام کیا دوسرے روز بغرض پیروی مقدمہ رخصت چاہی میاں نے بخوبی دلدہی کر کے رخصت فرمایا۔ قدوائی صاحب کے دل میں یہ خیال گزرا کہ نہ کوئی وظیفہ پڑھنے کو بتلایا۔ نہ کوئی تعویذ مرحمت فرمایا اس مقدمہ میں جانبر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ خدمت اقدس سے نکل کر تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ ایک صاحب جو وہاں موجود تھے اُنسے میاں نے فرمایا کہ جاؤ ان کو واپس کرلاؤ۔ حسب الحکم اُنھوں نے مجھے آواز دے کر واپس بلایا۔ میں واپس آیا۔ اسوقت حضرت قدس سرہ العزیز بھی گدی شریف سے اُٹھ کر صدر دروازہ تک آگئے تھے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ تم کو وظیفہ۔ تعویذ کی خواہش ہے۔ اچھا اسی وقت سے یہ وظیفہ ہر وقت باوضو اور بے وضو پڑھا کرنا۔ یعنی "آج۔ کل۔ پرسوں۔" "آج کل پرسوں" جب تک مقدمہ ختم نہ ہوجائے۔ بس اب جاؤ میں نے اس سیفی کا اسی وقت سے ورد کرلیا۔

ملا قدوائی صاحب کہتے تھے کہ اُس سیفی سے جو میاں قدس سرہ العزیز کے زبان مبارک سے نکلی تھی اس کے پڑھتے ہی میرے قلب میں تسکینی حالت محسوس ہونے لگی۔ واپس ہو کر میں اپنی جائے تعیناتی پر پہونچ گیا۔ اور اپنی ڈاک آمدہ کا کام انجام دیا۔ الزامات کے جوابات تحریر کئے دوسرے روز (یعنی کل) جوابات کا یوم مقرر تھا۔ قدوائی صاحب منیجر صاحب کی کوٹھی پر گئے۔ یا تو قبل سیفی پڑھنے کی یہ صورت تھی۔ کہ قدوائی صاحب جب کوٹھی پر جاتے تھے تو گھنٹوں برآمدہ میں بیٹھے رہتے تھے اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ گھنٹوں بیٹھے رہنے سے بھی بلا ملاقات منیجر صاحب واپس ہونا پڑتا تھا یا اس دن جیسے ہی قدوائی صاحب نے بنگلہ کے اندر قدم رکھا ادھر اردلی دوڑا آیا کہ چلئے صاحب یاد فرماتے ہیں۔ میں جیوں ہی اجلاس پر پہونچا بڑے تپاک سے منیجر صاحب پیش آئے۔ اور جن گواہاں کے بیانات ان کی غیبت میں قلم بند ہوگئے تھے بجائے قدوائی کے خود منیجر صاحب نے جرح شروع کردی۔ اور بالآخر اسی وقت پیشکار سے رپورٹ ڈپٹی کمشنر کو لکھادی۔ اور اس کا بھی اظہار کیا۔ کہ ہم کو ندامت ہے۔ کہ لوگوں کی شرارت سے ایسا معاملہ قدوائی کے خلاف پیدا ہوا۔

جس سے ان کو کافی زحمت ہوئی جو از سرتاپا بے بنیاد اور بناوٹی ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس جانفشانی کا نعم البدل قدوائی صاحب کو دلوایا جائے چنانچہ تیسرے روز (یعنی پرسوں کے روز) جب مسل ڈپٹی کمشنر کے اجلاس پر پیش ہوئی ہے تو قدوائی صاحب بالکل بے خطا بری ہوتے ہیں۔ اور بورڈ میں قدوائی کیلئے نعم البدل پانے کی سفارش ہوتی ہے۔ع۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا۔ کہ محض ایک ولی اللہ کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا اسطور سے کرشمہ رونما ہوا۔ جو بحر حیرت میں غرق کردینے والا ہے۔ اسکی اہمیت وہی صاحب سمجھیں گے جن کو ایسے معاملات اپنی حیات میں کبھی پیش آئے ہوں غزل حضرت قدس سرہ العزیز

حق کی صورت ہے یہی حق کی تجلی ہے یہی	دیکھو تو غور سے تم صورت معنی ہے یہی
یہی سب کچھ ہے اگر دیدۂ دل سے دیکھو	باطن قیس یہی ظاہر لیلےٰ ہے یہی
آپ مرشد ہوں میں اور آپ ہی اپنا ہوں مرید	شان حق ہے یہی ایمان حقیقی ہے یہی
کیوں عزیزا پنے تصور میں نہ ہوں میں ایسا	میری صورت نہیں تصویر کسی کی ہے یہی

۱۵ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنا مقبرہ شریف اپنی حیات ہی میں بنوالیا تھا۔ جو کہ اینٹ اور چونہ سے بنا تھا۔ میاں سے کئی سال قبل میاں شاہ خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز جو آپ کے پیر بھائی تھے اور رشتہ میں ماموں بھی تھے پردہ فرمایا تھا۔ ان کا مقبرہ شریف بنانے کے لئے کچھ معمار آگرہ سے آئے تھے اور جن سوداگر صاحب سے سنگ مرمر برائے مقبرہ خرید کیا گیا تھا وہ وہ بھی آئے تھے۔ جو کہ خاص آگرہ کے رہنے والے تھے اسی زمانہ میں میرے محترم پیر بھائی احمد علی صاحب عرف بچو میاں مرحوم جو کہ صفی پور شریف کے باشندے تھے اُنسے اور سوداگر صاحب موصوف سے کچھ معمولی شناسائی ہوگئی تھی۔ جب پیر مرشد برحق نے اس جہان ناپائدار سے پردہ فرمایا۔ تو بھائی بچو میاں مرحوم کے دل میں یہ خواہش دامن گیر ہوئی کہ ہمارے پیر کی تربت و مسہری بھی سنگ مرمر سے بن جائے تو اچھا ہے لیکن چونکہ مالی حالت کمزور تھی اس لئے کھلے الفاظوں میں کسی سے کہہ نہ سکے لیکن یہ خواہش روز بروز دل میں جگہ پکڑتی رہی۔ کئی سال گزرنے کے بعد آخر اس صادق جذبہ کے ماتحت بلا نشیب فراز کے ایک فرمائشی خط تربت مسہری اور اندرونی فرش و دیوار کا بنام سوداگر صاحب مذکور بھیج دیا جب خط آگرہ پہونچا اور سوداگر صاحب نے

پڑھا۔ تو اُن کو یہ تشویش ہوئی کہ محض ایک خط پر سیکڑوں روپیہ کا سامان بھیج دینا دانشمندی سے دور ہے جب رات کو سوداگر صاحب نے آرام فرمایا تو کیا خواب دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ صاحب فرماتے ہیں کہ جو فرمائشی خط صفی پور شریف سے آیا ہے۔ اسکے مطابق رنگ مرمر روانہ کردو قیمت تم کو مل جائے گی۔ سوداگر صاحب خوش اعتقاد نے صبح اُٹھ کر مطابق فرمائش کے کل سامان کی بچومیاں مرحوم کے نام سے بلٹی کردی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں بھائی ڈاکٹر احسان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صفی پوری کی آنکھ میں کچھ نقص ہوگیا تھا جس کی غرض سے وہ کانپور میں زیر علاج تھے۔ لکھنؤ اور کانپور کے اطباؤں نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا۔ کہ اس نقص کا علاج اگر ہو سکتا ہے تو شہر آگرہ میں ہو سکتا ہے یہاں ناممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب حسب مشورہ آگرہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے مقامی ڈاکٹروں سے ملے جب یہ خبر آگرہ میں مشہور ہوئی کہ صفی پور شریف سے ایک بزرگ بغرض علاج تشریف لائے ہیں۔ تو سوداگر صاحب موصوف بھی ڈاکٹر صاحب سے ملنے آئے اور وہ خط بھی ساتھ لائے جسکو بچومیاں نے بھیجا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھلایا۔ اور واقعہ بیان کیا تو ڈاکٹر صاحب نے برجستہ فرمایا۔ کہ بلا سوچے سمجھے آپ نے سیکڑوں روپیہ کا سامان جن کے نام سے بھیج دیا ہے اُن سے ٹکہ وصول بھی ہوگا اس کے جواب میں سوداگر صاحب نے کہا خیر اگر روپیہ وصول ہوگیا۔ تو وصول ہوگیا نہیں تو میں یہ سمجھوں گا۔ کہ جن بزرگ صاحب نے مجھ سے خواب میں فرمایا تھا۔ انھیں کے نذر ہے اب تو جو ہونا تھا ہوگیا۔ دو چار یوم قیام کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سوداگر صاحب کو بلوایا اور اُن سے فرمایا۔ کہ بچومیاں تو روپیہ کیا دیں گے۔ میں روپیہ قسط وار ادا کردوں گا اور واجب الادا رقم کا کچھ حصہ اُسی وقت دے دیا۔ اور بعد میں دینے کا وعدہ کرکے صفی پور شریف چلے آئے۔ بقیہ روپیہ لینے دادا میاں کے عرس میں سوداگر صاحب تشریف لائے تھے اور راقم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ پھر کل رقم ڈاکٹر صاحب نے قسط وار ادا کردی تھی۔ اور روضۂ اقدس حسب مرضی بچومیاں کے تیار ہوگیا۔ ارباب بصیرت خود اندازہ فرمالیں گے کہ پیر و مرشد کا مرتبہ فقر میں کیا شان رکھتا ہے۔ ان مقدس ہستیوں کو اللہ جل شانہ نے کتنی قوت عطا فرمائی ہے اور اُن کا دسترس کہاں تک ہے مان لینا پڑے گا۔ کہ واقعی محرم اسرار خدا ہیں۔ اور انھیں کے ہاتھوں میں ساری خدائی ہے سیاہ کو سفید کردینا ان کے پورے اختیار میں ہے۔

ملا ایک واقعہ بھائی شاہ عبدالوحید صاحب سجادہ مراد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
محمدی شریف مجھ سے بیان فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ میں اور خاں صاحب جو کہ شاہجہاں پور
کے رہنے والے ہیں اس وقت مجھے ان کا نام یاد نہیں آتا میرے پیر بھائی ہیں مرشد برحق کی خدمت
میں حاضر تھے میاں اس وقت گدی شریف پر تشریف فرما تھے۔ خاں صاحب موصوف کے دل
میں یہ وسوسہ گزرا کہ میاں شاہ خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی جب اس قدر فتوحات ہے تو یہ
لاکھوں روپیہ کی حیثیت رکھتے ہوں گے۔ اور بہت مالدار ہوں گے۔ خاں صاحب کی قلبی واردات
مرشد برحق پر روشن ہو گئی۔ حضور نے فوراً فرمایا۔ میاں عبدالوحید۔ خاں صاحب کو شاہ خلیل احمد صاحب
کی خدمت میں لے جاؤ۔ میاں کا اس طرح حکم فرمانا مجھے تعجب تو ضرور ہوا لیکن بخیال تعمیل حکم
اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حسب الحکم خاں صاحب کو ہمراہ لے کر شاہ خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز
کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوا۔ شاہ صاحب نے ہم لوگوں کو دیکھ کر حسب اپنے معمول بہت
تپاک سے ملے اور اپنے قریب بیٹھنے کی اجازت فرمائی چونکہ عرس شریف ختم ہو چکا تھا۔ روشن
چوکی والے رخصتی کے واسطے آئے اور باجا بجانا شروع کیا۔ شاہ صاحب نے اپنا صندوقچہ کھولا۔
اور بند کر دیا۔ قیاس سے معلوم ہوا کہ یا تو اس میں رقم تھی نہیں اور اگر تھی۔ تو اس قدر نہ تھی جتنا مرحمت
فرمانا چاہتے تھے۔ روشن چوکی والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی بجائے جاؤ۔ حکم پاتے ہی
روشن چوکی والے بھی جم کر بیٹھ گئے اور بجانا شروع کیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرنے پایا تھا۔ کہ ایک
سیٹھ شہر بمبئی کا رہنے والا بغرض مرید ہونے۔ کئی خوان شیرینی کے مزدوروں پر رکھائے ہوئے
خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ میاں صاحب نے حسب خواہش
مرید کر لیا۔ بعد مرید ہونے کے سیٹھ صاحب نے ایک کثیر رقم بطور نذرانہ پیش کی۔ اس وقت چاندی
کا روپیہ چلتا تھا۔ صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ کہ کتنا تھا۔ میاں صاحب نے نذرانہ کی رقم اپنے سامنے
رکھوالی اور باجے والوں سے فرمایا۔ بس بند کرو اور شیرینی کے خوان جو سوداگر صاحب لائے تھے
اس میں کچھ لڈو مجھے دیئے کہ یہ تمہارے مرشد کا حصہ ہے۔ اور کچھ ہم لوگوں کو اور کچھ موجودہ حضرات
میں تقسیم فرمایا۔ بقیہ کل شیرینی معہ نذرانہ کا روپیہ روشن چوکی والوں سے فرمایا اٹھا لو۔ روشن چوکی والوں
نے میرے روبرو کل روپیہ معہ شیرینی اٹھالی اور دعائیں دیتے ہوئے چل دیئے ہم لوگ بھی واپس

آئے جب گدی شریف پر ہم پہونچے تو میاں بدستور تشریف رکھتے تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر فرمایا دیکھا خاں صاحب شاہ خلیل احمد صاحب کے پاس جس طرح فتوحات آتی ہے۔ اسی طرح وہ خرچ بھی کر دیتے ہیں اُن کے پاس ہے کچھ نہیں محض آپ کا خیال ہی خیال ہے۔ یہ سُن کر خاں صاحب کے بھی حواس باختہ ہوئے اور میرے بھی۔ خاں صاحب نے اپنی بدگمانی کی معافی چاہی۔ بعد میں خاں صاحب سے جب میں نے اصل واقعہ پوچھا تو انھوں نے اپنا دلی وسوسہ ظاہر کیا۔ تب مجھے بھی اطمینان ہوا۔ اور مرشد برحق کی روشن ضمیری ہم لوگوں پر رونما ہوئی اور بزرگانِ دین کے مرتبہ سے واقف ہوئے۔ غزل حضرت مرشد پاک

برقع ہے رخ پاک پہ حسن بشری کا	کیا ڈھنگ نکالا ہے تیری جلوہ گری کا
یہ حسن تیری وجہ سے آیا ہے جہاں میں	انسان کی صورت میں تماشا ہے پری کا
دیکھے کوئی آکر تیرے کوچہ میں تو جانے	کیا حال ہے عشاق کی شوریدہ سری کا
خاصان خدا رکھتے ہیں سر کو ترے در پر	ہوتا ہے عجب حال ہر اک رہ گذری کا

راقم غزل

بہار آتے ہی توڑا قفل اس نے باب زنداں کا	ارادہ تیرے وحشی کا ہوا سوے بیاباں کا
ہٹا بر رخ جو نظروں سے تو شب بھر مجھپہ کیا گذری	قیامت اک نمونہ ہے ہماری شام ہجراں کا
منور جس سے ہوتا ہے جہاں وہ مہر انور ہے	فقط یہ عکس ہے جان جہاں کے روئے تاباں کا
پری پیکر مہ انور یہ سب اُس کے کرشمہ ہیں	کبھی زاہد تو دیکھے حال اس شام غریباں کا
بنایا رونمائی کے لئے تصویر آدم کی	ملک ہوں میں مجرب ہے یہ نسخہ کور چشماں کا

عام ہدایات

۱ ہر مرید سے ارشاد فرماتے تھے۔ کہ کسی شخص کو ترغیب دے کر میرے پاس مرید کرانے کے واسطے ہرگز نہ لانا۔ اور یہ بخوبی سمجھ لو جس کا جس بزرگ کے پاس حصہ ہے۔ وہ خود ہی اس کی خدمت میں پہونچ جائے گا۔

۲ اپنے روزگار کو مقدم سمجھو۔ اگر میرے پاس تم کو آنا منظور ہے۔ اور حکام چھٹی دینے پر رضامند

نہیں ہوتے ہیں۔ تو ہرگز نہ آؤ صرف ایک کارڈ بھیج دو اور جس وقت تم کو فرصت ملے مجھ سے آکر مل جاؤ۔ میں تو ہر وقت صفی پور شریف میں موجود ہی رہتا ہوں۔

۳۔ جو شیرانہ لباس پہنے ہو (یعنی درویشانہ لباس) اس کا ادب کرو۔ اگر اس میں کسی قسم کی قابلیت نہ ہو۔ تو نہ ہو لباس تو اسکا شیرانہ ہے۔ اس کے عقائد و افعال سے تم کو مطلب نہیں۔

۴۔ کسی معاملہ میں ضرورت سے زیادہ بات چیت مت کرو۔ اگر کوئی بحث پر آمادہ ہو جائے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ کیونکہ اس مشرب میں بحث ممنوع ہے۔

۵۔ جو فقیر ظاہر شریعت کی پابندی کرنے میں کوتاہی کرتا ہو۔ اس کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ اخلاق محمدی کے عامل بنو۔

۶۔ کسی شخص سے کچھ نہ کہو۔ اگر کوئی شخص تم سے کوئی بات پوچھتا ہو۔ اور وہ اس کا اہل بھی ہو۔ تو اپنے علم کے مطابق بتا دینے میں تاخیر نہ کرو۔

۷۔ اگر کوئی فقیر محبت کے ساتھ کوئی چیز تم کو تعلیم کرتا ہے تو بسر و چشم قبول کرو۔ لیکن بلا اجازت میرے اس چیز پر عمل درآمد مت کرو۔

۸۔ جب میرے پاس آؤ تو اپنے خورد و نوش کا اتنا سامان لاؤ۔ جو راستہ کے واسطے کافی ہو اور جب یہاں پہونچ جاؤ۔ تو اسی پر قانع رہو جو فقیر کے یہاں موجود ہو۔

۹۔ جب اپنی اولاد کی شادی بیاہ کرنا منظور ہو تو یہ دیکھ لو کہ جس سے سلسلہ منسلک کرنا چاہتے ہو اسکے برادری کے لوگ اس کو کن نظروں سے دیکھتے ہیں زیادہ نسبی جھگڑوں میں پڑنا بیکار ہے۔ اور جہاں تک ہو سکے اپنی عزیز داری میں شادی کرو۔

۱۰۔ ضرورت سے زیادہ اپنے استعمال کا سامان نہ رکھو۔ مہمان کے واسطے ایک بستر رکھنا ضروری ہے۔

۱۱۔ جس محفل میں جاؤ صدر نشینی کا خیال اپنے دل میں نہ لاؤ جس مقام پر جگہ مل جائے بیٹھ جاؤ۔ عزت و ذلت دنیا خدا کے اختیار میں ہے

۱۲۔ خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ بقیہ سب رشتے کمزور ہیں۔ امور شریعت کی پابندی جان و دل سے کرو۔

ملا۱۳ اگر کوئی شخص جہالت کرے اور بالکل ہٹ دھرمی پر آمادہ ہوجائے تو جہاں تک ہو سکے اسکو ٹالتے رہو۔ اس پر بھی نہ مانے۔ تو پھر ہرگز نہ ڈرنا چاہیے جس قوت کا ہو خدا تمہارے بھی ساتھ ہے

ملا۱۴ محفل سماع میں خالی معدہ باوضو ہوکر جاؤ اور آداب محفل کا خیال رکھو یعنی پان کھانا تکیہ لگانا۔ باتیں کرنا پنکھا ڈولانا وغیرہ وغیرہ کیلئے منع فرماتے تھے۔

ملا۱۵ جس کام کو شروع کرو اسکو ایک حد تک پہونچادو چھوڑنے پکڑنے سے آدمی ناکامیاب رہتا ہے کام اتنا اختیار کرو جسکو خشوع خضوع کے ساتھ روزمرہ کرسکو۔

غزل راقم

یہ دل ہیں میرے جلوۂ لامکان ہے
مقابل ہیں جس کے نہاں بھی عیاں ہے

خدارا یہ صورت نہ مجھ سے چھپانا
میرے جسم میں یہ ہی روح رواں ہے

جسے ڈھونڈھتے جاکے دیر و حرم میں
خدا کی قسم وہ یہی بے گماں ہے

جو یہ نازنین دل میں پردہ نشیں ہے
پھنسا اس کی شوخی میں سارا جہاں ہے

ملک جس کو کرتے ہیں سجدہ ازل سے
میرے وہ ستودہ یہ پیر مغاں ہے

غزل حضرت پیر و مرشد

میری صورت میں سراپا خدا کی خود نمائی ہے
یہی شان خدائی ہے یہی شان خدائی ہے

عجب کیا دیکھ کر مجھ کو برہمن گر کرے سجدہ
میری آنکھوں میں اے پیارے تیری صورت سمائی ہے

جھلکتی ہیں ہزاروں میں نہیں چھپتی ہیں وہ آنکھیں
تجلی حسن مطلق کی تجھیں حق نے دکھائی ہے

دکھایا روئے جانانہ بنایا مجھ کو دیوانہ
فدا ہوں عشق پر جس نے میری ہستی مٹائی ہے

انا الحق گر کہوں حق ہے عزیز اب میں نہیں باقی
گیا جب دل سے کبر اپنا تو حق کی کبریائی ہے

غزل

کہتے ہیں جسے حق وہی انسان بنا ہے
کافر بھی وہی ہے جو مسلمان بنا ہے

حق کس کو تو سمجھا ہے نہ کھانا کہیں دھوکا
دیکھ اپنی طرف کس لئے نادان بنا ہے

سب نور محمد کی تجلی ہے جہاں میں
کہنے کو کبھی جسم کبھی جاں بنا ہے

ہوتا نہ جو وہ نور تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا
ہے کفر کہیں اور کہیں ایمان بنا ہے

رکھے ہیں عزیز آپ ہی سب نام یہ اپنے
درویش کہیں اور کہیں سلطان بنا ہے

خاتمۃ الطبع

بعد حمد رب العالمین و نعت سید المرسلین و محامد خلفائے راشدین و ستائش صلحائے مومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام مسلمان بھائیوں کو نوید مسرت دی جاتی ہے کہ اس زمان برکت اقتران میں کتاب برکت انتساب عقائد العزیز جس میں کل عقائد پیران طریقت نظامیہ چشتیہ قدس اللہ اسرارہم کا ذکر ہے از تصنیف مرشدنا و مولانا حضرت محمد عزیز اللہ شاہ صاحب خادمی صفی پوری نہایت اہتمام مزید انتظام اور صحت مالاکلام معہ اضافہ قدس سرہ العزیز کی حلیہ شریف اور خوارق عادات سے سہ بارہ باجازت پس ماندگان قدس سرہ العزیز آراستہ ہوئی جس کو میاں غلام مینا شاہ صاحب ساکن خاص شہر لکھنؤ نے شائع کی۔ اللہ جل شانہ مقبول خاص و عام کرے آمین یا رب العلمین۔ اور جن صاحب کو اس کتاب کی ضرورت ہو اور اس کی خریداری منظور ہو وہ ذیل کے پتہ سے نقد قیمت بھیج کر منگالیں۔

ملنے کا پتہ :

دعا کا طالب

رقیمۂ سطور۔ خادم العزیز ملک محمد رفیق متوطن موضع گوئیلا ڈاکخانہ چنہٹ ضلع لکھنؤ۔ تحصیل ملیح آباد واقع ملک اودھ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ اُصَلِّیۡ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ الۡکَرِیۡمِ

اللہ جل شانہ کی ذات پاک کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ ہے انبیا ہوں یا اولیا کوئی اس کی کسی صفت میں اس کا شریک نہیں سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں وہ اپنی ذات سے اکیلا ہے اور بے نیاز ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ بھوکا ہوتا ہے نہ پیاسا ہوتا ہے نہ کسی کو جنتا ہے نہ کسی نے اس کو جنا ہے نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے نہ کوئی اس کا جوڑا ہے نہ جسم رکھتا ہے نہ صورت نہ عرض جیسے کپڑے کا رنگ کہ اگر کپڑا نہو تو رنگ بھی نہو نہ جوہر ہے جیسے کپڑا کہ اگر رنگ نہو کپڑا ہو سکتا ہے نہ اسکو نیند آتی ہے نہ جھپکی ایک ہے مگر وہ ایک جسکا دوسرا نہیں نہ اسکو ٹکڑے ٹکڑے کہہ سکتے ہیں نہ سارا اور آدھا اور تہائی اور چوتھائی سمجھ سکتے ہیں نہ کسی چیز سے ملا ہوا ہے نہ الگ ہے نہ کسی چیز میں سمایا ہوا ہے نہ کوئی چیز اس میں سما سکتی ہے نہ کوئی چیز اس کے مثل ہے نہ وہ کسی چیز کے مثل ہے نہ کوئی ٹھکانا رکھتا ہے نہ جگہ کہ اس پر ٹھہرا ہوا سمجھا جاوے اور یہ جو قرآن پاک میں ہے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی رحمٰن عرش پر ٹھہرا اس کا یہ مطلب نہیں کہ عرش اسکا مکان ہے بلکہ وہ لامکان ہے اور اسکا ٹھہرنا ایسا نہیں جیسا ہمارا کہ اگر جگہ نہو تو ہم ٹھہر نہ سکیں اولیا رکبار نے فرمایا ہے اَلۡاِسۡتِوَاءُ مَعۡلُوۡمٌ وَالۡکَیۡفِیَّۃُ مَجۡہُوۡلٌ یعنی اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا عرش پر ہونا معلوم ہے

اور یہ معلوم نہیں کہ کیونکر ہے اور باوجودیکہ یہ سب صفتیں رکھتا ہے ہر جگہ موجود ہی کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں نہ کوئی اس کا مخالف ہے نہ ہمسر وہ سب جہاں کا کارساز اور مددگار ہے اور اسکو کوئی کارساز اور مددگار درکار نہیں جو کچھ ساتوں آسمان اور زمین میں ہے سب اسکا ہے اور اسکے واسطے ہے ہمیشہ زندہ ہے اور نہ کبھی مریگا اور اسکی زندگی ہماری زندگی کے مثل نہیں بلکہ وہ ہماری زندگی اور موت کلہ پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کا ہست اور نیست کرنے والا ہے فرشتے ہوں یا جن یا انس یا کوئی جاندار سب کا پیدا کرنے والا اور جلانے والا اور مارنے والا اور روزی دینے والا وہی ہے وہ اپنی ذات سے آپ موجود ہے کوئی اسکا موجود کرنے والا نہیں اور اسکی نیستی ہرگز ممکن نہیں اور جنت میں سب مومنین اسکو دیکھیں گے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے اور موقف حشر میں کافر بھی دیکھیں گے مگر اسکے بعد محجوب ہو جائیں گے اور کوئی عیب اور نقصان اس کی ذات میں نہیں ہر صفت کا کمال اور ہر کمال کی صفت اس کی ذات کے واسطے ہے اور ہر صفت اور ہر کمال کا خالق وہی ہے اس کے اسماے حسنیٰ یعنی اچھے اچھے نام جو قرآن شریف اور حدیث سے ثابت ہیں توقیفی ہیں یعنی ان ناموں کے سوا اور نام اس معنی کا اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے جیسے مَلِکُ اسکا نام ہے یا مَلِکُ کی جگہ یا سلطان کہنا ٹھیک نہیں یا جیسے رَبّ اسکا نام ہے یا رَبّ کی جگہ یا مُربِّی کہنا صحیح نہیں اس کی ذات پاک قدیم ہے قدیم کا یہ مطلب کہ نہ اسکی ابتدا ہے نہ انتہا اور ایک طرح پر ہے گھٹنے اور بڑھنے سے اس کو علاقہ نہیں ماضی یعنی گذرا ہوا زمانہ اور مستقبل یعنی آنیوالا زمانہ اور حال جو ماضی اور مستقبل کے بیچ میں موجود سمجھا جاتا ہے یہ تینوں گردش فلکی سے متعلق ہیں اللہ جل شانہ کی ذات پاک سے علاقہ نہیں رکھتے اور اسی طرح جہات ستہ یعنی چھ طرفوں کو بھی اس کی ذات پاک سے تعلق نہیں پس نہ اسکو اوپر کہہ سکتے ہیں نہ نیچے نہ داہنے نہ بائیں نہ آگے نہ پیچھے اور باوجود اسکے ہر زمانے میں اور ہر طرف میں موجود ہے کوئی زمانہ اور کوئی طرف اس سے خالی نہیں اور جسکو خلا سمجھتے ہیں وہ بھی اس سے خالی نہیں اور اوپر کی طرف جو اس کا اشارہ کرتے ہیں یہ اس کی بزرگی کی نظر سے ہے یہ عالم اور عالم آخرت دونوں حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھے پھر ہوئے وہ دونوں کا بنانے والا ہے یہ عالم نیست ہوگا اور عالم آخرت ہمیشہ رہے گا اس کی ذات پاک اور اُسکا علم اور اس کا ارادہ اور اسکی قدرت اور اسکی سب صفتیں ان دونوں عالموں پر محیط ہیں یعنی گھیرے ہوئے

ہیں جب تک وہ نہ چاہے کوئی ذرہ کائنات اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا اور اس کا ہاتھ اور پاؤں اور منھ وغیرہ اور پچھلی رات کو اسکا آسمان دنیا پر آنا اور اسی کے مثل اور باتیں جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں ان سب باتوں کی حقیقت اور ان سب کا بھید ہر شخص سمجھ نہیں سکتا مگر جسکو وہ آپ ہی آگاہ کرے مسلمان کو ایمان لانا فرض ہے اور اس فکر میں پڑنا کہ ہاتھ کیونکر ہے اور پاؤں کیسا ہے اور منھ کیا ہے گمراہی ہے اور اس کی کسی بات میں کیونکر کو اور کیسی کو اور کیا کو دخل نہیں ہے اور اس کی صفتیں بعض اہل سنت کے نزدیک نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات جیسے ناک آدمی کے منھ پر کہ نہ اُس کو منھ کہہ سکتے ہیں نہ منھ سے الگ اور علیٰ ہذا القیاس یہ قول اشاعرہ اہل سنت کا ہے یعنی وہ علما جو قبیلۂ اشعر کی طرف منسوب ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری صحابی جلیل اسی قبیلے میں تھے رضی اللہ عنہ اور شرح عقاید نسفی میں بھی یہی مذکور ہے اور بعض محققین اہل سنت غیر ذات کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہم عین اور غیر نہیں کہتے اور ان دونوں کے نفی اور اثبات سے کام نہیں رکھتے ہم کہتے ہیں کہ اللہ موجود ہے اور جس طرح اسکی ذات معدوم نہیں ہو سکتی اسی طرح اسکی صفتیں بھی معدوم نہیں ہو سکتیں حضرت مخدوم شیخ سعد نے قول آخر لکھ کر لکھا ہے وَھٰذَا اَسْلَمُ یعنی یہ بات بہت درست ہے اور صاحب عقاید نسفی کا قول بھی اسی قدر ہے وَلَہٗ صِفَاتٌ اَزَلِیَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِذَاتِہٖ یعنی اسکی صفتیں ازلی ہیں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور میرا عقیدہ بھی یہی ہے اس وجہ سے کہ عین اور غیر کی نفی اور اثبات میں کُنہ کا دریافت کرنا ملحوظ پایا جاتا ہے اور یہ محال ہے اور اسکی صفتیں اہل کلام کے نزدیک تین قسم پر ہیں جو اسکی ذات پاک میں ثابت ہیں ان کو ثبوتی کہتے ہیں جیسے حیّ اور مرید اور قادر اور علیم اور جو اسکی طرف منسوب ہیں ان کو اضافی کہتے ہیں جیسے نافع اور ضار اور مُعِز اور مُذِلّ اور جن سے اسکی ذات پاک سے عیب اور نقصان کا نفی کرنا مقصود ہے ان کو سلبی کہتے ہیں جیسے غنی اور قدّوس اور سلام اور مالک یہ تفصیل سنابل میں ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ کی صفتیں دو قسم پر ہیں ایک ذاتی ایک افعالی ذاتی وہ ہیں جن کی ضد کے ساتھ اسکو موصوف نہ کر سکیں مثلاً حی اس کی صفت ہے اور میّت اسکی ضد ہے اللہ جل شانہ کو میّت نہیں کہہ سکتے یا قادر اسکی صفت ہے اور عاجز اسکی ضد ہے اللہ جل شانہ کو عاجز نہیں کہہ سکتے یا متکلم اس کی صفت ہے اور ساکت اسکی ضد ہے اللہ جل شانہ کو ساکت نہیں کہہ سکتے اور صفات افعالی وہ ہیں جن کی ضد کے ساتھ بھی اسکی تعریف کر سکیں

مثلاً نافع اس کی صفت ہے اور ضارّ اسکی ضد ہے اللہ جل شانہٗ نافع بھی ہی اور ضار بھی اور اسی طرح
معزّ اور مذل اور معطی اور مانع اور اللہ جل شانہٗ خیر اور شر دونوں کا خالق ہی اور علی ہذا القیاس طہارت
اور نجاست دونوں کا خالق ہے اور آدمی اور سور دونوں کا خالق ہی مگر فقط یہ کہنا کہ اللہ شر کا خالق ہے
یا نجاست کا خالق ہے یا سور کا خالق ہے ادب کے خلاف ہے اور منع ہی اور اسی طرح جن باتوں سے
اسکی ذات یا صفات میں کوئی نقصان لازم آئے وہ سب ایسی ہیں یا جو صفتیں آدمیوں کے ساتھ
مخصوص ہیں ان صفتوں سے اللہ جل شانہٗ کو موصوف سمجھنا یہ بھی ویسا ہی ہے مثلاً یوں کہنا کہ ازل
سے یہ عالم اللہ جلَّ شانہٗ کے خیال میں تھا یوں نہ چاہئے بلکہ خیال کی جگہ علم اور ارادہ بولنا چاہیئے
ازل یعنی وہ زمانہ جو اس عالم سے پہلے ٹھہرایا جاتا ہے اور اسکا آغاز کل انسانوں کی سمجھ سے باہر ہی
اور ابد یعنی وہ زمانہ جو اس عالم کے بعد سمجھا جاتا ہے اور اسکا انجام کل انسانوں کی سمجھ سے باہر ہے
اللہ جلَّ شانہٗ کے سامنے ایک ہی دیکھتا ہے اور آنکھوں کا محتاج نہیں سُنتا ہے اور کانوں کا محتاج
نہیں اور بولتا ہے اور زبان اور حرف اور آواز کا محتاج نہیں بلکہ یہ سب چیزیں اسکی پیدا کی ہوئی
ہیں عقل حادث ہے اس کے بھیدوں کی کنہ کو نہیں سمجھ سکتی جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اور جہانتک سمجھ
پہونچتی ہے اس کی ذات پاک کی حقیقت اور اسکی صفات کی حقیقت اس سے باہر ہے اسی سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی جیسا پہچاننے کا حق ہے
ویسا ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی ارشاد ہے وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ
عقل کا سب کچھ سمجھنا اور سب کچھ سمجھ کر تھک جانا اور کچھ نہ سمجھنا یہی معرفت ہے اور اولیاے کرام
نے فرمایا ہے اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ یعنی اللہ جل شانہٗ کی ذات اور صفات کی
حقیقت تک نہ پہونچنا اور نہایت نہ پانا اور بے طاقت ہو جانا یہی پہونچنا ہے اور انجام کار حیرت ہے

قطعہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم / وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر / ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

اللہ جل شانہٗ کی معرفت استدلالی اور معرفت شہودی ضروری ہی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت قطب الدین دمشقی قدس اللہ سرہ نے رسالہ مکیہ میں فرمایا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت دو قسم پر ہے ایک استدلالی جیسا قرآن پاک میں ہے سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی آسمان اور زمین کے حالات اور انکے عجائبات پر نظر کرنا چاند سورج اور ثوابت اور سیارات کی گردش کو دیکھنا رات دن کے انقلابات میں غور کرنا اپنی ہستی اور نیستی اور آغاز اور انجام کو خیال کرنا اور ہر شے کی حقیقت سے صانع مطلق کی وحدت اور قدرت پر اقرار کرنا اور ایمان لانا اور مصنف قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ یہ پہچاننا اُن لوگوں کا درجہ ہے جو علم میں راسخ ہیں اور حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی نے اسکی شرح میں فرمایا ہے کہ عوام مومنین بھی انہیں داخل ہیں اور اس معرفت سے محروم نہیں اگرچہ علماے راسخین کے مثل نہوں مگر یہ درجہ اپنی حد ذات میں ناقص اور ادون ہے اور مولانا روم بھی فرماتے ہیں ؎ پاے استدلالیاں چوبیں بود ؛ پاے چوبیں سخت بے تمکین بود ؛ گر باستدلال کار دیں بدے ؛ فخر رازی رازدار دیں بدے ؛ اور اسکے ادون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو کچھ بنایا ہے اسکے لیے ایک ظاہر قرار دیا ہے ایک باطن پھر آیات الٰہی کے فقط ظاہر کو دیکھ کر اقرار کرنے سے پورا پورا استدلال نہیں ہوتا جب تک ان سب کے باطن سے واقفیت نہو اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جب تک اسرار غیبی نہ کھلیں پھر جس پر اسرار غیبی کھلتے ہیں وہ وہ پورا پورا صاحب استدلال ہے اور بینا ہے اور جو شخص یہ صفت نہیں رکھتا اندھا ہے اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہوں جیسا اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی اور اگرچہ حضرت مصنف نے متن میں اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے شرح میں اس سے زیادہ نہیں فرمایا مگر جو بنا انکا ارشاد ہیں نے یہانتک لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ عارفوں کے سوا اور اولیا کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور امور غیبیہ کا ظاہر ہونا اور مشاہدات کا حاصل ہونا اور بینا ہو جانا انھیں کی شان ہے پس معلوم ہوا کہ معرفت استدلالی جب یہانتک پہونچی درجہ ولایت میں داخل ہے اور موصل الی اللہ ہے دوسری معرفت شہودی ضروری ہے جیسا قرآن پاک میں ہے اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ یعنے اللہ جل شانہ کو ایسا موجود سمجھے اور دیکھے اور اسکی تجلیات ذاتی اور صفاتی میں ایسا غرق ہو جائے کہ آیات کے وجود کو اسکے وجود سے موجود سمجھے اور دیکھے یہ مرتبہ اولیاے صدیقین کا ہے اور صدیقیت انتہائے مرتبہ ولایت ہے اسکے بعد کوئی مرتبہ نہیں یہانتک رسالہ مکیہ کا بیان ہے اور شمائل اتقیا میں ہے کہ معرفت تین قسم پر ہے عام اور خاص اور خاص الخاص اور مرصاد سے لکھا ہے کہ معرفت تین قسم پر ہے عقلی سے یعنے

آیات سے اللہ کو پہچاننا یہ مرتبہ عوام ہے اور نظری یعنی نور باطن سے اسکی صفات وغیرہ کا پہچاننا یہ مرتبہ خواص ہے اور شہودی ذات کا پہچاننا یہ مرتبہ اخص الخواص ہے اس بیان سے فقیر کے قول کو قوت ہوتی ہے جو اوپر گزر چکا ہے اب جاننا چاہیے کہ حضرت امام غزالی نے حاشیہ اربعین میں حضرت ذوالنون کا قول لکھا ہے وَاِسْتِدْرَاجُ الْعَارِفِیْنَ اِسْتِغْنَاؤُهُمْ بِالْمَعْرِفَةِ دُوْنَ الْمَعْرُوْفِ حَتّٰی جَعَلُوْا لَهَا حَدًّا اَوْ غَایَةً وَظَنُّوْا اَنَّهَا قَدْ اَحَاطُوْا بِهَا وَکُلُّ مَنْ کَانَتْ مَنْزِلَتُهُ اَرْفَعَ اِسْتِدْرَاجُهُ اَعْظَمَ یعنی عارفوں کا استدراج یہ ہے کہ معرفت حاصل کر کے معروف سے مستغنی ہو گئے اور اس خیال میں پڑ گئے کہ ہم نے اللہ کو پہچان لیا یہاں تک کہ معرفت کے لیے حد اور نہایت مقرر کر لی اور گمان کر لیا کہ ہر آئینہ ہم نے معرفت پر احاطہ کر لیا اور جس کی منزلت بلند تر ہے اسکا استدراج بھی بزرگتر ہے پس جو شخص دعوی کرے کہ میں نے اللہ جل شانہ کو جیسا چاہیے پہچان لیا وہ اس قول سے مستدرج ہے اور مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی نہیں پہچانا ہم نے تجھکو جیسا تیرے پہچاننے کا حق ہے اور لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ یعنی نہیں گھیر سکتا ہوں میں کسی تعریف کو تیری ذات پر یہ دونوں حدیثیں بھی اسی کی خبر دیتی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ بھی اسی کے موافق ہے یعنی سوا کے سوا ہے پھر سوا کے سوا ہے اور اگر دوسری جگہ وریٰ خلق کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہیں کہ خلق کے سوا ہے پھر خلق کے سوا ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ جسکو ہم سوا کہتے ہیں یا جہاں تک خلق اور خلق کی صفت اور خلق کی سمجھ باقی رہے اس سب سے منزہ ہے اور ثم وراء الوریٰ تاکید کے لیے ہے اللہ جل شانہ کی ذات اور صفات اور اسکے مظاہر ازل الآزال سے ابد الآباد تک منتہی نہیں ؎ گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات ٭ فکرت کنند در صفت عزت خدا ٭ آخر بعجز معترف آیند کای الہ ٭ دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما ٭ اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ سلوک دو قسم پر ہے ایک سیر الی اللہ یعنی سالک محنت اور مشقت کر کے اللہ کو پہچان لے اور اہل وحدت کے نزدیک اسکی حد یہ ہے کہ وجود واحد کے سوا کسی کو موجود نہ دیکھے اور کل مظاہر میں اسی کو ظاہر دیکھے اسکے بعد یہ سیر ختم ہے اور اس بات کا کہنا سہل ہے اور کرنا مشکل ہے اور اللہ کا پہچاننا بہت محنت اور مشقت کے بعد حاصل ہوتا ہے اور جب تک فناء اور فناء الفناء کا درجہ طے نہیں ہوتا یہ معرفت حاصل نہیں ہوتی دوسری قسم سیر فی اللہ ہے یعنی جب آدمی اللہ کو پہچان لے تو اسکے سب اسماء اور صفات اور مظاہر قدرت کو جان لے اور دیکھ لے اور آدمی کی عمر کم ہے اور ان سب چیزوں کی حد نہیں بیشمار ہیں

بعضوں کے نزدیک یہ سیر ختم نہیں ہو سکتی اور بعضوں نے کہا ہے کہ آدمیوں کی استعداد یکساں نہیں ہوتی اللہ جل شانہ کے فضل سے ممکن ہے کہ یہ سیر بھی انتہا کو پہونچے حضرت امام غزالی کا قول جسکو میں اوپر لکھ چکا ہوں قول آخر کے خلاف ہے مگر ان دونوں قولوں میں عند التامل تطبیق ہو سکتی ہے اس طرح کہ جب انسان مرتبۂ فنا اور فناء الفنا کو طے کر چکا اور معرفت شہودی ضروری کی حد تک پہونچا اور عارف اور معروف اور معرفت نے ایک حکم پیدا کیا اب سیر فی اللہ بھی تمام ہوئی اور گویا کہ انسان کا وجود ہی نہ رہا وَاَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ صَادِقٌ آگیا یا یوں تاویل کریں کہ پہلا قول اصحاب صحو کا ہے اور دوسرا قول ارباب سکر کا اِلّا فقیر کا دل قول اول کی طرف جھکتا ہے اس وجہ سے کہ فقیر کی سمجھ میں قرآن اور حدیث سے زیادہ تر موافق ہے اور دوسرے قول پر کماحقہ اطمینان نہیں ہوتا ہے البتہ جو انسان معرفت شہودی ضروری تک پہونچے وہ اگر کسی وقت کہے کہ اسکے سوا کچھ نہیں اور اس کے آگے کچھ نہیں تو حق ہے اس نظر سے کہ بشر اسکے سوا اور اسکے آگے دریافت نہیں کر سکتا نہ اس نظر سے کہ اللہ جل شانہ کی ذات یا صفات کی حد یہی ہے تَعَالَی اللّٰہُ عُلُوًّا کَبِیْرًا ؎

نظر تا بہ اینجاست منزل شناس	چو زیں بگذری در دل آید ہراس

اور آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیا ہوں یا اولیا جبتک وہ خود ہدایت نہ کرے اسکو پہچان نہیں سکتے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ گواہ ہے اور یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ اور علی ہذا القیاس پس ہادی وہی ہے اور اسی کا وجود اسکی معرفت کا سبب ہے لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُوَ اور فقرا کا یہ قول کہ مرشد اللہ ہے بہت درست ہے مگر اسکا سمجھنا اور یقین کرنا مشکل ہے ؎ بسے منزل آمد ز من تا بہ تو ؛
نشاید ترا یافت اِلّا بہ تو

اللہ جلّ شانہ کے فرشتوں کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فرشتوں کا ہونا حق ہے اگرچہ نظر نہیں آتے وہ خلقت نوری رکھتے ہیں جس صورت سے چاہتے ہیں بن جاتے ہیں آسمانوں پر بھی ہیں اور زمین پر بھی نہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں نہ حاجات انسانی رکھتے ہیں نہ تھکتے ہیں جو جس کام پر مقرر ہے ہمیشہ اس کام کو کیے جاتا ہے اور جبتک موت نہ آئیگی کیے جائیگا اور انکی موت قیامت میں آئیگی انکی قوتیں ایسی ہیں جیسے سیارات آسمانی کی قوتیں کہ برابر چلتے رہتے ہیں یا جیسے حواس انسانی کی قوتیں کہ جب تک ان میں فتور نہ آئے اپنے کام سے

تھکتے نہیں مثلاً آنکھ ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے یا کان ہمیشہ سنتے رہتے ہیں ان میں سے بعضے جانوروں کی صورت پر ہیں اور بعضے آدمیوں کی صورت پر اور بازو بھی رکھتے ہیں بعضے دو بعضے تین بعضے چار اور اس سے زیادہ بھی اور انکی گنتی اور مخلوقات سے نو حصے زیادہ ہے اور جس طرح اللہ جل شانہ نے اپنے امر سے ان کی پیدائش کا طریقہ مقرر کیا ہے اسی طرح ان کی پیدائش ہے اور جس طرح ہر چیز مخلوقات میں ہے وہ بھی ہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جیسا قرآن پاک میں ہے وہ کافر ہیں اللہ جل شانہ کی صفت لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے اور جس طرح آدمی کے سب حواس اور سب قوتیں کسی وقت اور کسی طرح روح کے حکم سے الگ نہیں اسی طرح وہ سب اللہ جل شانہ کی مطیع ہیں اور عصمت ابدی رکھتے ہیں یعنی کسی بات میں نافرمانی نہیں کرتے چار فرشتے جن کا نام جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل ہے افضل ہیں پھر اور بس ملائکہ مقربین یعنی نزدیکی رکھنے والے فرشتے جبرئیل پیغمبروں پر وحی لاتے تھے اور الہام کرنا اور بڑی بڑی جماعتوں کی یاری کرنا اور اسی طرح کے اور کام بھی انکے سپرد ہیں میکائیل رزق پہونچاتے ہیں اور پانی برساتے ہیں ہر بوند کے ساتھ ان کا ایک موکل آتا ہے اور اس بوند کو وہیں گراتا ہے جہاں حکم ہوتا ہے اور پھر کر نہیں جاتا زمین پر رہتا ہے اور نباتات کے ہر پتے پر جب تک سبز رہے انکا ایک موکل رہتا ہے اسرافیل صور پھونکیں گے عزرائیل روح قبض کرتے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے ملاء اعلیٰ کہلاتے ہیں یعنی گروہ برتر رضوان خازن بہشت ہیں مالک موکل دوزخ اور اسی طرح اور کہ بعض پر بعض فضل رکھتے ہیں جو انمیں سے رسول ہیں انبیاء علیہم السلام کے سوا سب بنی آدم سے افضل ہیں اور انبیا علیہم السلام کو ان پر فضل ہے اور انکے سوا اور سب پر مومنین بنی آدم کو فضل ہے

اللہ کی کتابوں کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو صحیفے پیغمبروں پر نازل ہوئے ہیں حق ہیں اور انکی تصریح جس طرح اخبار سے ثابت ہے حق ہے وہ سب سو چار ہیں آدم پر دس شیث پر پچاس ادریس پر تیس ابراہیم پر دس علی نبینا وعلیہ السلام اور منجملہ چار کتابیں جو چار پیغمبروں پر نازل ہوئیں حق ہیں زبور حضرت داؤد پر توریت حضرت موسیٰ پر انجیل حضرت عیسیٰ پر قرآن ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ پر صلوات اللہ علیہم اجمعین قرآن شریف نے ان سب کو منسوخ کیا یعنی جو اوامر اور نواہی ان صحائف یا اُن کتابوں کے خلاف قرآن پاک میں ہیں وہی ناسخ ہیں کل باتیں منسوخ نہیں مثلاً حضرت یعقوب کی شریعت میں جو چوری کرتا چند مدت صاحب مال کی غلامی کرتا قرآن مجید نے اس حکم کو منسوخ کیا کہ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَہُمَا یعنی جو مرد یا عورت چوری کرے

اسکے ہاتھ کاٹ ڈالو وہ تینوں کتابیں محرف ہوگئیں اور قرآن مجید جیسا اُترا ہے اور مرتب کیا گیا ہے ویسا ہی ہے اور ایسا ہی رہے گا اسپر کسی کو تحریف کی قدرت نہیں اور نہ اسکے مثل کوئی بنا سکتا ہی اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ البتہ ہم نے اتارا ذکر کو یعنی قرآن کو اور ہم اسکے نگہبان ہیں اور قرآن مجید کلام مخلوق نہیں اور اسکی حقیقت حروف اور آواز اور زبان سے منزہ ہے خلق کو ان چیزوں کی حاجت ہے کسی کلام کو بے ان چیزوں کے ادا کرنا محال ہے قرآن کو بھی انھیں تینوں میں منضبط کرلیا ہی پس حروف اور آواز اور زبان اسم کے مثل ہیں اور حقیقت قرآن مسمیٰ کی مثل اور ظاہر ہے کہ اسم اگرچہ مسمیٰ پر دلالت کرتا ہے مسمیٰ کی حقیقت اس سے الگ ہوتی ہے اور اسکی حقیقت ایک نور پاک ہے کہ جب انسان کو تصفیہ قلب اور انجلائے روح حاصل ہوتا ہے اور سب چیزوں کی حقیقت کھلتی ہے تب یہ حال بھی کھلتا ہے اور اللہ جل شانہ نے خود فرمایا ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ط اور اتارا ہم نے تمھاری طرف نور آشکارا اور اسی سے دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط اور اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر سر آئینہ دیکھتا تو اسکو جھکنے والا اور روبنے والا اللہ کی دہشت سے اور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام الٰہی بے واسطہ جبرئیل بھی سنا ہے اور اسکو حدیث قدسی کہتے ہیں الا کلام مجید جو جبرئیل کی توسط سے اترا ہے افضل ہی اس وجہ سے کہ اسمیں اوامر اور نواہی کی تفصیل ہے اور بعض آئتیں بعض کی ناسخ ہیں اَللّٰهُمَّ افْضِ عَلَيْنَا اَنْوَارَهٗ وَبَرَكَاتَهٗ بِحَقِّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ کے رسولوں کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے پیغمبر ہوئے اور سب سے پیچھے ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ کی ذات پاک پر رسالت اور نبوت ختم ہوئی اور آپ خاتم النبیین ہوئے اب قیامت تک کوئی پیغمبر نہوگا اور آپ تمام عالم کے واسطے بھیجے گئے اور آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر آئے سب حق پر تھے اور انکی شریعت حق تھی اور ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ کے بعد آئے اور سب پیغمبر معصوم تھے یعنی گناہوں سے بچائے گئے تھے اور اگر کسی سے ساری عمر میں کوئی بات ہوگئی تو اسکو زلّت کہتے ہیں زلّت کے معنی پانوں کا لڑکھڑانا اور وہ زلت اسی عالم میں معاف

ہوگئی آخرت میں اسکا مواخذہ نہوگا چند پیغمبروں کے نام قرآن اور حدیث میں ہیں اور انکی گنتی مدارج میں
روایت مشہور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار لکھی ہے انمیں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور اولوالعزم نوح ابراہیم
یعقوب یوسف ایوب موسیٰ داؤد عیسیٰ محمد مصطفےٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین رسول وہ ہیں جن پر کتابیں یا
صحیفے اترے اور بڑی بڑی جماعتوں کی طرف بھیجے گئے اور اولوالعزم وہ جنھوں نے بڑے بڑے کام کیے
اور سختیوں اور مصیبتوں میں صبر کیا اور ہمارے پیغمبر بالکل معصوم تھے اسپر آپ کی بزرگی کے بڑھانے کو اور اپنی
رحمت کاملہ آپ کی نسبت ظاہر کرنے کو اللہ جل شانہ نے فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ
اللهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ط ہر آئینہ کشائش دی ہم نے تجھ کو کشائش آشکارا اسلیے کہ بخشش دے اللہ تیرے اگلے اور
پچھلے گناہ کو اور پورا کرے اپنی نعمت کو تجھ پر اور رہنمائی کرے تجھ کو سیدھی راہ پر اور یاری کرے تیری بہت
بڑی یاری اور ہمارے پیغمبر سب پیغمبروں پر فضل کلی رکھتے ہیں چنانچہ نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اس آیت میں اللہ جل شانہ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی
ہے اور علما نے لکھا ہے کہ شہر سے آپکے پاے مبارک کی خاک مراد ہے اور لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ط تیری جان کی قسم ہر آئینہ وہ لوگ اپنے نشے میں بیہوش ہیں اور اسی طرح بہت آیات قرآنی
شاہد ہیں اور آپ نے فرمایا ہے اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ میں اگلے پچھلوں میں بزرگتر ہوں اور فرمایا
ہے اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ میں سردار اولاد آدم ہوں اور فرمایا ہے اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ میں بزرگتر
ہوں اولاد آدم میں اپنے پروردگار کے نزدیک اور جو صفتیں اور فضیلتیں اور پیغمبروں میں الگ الگ تھیں
ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں اکٹھا ہوئیں اور انکے سوا بہت فضیلتیں خاصکر آپ کو ملیں
سب سے پہلے آپ کے نور کا ظاہر ہونا سب سے پیچھے نبوت کا آپ کی ذات پاک پر ختم ہونا کل انبیا کا آپکی
رسالت کے اقرار پر پیغمبر ہونا روز میثاق میں آپکے نور کا سب انبیا کے نور کو چھپا لینا بعض انبیاے مرسل
کا آپ کی امت میں ہو جانے کی آرزو کرنا نہایت خدا کا پہچاننا معراج کی رات جسم مبارک کے ساتھ عرش
پر جانا عرش کا آپ سے التجا کرنا بالکل اللہ کے پاس ہو جانا انھیں آنکھوں سے بے پردہ اللہ کو دیکھنا
میدان قیامت میں لواء الحمد کا آپکے ہاتھ میں ہونا آدم سے عیسیٰ تک سب انبیا کا اسی کے تلے آرام پانا مقام
محمود میں آپ کا شفاعت کرنا اللہ جل شانہ کا آپ کی رضاجوئی کرنا نہر کوثر کا مالک ہونا سب سے پہلے آپکا بہشت کے

دروازے کو کھلوانا اور اپنی امت کو لیکر بہشت میں جانا خازن جنت کا آپکے واسطے اسی حکم پر مامور ہونا سہو
اور نسیان کا آپ کی امت کو معاف کیا جانا سب پیغمبروں کا نفسی نفسی کہنا اور آپ کا امتی امتی ارشاد فرمانا
آپکے اور اللہ جل شانہ کے درمیان ایک وقت خاص میں راز و نیاز کا ہونا اور کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کا
اس وقت میں نہ سمانا آپ کا حبیب اور محبوب ہونا اور آپکے ساتھ آپ کی امت کا محبوب ہونا مرتبہ عبدیت
میں پورا ہونا آپ کی سب باتوں کا پسندیدہ خدا ہونا اور اولین اور آخرین کے علم سے آپ کا عالم ہونا کل امتوں
کے لیے آپ کا تشفیع ہونا جس بات کا حکم صریح نازل نہوا ہو اسمیں اپنی رائے جہاں آرا ئے سے حکم دینا آگے
اور پیچھے سے برابر دیکھنا مہر نبوت کا پشت مبارک پر ہونا آنکھوں کا سونا اور دل کا جاگنا جسم مبارک پر مکھیوں کا
نہ بیٹھنا بول و براز کا زمین میں سما جانا اور وہاں سے خوشبو کا پیدا ہونا اور ہر گلی کوچے کا آپکے تشریف لیجانے
سے معطر ہو جانا اور اس پہچان سے لوگوں کا پہچان لینا جسم مبارک کا بے سایہ ہونا سینہ مبارک کا چاک کرکے
نور سے بھرا جانا جبرئیل میکائیل اسرافیل کا آپ کی رکاب تھامنا اور جلو میں دوڑنا لڑکپن میں آپکے جسم
مبارک کا بے پردہ نہونا فرشتوں کا آپکے گہوارے کو ہلانا حوا اور سارہ اور مریم اور آسیہ کا آپ کی ولادت
کے وقت حاضر ہونا اور علی ہذا القیاس اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آپ بے مثل ہیں ملائکہ میں اور جن اور
انس میں کوئی آپ کی مثل نہیں اور اس حیثیت سے آپ کو یکتا سمجھنا ہرگز شرک نہیں بلکہ اسکا حاصل وہی ہے
جو حدیث شریف سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ شرک جب ہو جب ہم آپ کو
واجب الوجود اور واحد حقیقی کی مثل سمجھیں واجب الوجود وہ جسکا نہونا کسی طرح ممکن نہیں اور واحد حقیقی وہ
جس کا دوسرا ممکن نہیں اور جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ واجب الوجود اور واحد حقیقی ہے اور آپ
اس کے بندہ خاص اور حبیب اور محبوب ہیں اور یہ صفتیں اور یہ فضیلتیں اور خصوصیتیں جو اللہ جل شانہ نے
آپ کو عنایت کیں کسی اور میں مجموع پائی نہیں جائیں پس آپ واحد عددی کی مثل یکتا ہیں عالم امر اور عالم
خلق میں کوئی آپ کی مثل نہیں اسکو شرک سے کیا واسطہ اسکو شرک سمجھنا محض توہین ہے اور اس کا
نتیجہ گستاخی اور بے ادبی کے سوا کچھ نہیں ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد٭ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد٭
اور قرآن پاک میں جو فرمان ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہدے اے محمدؐ کہ میں بشر ہوں جیسے تم اس تمثیل
سے فقط بشریت کا ثابت کرنا اور نفی شرک معلوم فِی الذِّہْنِ مقصود ہے یعنی جیسے حضرت عزیر کو انکی قوم نے
خدا کا بیٹا کہا اور حضرت عیسیٰ کو بھی انکی امت نے خدا کا بیٹا بنایا ایسے خیالات مشرکانہ سے بچنے کیلئے

یہ ارشاد ہوا ہے اس سے آپ کی ذات اور صفات کی یکتائی میں فرق نہیں آتا اور نہ وہ صفتیں اور فضیلتیں
اور خصوصیتیں کسی اور بشر میں ثابت ہو سکتی ہیں اور اگر کوئی لیے کہ آپکے یکتا سمجھنے سے خدا کی قدرت میں نقصان
لازم آتا ہے کہ آپ کے مثل دوسرا نہ کر سکا یہ قول بالکل جاہلانہ ہی جب ہمارا ایمان ہی کہ اللہ جل شانہ نے
لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ فرما کر آپ کو بےمثل کیا پھر نقصان قدرت کا جھگڑا نکالنا وسواس خناس ہی
اور اگر کہا جائے کہ اللہ جل شانہ ایسا کر سکتا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک کر سکتا ہے مگر نہ کیا ہی نہ کریگا اسواسطے کہ
خود فرما چکا محمد رسول اللہ وخاتم النبیین اور وہ بیشک سچا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ط اور اللہ
سے زیادہ سچا کون ہے بات میں اور ایمان اسکا نام نہیں کہ انسان بیٹھے بیٹھے اپنے دل سے خیالات فرضیہ
باندھا کرے بلکہ ایمان اسی قدر ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچایا ہی اسکو حق جانے اور اللہ
جل شانہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں چاہوں تو محمد کے مثل دوسرا پیدا کروں اور نہ حدیثوں میں کہیں اسکا ذکر آیا ہی
بلکہ ہی تو اسکے خلاف جیسا اوپر گذر چکا لامحالہ یہ فرض محال اور تخیل بیجا ایمان سے علاقہ نہیں رکھتا اور اگر آدمی
ایسے ہی خیالات فرضی کو گنجائش دے تو بہت باتیں کر سکتا ہی مثلاً اللہ جل شانہ چاہے تو ہر ذرہ خاک کو آفتاب
بنادے الّا آج آفتاب ایکہی ہے اور اسکی نسبت مثل اور غیر مثل کا خیال کوئی نہیں کرتا پھر خاص کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس بات کا دل میں جگہ دینا اہانت اور تخفیف سے خالی نہیں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
ذٰلِكَ الْاِعْتِقَادِ اور وہ جو قرآن شریف میں ہی لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ط اس کا مطلب یہ ہے
کہ جیسے یہود اور نصاریٰ کسی پیغمبر کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور کسی کا انکار یہ کام ہم نہیں کرتے بلکہ ہم سب
پیغمبروں کو مانتے ہیں اور اپنی طرف سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے اور مرتبہ رسالت میں سب کو
یکساں جانتے ہیں اگرچہ اور فضائل میں کسی ایک کو دوسرے پر فضل ہو چنانچہ قرآن خود خبر دیتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط بس رسالت کی برابری سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یکتائی میں فرق
نہیں آتا اور ظاہر ہے کہ آپکے سوا کوئی سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ اور سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ نہیں ہے اور وہ جو یہودی اور
صحابی کا حال حدیث شریف میں آیا ہی کہ مجھکو موسیٰ علیہ السلام پر فضل نہ دو کہ نفخہ صور کی بیہوشی سے جب
میں ہوش میں آؤں گا تو انکو عرش سے لپٹا ہوا دیکھوں گا اور میں نہیں جانتا کہ وہ بیہوشی سے بچائے گئے
یا مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے اور اسی طرح فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں
دروغ ہے اور کل انبیا کی نسبت اپنی طرف سے گھٹانے اور بڑھانے کو منع فرماتا ہی بیشک یہ سب حق ہی

اور حضرت موسیٰ کا فضل اور حضرت یونس کا اور سب انبیا کا فضل جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے حق ہے الا آپ نے فضل مطلق کے بیان کرنے کو یا جو فضل قرآن اور حدیث سے ثابت ہی اسکے ذکر کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت موسیٰ اور حضرت یونس کے مقابل ٹھہرانے کو اور انکے استخفاف کو منع کیا اور اسی طرح سب انبیا کی نسبت ارشاد فرمایا اسکے سوا حضرت موسیٰ کا فضل ہو یا حضرت یونس کا دونوں فضل جزئی ہیں فضل کلی آپ ہی کو ہے کہ اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ اور حضرت موسیٰ کا آپکی امت میں ہوجانے کی آرزو کرنا بھی روایات میں آیا ہے عطار علیہ الرحمۃ گرچہ موسیٰ خواستہ از حق مدام؛ لیک عیسیٰ یافت آں عالی مقام؛ پھر ان باتوں سے بھی آپ کا بیمثل ہونا ساقط نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ میرے نزدیک ایمان محبت کا نام ہی اور محبت میں محبوب کے مقابل ایسے خیالات فضول کو گنجائش نہیں ہوتی اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا ہے اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ آگاہ ہو ایمان نہیں جسکو محبت نہیں آگاہ ہو ایمان نہیں جسکو محبت نہیں آگاہ ہو ایمان نہیں جسکو محبت نہیں اور خیال کرنیکا مقام ہی کہ آپ نے فرمایا ہی کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ میرا نور ہی اور فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم کے بیچ میں تھے پھر آپکے مثل کون ہوسکتا ہی اور اگر کوئی کہے کہ اللہ جل شانہ ہر بات پر قادر ہی وہ اول ایک صفت سے پیدا کرسکتا ہی تو یہ بات صراحتًا غلط ہی اسوجہ سے کہ عقلاً محال ہے اور اگر کسی طرح بطور الزام کہا جائے کہ ہوسکتی ہے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ اور لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ منقول ہوچکا پھر قیاس نص کے مقابل غلط ہی اور وہ جو حدیث میں ہے کہ اللہ نے سات زمینیں بنائی ہیں اور ہر زمین میں آدم اور شیث اور نوح وغیرہ ہیں اور ایک خاتم ہے جیسے تمہارا نبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتم کو اپنی ذات پاک سے تشبیہ دی ہے اس کا مطلب فقیر کے اعتقاد کے موافق مولانا عبدالحی لکھنوی کی کتاب الفتاویٰ میں موجود ہی خلاصہ یہ کہ میں اگرچہ گنہگار اور سیہ کار ہوں اور اہل محبت ہونے کو منہ چاہئے مگر میرا اعتقاد یہی ہی کہ آپ بیمثل ہیں اور مجھ کو اللہ جل شانہ کے کرم سے امید ہی کہ اسی پر میرا خاتمہ کرے اور زہاد خشک اور علمائے بے معرفت کے قیل و قال سے بچائے اور اگر یہ اعتقاد صحیح ہو تو سب مسلمانوں کو توفیق دے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

نظامی رحمۃ اللہ علیہ

محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست	بآرائشش نام او نقش بست

چراغے کہ او تابنفروخت نور	زچشم جہاں روشنی بود دور
گزیں کردۂ ہر دو عالم توئی	چوں تو گر کسے باشد آں ہم توئی

قیامت کے آنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ قیامت کا آنا حق ہے جس طرح ہر ذی روح کو موت آتی ہے اور ہر چیز نیست ہوتی ہے ایسے ہی یہ عالم بھی فنا ہوگا اور یہی قیامت ہے قیامت سے پہلے یہ باتیں ظاہر ہوں گی امام مہدی پیدا ہونگے ایک دھواں ظاہر ہوکر تمام روے زمین پر پھیلیگا دجال آشکارا ہوگا دابۃ الارض آئیگا آفتاب پچھم سے نکلے گا حضرت عیسےٰ آسمان سے اترینگے یاجوج ماجوج اس زمین پر پھیل پڑیں گے پورب میں اور پچھم میں اور جزیرہ عرب میں زمین دھنس جائے گی ایک آگ یمن یا عدن سے نکلے گی ان سب واقعات کے بعد صور پھونکا جائیگا زلزلے پیدا ہونگے پہاڑ ایسے اڑینگے جیسے دھنکی ہوئی روئی دریا خشک ہوجائیں گے تمام عالم نیست ہوگا ملائکہ کو بھی موت آئے گی عزرائیل علیہ السلام جو روح قبض کرتے ہیں اور اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکیں گے انکو بھی موت آجائیگی اور صور بھی نیست ہوجائیگا آٹھ چیزیں فنا نہ ہونگی عرش کرسی لوح قلم دوزخ بہشت عالم ارواح حاملان عرش الا حاملان عرش بھی آخر میں فنا ہوں گے جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آٹھویں چیز ریڑھ کی ہڈی ہے کہ اللہ جل شانہ اسی سے سب کو زندہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ آٹھویں چیز مختلف فیہ ہے اور مخدوم شیخ سعد رحمۃ اللہ علیہ نے نے وہی سات چیزیں لکھی ہیں واللہ اعلم پھر اللہ جل شانہ اپنی ذات پاک کی طرف مخاطب ہوکر فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کون بادشاہ ہے اور ملک کس کا ہے اور آپ ہی فرمائیگا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (یعنی اللہ کے واسطے ہے جو اکیلا ہے اور نہایت غالب ہے) پھر اسرافیل کو زندہ کریگا اور صور کو موجود کریگا اور پھر پھونکنے کا حکم دیگا عالم ہست ہوگا حساب کیا جائیگا میزان قائم ہوگی اعمال تلینگے نیکی اور بدی پوچھی جائیگی نامۂ اعمال نیکیوں کا سیدھے ہاتھ کی طرف سے اور بدوں کو الٹے ہاتھ کی طرف سے اور کافروں کو پیچھے سے دیے جائینگے اور ہر ایک اپنے اعمال کا بدلہ پائیگا صراط قائم ہوگا انبیا اور اولیا شفاعت کرینگے دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں ہمیشہ رہینگے اور مسلمانان گنہگار معذب ہوکر دوزخ سے نکلکر بہشت میں جائینگے اگرچہ بے توبہ گزر گئے ہوں اور اللہ جل شانہ جسکو چاہے گا صغیرہ پر مواخذہ کریگا اور جسکو چاہیگا صغائر اور کبائر سب معاف کردیگا اور جو کچھ قیامت

کے متعلق مخبر صادق نے خبر دی ہے سب حق ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مرتا ہے اسکی قیامت اسی وقت آجاتی ہے یہ قیامت صغریٰ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مرا اُسکی قیامت قائم ہوئی اور قیامت کے آنے کی جو علامتیں ہیں اب سب موجود ہیں فقط علامات کبریٰ جو اوپر لکھی ہیں باقی ہیں وہ بالکل متصل ہونگی اور مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہے کہ جب سورج پچھم سے نکلے گا اس کے ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے بعد قیامت آئے گی۔ واللہ اعلم

تقدیر کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ نے ملائکہ کو اور جن وانس کو اور ہر چیز کو پیدا کیا اور ان سب کے پیدا کرنے سے پہلے ان سب کے شمار کا اندازہ کر لیا اور انکی ہستی اور نیستی کی مدت کا اندازہ کر لیا اور ہر ایک کی روزی کا اور کاموں کا اندازہ کر لیا اور ہر ذرۂ کائنات کی حرکت کا اور اسکے سکون کا اندازہ کر لیا ملائکہ کو نافرمانی سے بچا کر عصمت ابدی عنایت کی اور فرمایا لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں اور انبیا علیہم السلام کو بھی معصوم کیا اور بہشت اور دوزخ کو بنا کر اور جن وانس کو پیدا کر کے اور انکے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ اور کان وغیرہ کو انکے اختیار میں دے کر اپنے افعال کا مختار کیا اور دل کو اپنے اختیار میں رکھا چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُ كَيْفَ يَشَاءُ ہر آئینہ بنی آدم کے سب دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں جس طرح ایک دل جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے اور اعمال نیک و اعمال بد پیدا کیئے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اسکو بھی پیدا کیا اور اطاعت سے راضی ہو کر گناہ اور کفر سے ناخوش ہوا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ نہیں پسند کرتا ہے اپنے بندوں کے لیے کفر کو اور مقرر کیا کہ اعمال نیک کا بدلہ بہشت اور اعمال بد کا بدلہ دوزخ ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ پھر جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا اسکا بدلہ دیکھے گا اور جو ذرہ بھر بدی کریگا اسکا بدلہ دیکھے گا اور ہر ایک کی تقدیر میں لکھ دیا کہ یہ نیکی کریگا اور یہ بدی کریگا یا نیکی اور بدی دونوں کریگا اور جن وانس کے ایک گروہ کو بہشت کے واسطے خاص کیا اور ایک گروہ کو دوزخ کے واسطے مختص فرمایا جیسا حدیث مصطفوی میں ہے هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَهٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَلَا اُبَالِيْ یہ جنت کیلئے ہیں

اور پروا نہیں رکھتا ہوں میں اور یہ دوزخ کے لیے ہیں اور پروا نہیں رکھتا ہوں میں بعضوں کی تقدیر میں
باوجود اعمال بد بہشت لکھ دی وہ آخر میں نیک ہو جاتے ہیں اور بعضوں کی تقدیر میں باوجود اعمال نیک
دوزخ لکھ دی وہ آخر میں بد ہو جاتے ہیں جیسا حدیث شریف میں ہے وَاِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالخَوَاتِیْمِ اور ہر آئنہ
سب کاموں کا اعتبار خاتموں پر ہے انبیا علیہم السلام کو رہنمائی کے واسطے بھیجا اور وہ اسی کو راہ پر لا سکتے
ہیں جسکی تقدیر میں بہشت لکھی ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ شاہد ہے تو راہ پر نہیں لا سکتا جس کو
چاہے اور ابلیس کو ملعون فرما کر اسکو اور اسکے توابع کو قیامت تک مہلت دی اور دل میں وسوسہ
ڈالنے پر قادر کیا اور وہ سب اسی کو بھڑکا سکتے ہیں جسکی تقدیر میں دوزخ لکھی ہے اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ
الْمُخْلَصِیْنَ گواہ ہے مگر تیرے وہ بندے جن پر مجھکو دسترس نہیں خلاصہ یہ کہ بہشت کو اور بہشتیوں کو اسلیے
کہ اپنا لطف جمال ظاہر فرما کر اپنی رحمت کا تماشا دیکھے اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ہر آئنہ میری رحمت
سب چیز سے زیادہ وسیع ہے اور دوزخ کو اور دوزخیوں کو اسواسطے بنایا کہ اپنا قہر جلال آشکارا کر کے اپنے
عذاب کا تماشا دیکھے اِنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ط ہر آئنہ میرا عذاب وہ بہت بڑا عذاب ہی یہ وہ باتیں
جن سے خدائی اور بندگی کا پتہ ملتا ہے یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ط جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جو چاہتا ہی حکم
دیتا ہے اور حق یہ ہے کہ اسکے افعال کو علت سے علاقہ نہیں لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ
سوال نہیں کیا جاتا اس چیز سے کہ کرتا ہے اور وہ لوگ سوال کیے جائینگے اور اسی سے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے مسئلہ تقدیر میں باتیں کرنے کو منع فرمایا ہے مَنْ تَکَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُئِلَ عَنْهُ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ وَمَنْ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْهِ لَمْ یُسْئَلْ عَنْهُ جس نے بات کی مسئلہ تقدیر کی کسی چیز میں قیامت کے دن اُس
سے پوچھا جائیگا اور جس نے اسمیں کچھ کلام نہ کیا اس سے نہ پوچھا جائیگا بے ادب بے نصیب مشہور ہے
خصوصاً جہاں خدائی اور بندگی کا معاملہ ہو ؎ کرا زہرہ آنکہ از بیم تو ٭ کشاید زبان جز بہ تسلیم تو ٭ اور تقدیر
دو قسم پر ہے ایک مبرم جو ٹلتی نہیں دوسری معلق جو کسی وجہ سے ٹل جاتی ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ
وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَابِ مٹاتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے جو کچھ چاہتا
ہے اور لوح محفوظ اُس کے پاس ہے جل جلالہ اور اگر کوئی یہ تجویز کرے کہ اللہ جل جلالہ نے ظلم کیا
کہ آپ ہی دوزخ بنائی اور آپ ہی برے کام بنائے اور آپ ہی قسمت تقدیر میں لکھ دیے اور آپ ہی ابلیس
کو بہکانے پر قدرت دی تو یہ بات محض لغو اور باطل ہے ظلم کی صفت یہ ہے کہ پرائی چیز میں تصرف کرے

اور غیر کے حق کو چھین لے اور اللہ جل جلالہ مالک الملک لا شریک لہ ہے سب عالم کا خالق ہے اور سب
عالم اسکا ہی ظلم کی صفت اسپر صادق نہیں آتی بلکہ وہ جو کچھ کرے عدل ہی اور اگر قہر جلال کا اظہار مشیت
میں نہوتا یہ کچھ نہ ہوتا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
اور اگر چاہتا اللہ ان سب کو ایک گروہ کر دیتا مگر جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور
اگر کوئی شخص کہے کہ جب خود ہی ایک ایک گروہ کو بہشت اور دوزخ کے واسطے خاص کر چکا پھر انبیا کو راہ
دکھلانے کے لیے کیوں بھیجا اور ابلیس کو بھٹکانے پر کیوں قادر کیا اسکا بھید یہ ہے کہ جن اور انس اور
نیک اور بد بمقتضاے مشیت مختلط ہیں اور اختلاط کی وجہ سے بعضے نیک بدوں کی جانب جھکتے ہیں اور
بعضے بد نیکیوں کی جانب پس انبیا کی رہنمائی سے نیک راہ پر آجاتے ہیں اور ابلیس کے بھٹکانے سے بد
بہک جاتے ہیں اور اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ کا بھید ظاہر ہوتا ہے دوسری مصلحت یہ ہے کہ بدون پر انبیا
کی رہنمائی سے اور انکی کج ادائی سے حجت قائم ہوتی ہی اور یہ حجت اور الزام بھی من قبیل عذاب ہے
کہ ان کے دل میں حسرت اور ندامت بڑھی اور نیکیوں پر ابلیس کے بھٹکانے سے اور اس کے بچا لینے
سے منت قائم ہوتی ہے اور یہ منت بھی من قبیل رحمت ہے کہ انکے دل میں محبت اور شکر ترقی کرے یہ دونوں
باتیں میں نے اپنی سمجھ سے لکھی ہیں اور اصل وہی ہی کہ اللہ جل جلالہ کے سب افعال بے علت ہیں اور فی نفسہ
انبیا ہوں یا ابلیس اور اسکی ذریات سب ایسی ہیں جیسے کاریگر کے ہاتھ میں اسکے ہتیار اور سارا قرآن اسکی
خبر دیتا ہے مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ اور اخبار صریحہ متواترہ
سے بھی یہی ثابت ہے اور جو یہ سمجھے کہ ابلیس اور اسکے توابع اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے جسکو چاہیں
بھٹکا دیں اور اللہ کی مشیت سے اسکو علاقہ نہیں تو یہ عقیدہ آتش پرستوں کا ہی کہ وہ خالق خیر کو یزدان
اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں اور یہ شرک ہے اور اگر کوئی کہے کہ جب دوزخ اور بہشت مقدر ہو چکی تو
نماز اور روزہ اور سب اعمال نیک فضول ہیں یہ خیال باطل ہے جو اعمال جس کی تقدیر میں لکھے ہیں خود
ہی کرے گا اور اسکا بدلہ پائیگا پس نیک کاموں کا کرنا سعادت کی خبر دیتا ہی اور بد کاموں پر مستعد ہونا
شقاوت کی نشانی ہے مَنْ سَعِدَ سَعِدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَمَنْ شَقِيَ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقدرات پر نظر کر کے نیکی سے باز نہ رہو اور اگر کوئی شخص انسان کو اپنے افعال میں
بالکل مجبور جانے اور صرف تقدیر پر رکھ دے تو اس مذہب والوں کو جبریہ کہتے ہیں اور اگر کوئی بالکل مختار جانے

اور تقدیر کا قائل نہو تو اس مذہب والوں کو قدریہ کہتے ہیں اور ان دونوں مذہبوں کا باطل ہونا اور ان مذہب والوں کا بے ایمان ہونا کتب عقائد میں موجود ہے اور سب کا قول ہے کہ ان سے الگ رہو اور بچو اور نہ ملو اور معتزلہ بھی قدریہ میں شامل ہیں نیکی کا خالق خدا کو کہتے ہیں اور بدی کا خالق نفس کو اور دیدار الٰہی کے قائل نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ سب عقائد باطلہ ہیں اور جو فرقہ اس قسم کے عقائد رکھتا ہو باطل پر ہے حق پر نہیں حق یہ ہے کہ نیکی اور بدی جو جس سے ہوتی ہے سب کا خالق اللہ ہے اور سب اسکی مشیت اور اسکی تقدیر سے ہوتی ہے مگر چونکہ آدمی کو اپنے افعال پر اختیار دیا ہے اور اسکے حواس اور اسکے اعضا کو اسکے قابو میں کر دیا ہے پس اگرچہ حقیقت میں بے ارادہ الٰہی کوئی فعل اس سے نہیں ہوتا الا مجازاً صدور فعل اسکے ہاتھ پانوں سے ہوتا ہے اور اسکا ارادہ دیکھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے اسوجہ سے اپنے افعال کا بدلہ پائیگا اور دنیا میں بھی اسی بنا پر سب حکم جاری ہوتے ہیں اور اگر یہ بنیاد قائم نہ کی جائے تو کسی بات کا فیصلہ نہ ہو سکے اور کسی حاکم کا کوئی حکم نافذ نہو سکے اور نہ آپس میں کوئی کسی پر دعویٰ کر سکے اور سب آدمی ہر مذہب والے اسپر متفق ہیں کہ آدمی ہر کام اپنے ارادے سے اور اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اسی سے اپنے اپنے طور پر ہر کام کا عوض اور اس کی سزا مقرر کی ہے پھر اللہ جل شانہ تو وحدہ لاشریک لہ ہے اسپر اس بات کا الزام کسی طرح نہیں رکھ سکتے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا اور جو لوگ اعمال بد کو اپنے ہاتھ پانوں کے حرکات سے اور اپنے اختیار سے باہر سمجھکر تقدیر پر رکھتے ہیں اور مجبور بن جاتے ہیں اگر غور کریں اور انصاف کو دخل دیں تو ہرگز ایسا نہ کہیں اور حجت الزامی سے معقول ہو جائیں وہ حجت یہ ہے کہ ہر انسان کی سرشت یہی چاہتی ہے کہ جب کوئی بات اچھی علم کی یا عقل کی یا عمل کی اسکی زبان سے نکلے یا کوئی اچھا کام دین کا یا دنیا کا اسکے ہاتھ پانوں سے ہو جس سے اپنی ناموری کا خیال کرتا ہو اور جانتا ہو کہ اس سے میری خوبی اور نیکی اور تعریف سب کی زبانوں پر رہیں گی تو اس بات اور اس فعل کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ کہا اور یہ کیا اور میری وجہ سے اس بات یا اس کام کو سرسبزی ہوئی اور اگر کم فہم ہوتا ہے تو اتراتا بھی ہے اور چاہتا ہے کہ سب یہی سمجھیں اور کہیں اور اپنے سوا تقدیر کا نام نہیں لیتا اور اپنے اختیار کو غالب سمجھتا ہے پھر بدی میں کیونکر بے اختیار بن سکتا ہے المختصر اللہ جل جلالہ نے جب عرش بنایا اُسپر لکھا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ وَلْیَخْتَرْ رَبًّا سِوَائِیْ میں اللہ ہوں عالموں کا پروردگار جو میرے حکم پر راضی

ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے وہ میرے آسمان کے تلے سے نکل جائے اور میرے سوا دوسرا پروردگار اختیار کرے لا محالہ جو شخص ان سب بیانات کو اول سے آخر تک غور کر کے سمجھے اور آدمی جتنا مجبور ہے اور جتنا مختار ہے اسپر بھی لحاظ کرے تو ایمان اسی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے اور چپ رہے اور فکر میں نہ پڑے اور نیک کاموں سے باز نہ رہے اور بندگی سے باہر نہ ہو اور ڈرے اور توبہ کرے اور پناہ مانگے اور بے ادبی اور گستاخی سے بچا رہے اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ کی شان نزول کو دیکھکر بڑھتا رہے اور امیدوار کرم رہے ؎ گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ ٭ تو در طریق ادب باش و گر گناہ من ست ٭ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قَلْبِیْ اِلَی الْخَیْرِ

مرنے کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ مرنے کے بعد پھر سب کو زندہ کریگا جس طرح عدم سے وجود میں لایا اور منکر نکیر کا قبر میں آنا اور انکا سوال کرنا اور قبر میں رحمت اور عذاب کا ہونا حق ہے اور یہ باتیں سب کے لیے ہوتی ہیں اگرچہ جانور کھا گیا ہو یا پھونک دیے گئے ہوں یا ڈوب گئے ہوں ہمکو ان باتوں کی حقیقت سے خبر پانا ضروری نہیں ہے ایمان لانا ضروری ہے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہمارا عقیدہ ہی اور زیادہ تفحص کا نتیجہ گمراہی ہے جس نے نیست کو ہست کیا اور ہست کو نیست کرتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریف قبر میں سامنے کی جاتی ہے اور نکیرین پوچھتے ہیں مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ تو اس مرد کے حق میں کیا کہتا ہے مومن پہچان لیتا ہے اور کہتا ہے یہ محمد رسول اللہ ہمارے نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پھر نکیرین کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا اور کہتے ہیں نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ سو جیسے دولھا سوتا ہی سچ ہے ؎ کشتۂ کہ عشق دارو نگذار دت بدینساں ٭ بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد ٭ روحی فداک یا رسول اللہ اور کافر نہیں پہچانتا اور کہتا ہے میں نہیں جانتا اس سے یہی کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر عذاب کرتے ہیں

ایمان اور اسلام کے ایک ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک ہیں ایمان کے معنی جھکنا اور پناہ دینا یعنی دل کا اللہ

اور رسول کی طرف جھکنا اور ان دونوں کا پناہ دینا ایمان کے دو رکن ہیں دل سے سچ جاننا اور زبان سے اقرار کرنا رکن کے معنی کھمبا یعنی جیسے چھت اور عمارت کھمبے سے قائم ہوتی ہے ایسے ہی جو چیز جس سے قائم ہو وہ اس چیز کا رکن ہے ارکان جمع ہے جن باتوں کو دل سے سچ جاننا چاہیے اور زبان سے انکا اقرار کرنا چاہیے وہ وہی سات باتیں ہیں جن کو میں اوپر لکھ چکا ہوں اللہ جل شانہ کو حق جاننا اسکے فرشتوں کو حق جاننا اسکی کتابوں کو حق جاننا اسکے رسولوں کو حق جاننا قیامت کے آنے کو حق جاننا تقدیر کو حق جاننا مرنے کے بعد زندہ ہونے کو حق جاننا اور یہ ساتوں باتیں نہ گھٹ سکتی ہیں نہ بڑھ سکتی ہیں مگر ان کا یقین کرنا اور سچ جاننا اور اسپر قائم ہونا گھٹ بڑھ سکتا ہے اور ایمان کے کم ہونے سے اور زیادہ ہونے سے یہی مراد ہے

فصل اسلام کے معنی گردن رکھنا یعنی وہ باتیں جو ایمان لا کر قبول کیں ان باتوں کے احکام پر ہاتھ پانوں اور سب اعضا کا اطاعت کرنا اسلام کے پانچ رکن ہیں پہلا رکن کلمہ طیب پر گواہی دینا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کوئی پوجنے کے قابل نہیں مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بھیجے ہوئے ہیں یعنی اللہ نے ان کو اپنے سب بندوں کے راہ دکھلانے کے لیے بھیجا ہے دوسرا رکن نماز ہے تیسرا زکوٰۃ چوتھا روزہ پانچواں حج ان پانچوں رکن کے مسئلوں کا ضرورت کے موافق جاننا اور سیکھنا اور سکھلانا اور یاد رکھنا ہر مسلمان کی ذات پر مرد ہو یا عورت واجب ہے اس علم کے سوا اور کوئی علم مسلمان کو ضروری نہیں مگر وہ علم جس سے ان باتوں کو مدد ملے جیسے صرف اور نحو اور بدیع کہ ان سے قرآن اور حدیث کے معنی اور ترکیب اور خوبیاں سمجھ میں آتی ہیں سو یہ بھی ہر شخص کے واسطے ضروری نہیں فرض کفایہ ہے یعنی اگر ایک مسلمان یا دو چار ان علوم کو سیکھ کر قرآن اور حدیث کو سمجھ لیں کافی ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جو بات نہ جانتے ہوں ان سے پوچھ کر کام کریں اور اس بات کو یاد رکھیں اور ان علموں کے سوا جتنے علم ہیں ایمان اور اسلام سے علاقہ نہیں رکھتے مولانا ے رومی فرماتے ہیں ؎

علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث	ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث
منطق و معنی براے اصطلاح	گر بخوانی اندکے باشد مباح

حدیث صحیح میں ہے اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ یعنی دین کے علم تین ہیں کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع اور قیاس اور جو علم اسکے سوا ہیں زائد اور بے معنی ہیں اور شیخ محدث نے فضل کے معنی میں یہی دونوں لفظ لکھے ہیں اور دوسری

حدیث میں ہے اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّةُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ یعنی علم دو علم ہیں ایک علم دل میں پھر یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر پھر یہ علم اللہ کی حجت ہے اور اولاد آدم پر ایمان اور اسلام دونوں کے ارکان یہی ہیں جو لکھے گئے مگر میرا عقیدہ یہ کہ کہ ایمان ہو یا اسلام دونوں کا رکن اعظم محمد رسول اللہ کا ماننا ہے اور سچا جاننا اور آپ کی ذات کے ساتھ خالصاً مخلصاً محبت رکھنا یہ نہیں تو کوئی رکن کچھ نہیں ع کوئی اسمیں ذرا شک لائے تو ایمان جاتا رہے آپ کا فرمان ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی تم میں سے کوئی پورا ایماندار نہیں ہوتا جب تک مجھ کو اپنے باپ اور بیٹے سے اور سب آدمیوں سے زیادہ نہ چاہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ وَاَمِتْنَا بِہٖ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

شریعت اور طریقت کے ایک ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات اور معاملات میں فرمایا ہی وہ شریعت ہے اور وہ افعال جو آپ نے علم باطن کے متعلق کیے ہیں انکا نام طریقت ہے پس یہ دونوں حقیقت میں ایک ہیں اگرچہ کبھی کبھی ان دونوں میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے مگر فرق کی دو قسمیں ہیں ایک فرق ضد جیسے آگ پانی کا فرق کہ آگ پانی کو جلا دیتی ہی اور پانی آگ کو بجھا دیتا ہی دوسرا فرق جنس جیسے پانی اور رنگ یا پانی اور شربت کہ اگر پانی نہ ہو تو رنگ اور شربت گھل نہ سکے یا پوست اور مغز کہ اگر پوست نہو مغز نہ ہو سکے پس شریعت پانی کے مثل ہے اور طریقت شربت اور رنگ کے مثل اور شریعت پوست کے مثل ہے اور طریقت مغز کے مثل پھر یہ دونوں بالکل ایک نہیں اور نہ بالکل مخالف ہیں بلکہ لازم وملزوم ہیں اور جو شخص طریقت میں خالص شریعت کو ڈھونڈھے گا نہ پائیگا جیسے رنگ اور شربت میں پانی موجود ہوتا ہے الا خالص نہیں ہوتا اور اسی طرح مغز پوست کے اندر ہوتا ہے الا جب علیحدہ کر دیا جاتا ہی تو سمجھا جاتا ہی کہ پوست سے الگ کر دیا گیا اور مغز کے اندر اسکا نشان نہیں ہوتا حضرت موسیٰ شریعت پر مامور تھے اور حضرت خضر طریقت پر انکا عمل ظاہر پر تھا ان کا عمل باطن پر نباہ نہ ہوا جنکے دل میں للہیت ہوتی ہے وہ خود ان سب باتوں کو سمجھتے ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مالا بد کے آخر میں لکھا ہے اور شیخ محدث نے کتاب مرج البحرین خاصکر اسی بات کے اثبات میں لکھی ہے اور بہت بزرگوں نے اپنی تصنیفات میں ذکر فرمایا ہی اور میرے

مرشد پاک فرماتے تھے کہ اَلشَّرِیْعَۃُ کَمَثَلِ اللَّیْلِ وَالطَّرِیْقَۃُ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ وَالْحَقِیْقَۃُ کَمَثَلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَالْمَعْرِفَۃُ کَمَثَلِ الشَّمْسِ وَلَیْسَ فَوْقَ الشَّمْسِ شَیْءٌ اب ایک حدیث لکھتا ہوں جس سے اچھی طرح واضح ہو جائے خون آیت قرآنی سے حرام ہے اور ابو طیب حجام صحابی اور عبد اللہ بن زبیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پی لیا ہے اور چوس لیا ہے اور آپ نے ابو طیب سے فرمایا ہے حَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی جَسَدَکَ عَلَی النَّارِ اور عبد اللہ بن زبیر سے فرمایا ہے لَا تَمَسُّکَ النَّارُ اِلَّا قَسَمُ الْیَمِیْنِ پس جو قرآن میں ہے وہ شریعت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم باطن سے انکے دلوں پر اور نیتوں پر نظر فرما کر جانا کہ کمال محبت اور ادب نے ان سے یہ کام کرایا اور آپ کی محبت اور آپ کا ادب خلاصِ شریعت ہے لامحالہ بحکم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ دونوں کے حق میں یہ ارشاد فرمایا یہ طریقت ہے

؎ پندار سعدی کہ راہ صفا ۔ تواں رفت جز بر پے مصطفیٰ

علم غیب کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ کاہن اور منجم کو سچا جاننا اور انکی بات کو سچ کہنا کفر ہے اگرچہ اللہ جل شانہ ان کی کسی بات کو سچ کر دے اس وجہ سے کہ وہ بات پہلے سے یقینی اور قطعی نہیں ہوتی ہے احتمالی ہوتی ہے کہ ہو یا نہ ہو پھر اگر واقع بھی ہو تو کچھ نہیں اور نجوم اللہ جل شانہ کے فرمان میں ہیں کبھی اُن کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جیسے دواؤں کا اثر کہ طبیب بیان کرتا ہے اور کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اور منجمین اور اطبا کے علاوہ بہت لوگ بہتیری باتیں عقل اور قیاس سے کہکر حکم لگا دیتے ہیں اور اکثر سچ ہو جاتی ہیں اِلّا ایسی باتیں علم غیب کے حاصل ہونے پر دلالت نہیں کرتیں علم غیب نہ ملائکہ کو ہے نہ انبیا کو نہ اولیا کو نہ جنات کو مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے روح کے ذکر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مجمع السلوک میں دو جگہ لکھا ہے وحی پرسند ترا اے محمد از روح کہ چیست بگو روح از امر خدای ست بر ما مخفی ست چیزے از علم غیب ست نادانستن آں مارا چہ عیب ست اور غیب کا لفظ اللہ جل شانہ کے حق میں نہیں ہے بلکہ مخلوقات کی نسبت سے بولا جاتا ہے یعنی وہ چیزیں فرشتوں سے اور آدمیوں سے اور جنوں سے چھپی ہوئی ہیں یا جو چیزیں اور جو باتیں عدم سے وجود میں نہیں آئی ہیں ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اللہ جل شانہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ اپنی ذات سے آپ علیم ہے اور ملائک اور انبیا اور اولیا کو جو علم

حاصل ہوتا ہے وہ علم لدنی اور علم من لدن کہلاتا ہے علم غیب نہیں کہا جاتا اور علم لدنی اللہ جل شانہ اپنے پاس سے ان کو دیتا ہے اور اس کی دو طرحیں ہیں ایک وحی یعنی فرشتے کا حکم الٰہی سے کسی نبی کے پاس آنا اور آگاہ کرنا اور پیام پہونچانا یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر قطع ہوا اب نہ کوئی نبی ہوگا نہ وحی آئے گی دوسرا الہام یعنی اللہ جل شانہ اپنی قدرت سے بلا واسطہ کسی کے دل میں کسی بات کا علم ڈالدے یا فرشتے کو حکم دے کہ وہ ڈالدے یہ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں قیامت تک باقی رہیگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم لدنی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اولین اور آخرین دیا گیا اور آپ کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ سب حاصل تھا چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن آپ کھڑے ہوے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب سے خبر دی پھر جسکو جو یاد رہا رہا اور جو بھولا بھولا اور شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں لکھا ہے کہ شب معراج میں آپ کو تین قسم کا علم عطا ہوا ایک وہ جسکے پہونچانے کا حکم دیا گیا کہ تمام عالم کو پہونچائیں دوسرا وہ کہ اسکے پہونچانے میں اختیار دیا گیا کہ جسکو اسکے لائق جانیں پہونچائیں تیسرا وہ علم جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں اور منع کیا گیا کہ کسی سے ارشاد نہ کریں اور کسی کو اسکے اٹھانے کی طاقت نہیں میرے اعتقاد میں پہلا علم علم شریعت ہے اور دوسرا علم علم طریقت ہے جس سے انسان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور ذات اور صفات کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے اور تیسرا علم وہ ہے جو ازل اور ابد پر محیط ہے اور کل اسرار غیبیہ کا جامع ہے اور تکوین اور ایجاد کا منشا ہے پہلا علم مِنْ حَیْثُ الرِّسَالَتْ ہے اور دوسرا علم مِنْ حَیْثُ الْوِلَایَتِ ہے اور تیسرا علم مِنْ حَیْثُ الْوَحْدَتِ اور مِنْ حَیْثُ الْحَقِیْقَتِ ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ اور بعض باتیں آپ نے ارشاد نہیں فرمائیں جیسے تخصیص ساعت جمعہ یا تخصیص لیلۃ القدر یا حروف مقطعات کے اسرار یا روح کی حقیقت یا اسم اعظم اور ان سب میں زیادہ تر قیامت کا وقت ہے حدیث صحیح میں ہے کہ وفات سے مہینہ بھر پہلے آپ نے فرمایا تَسْئَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ وَعِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ تم لوگ قیامت کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور اسکا علم اللہ کے پاس ہے فقیر کی سمجھ میں اسکا بھید یہ ہے کہ اگر اللہ جل شانہ اس قدر پردہ نہ رکھتا تو الٰہیت اور عبدیت ایک ہو جاتی اور رسالت کا وجود نہ رہتا اور مرتبہ عبدیت کا

کمال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے واسطے خاص کیا گیا ہے جاتا رہتا اور چونکہ مِنْ حَیْثُ الرِّسَالَتْ آپ مامور نہ تھے چپ رہے اور مِنْ حَیْثُ الْوَحْدَتْ آپ کا علم اور اللہ کا علم ایک تھا اِس وجہ سے عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ فرمایا اور یہ سب باتیں عبدیت میں داخل رہیں اور فقیر کے اس اعتقاد کو حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ کے ارشاد سے قوت ہوتی ہے کہ خود روح کے حال سے آپ کا آگاہ نہ ہونا علم غیب کی نظر سے دو جگہ لکھا ہے اور اسی روح کے باب میں فرماتے ہیں وگمان مبر کہ پیغمبر علیہ السلام رامکشوف نبود چہ آں کس کہ روح رانہ شناسد چناں نیستے کہ خود را نہ شناختہ است وکسی کہ نفس خود را نہ شناختہ است پروردگار خود را چگونہ شناسد وروا نیست کہ آن بعضے اولیا و علما رامکشوف باشد گرچہ پیغمبر رانباشد ولیکن ادب شرع نگاہ دارند واز انچہ پیغمبر علیہ السلام ساکت بودہ ساکت باشند خلاصہ یہ کہ علم غیب آپ کو نہ تھا جیسا قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اسکی صفت میں لکھ چکا اب رہا علم لدنی سوان باتوں کے متعلق جو کچھ مروی ہے بالا جمال ہے اور مرتبہ عبدیت کا کمال ہے مولانا نیاز احمد قدس سرہ چہ وسعت دادہٗ یارب بظرف آن عظیم الشان ؛ کہ انی عبدہٗ گوید بجاے قول سبحانی ؛

فال کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو فال نامہ نجوم کے قواعد سے یا کسی حساب سے بنایا جاتا ہے باطل ہے شرع شریف سے اسکی کچھ اصل نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فال نیک کو پسند فرمایا ہے اور فال بد کو ناپسند کیا ہے فال نیک یہ ہے کہ مثلاً کوئی سفر کرے اور کوئی بول اُٹھے کہ اللہ نگہبان رہے اور سلامت پھر لے آئے اور فال بد جانوروں کی آوازوں سے اور انکے داہنے بائیں یا سامنے آجانے سے لیجاتی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سے امید نیک رکھنا چاہئے اور بدگمانی نہ چاہئے اور اگر کسی بات سے برا خطرہ دل میں آئے تو اللہ پر بھروسا کر کے اسکو دفع کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور قرآن شریف میں یا صالحین کے کلام میں جو فال دیکھی جاتی ہے وہ بھی فال نیک میں داخل ہے باقی علما جو کچھ کہیں فقیر کو چاہئے کہ اگر کوئی فال کھولنے کو کہے تو اسکی تسلی کو کچھ نیک بات کہکر تعویذ لکھدے اور فاعل حقیقی اللہ کو سمجھے اور اسی کا نام تعویذوں میں ہوتا ہے اور صدقہ دینے کو کہدے کہ ہر مرض

اور ہر بلا کو نافع ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی امت سب امتوں سے افضل ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ انکی شان ہے یعنی ہو تم بہتر امت اور جیسے آپ محبوب ہیں آپ کی امت بھی محبوب ہے فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ اور يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ فرمان ہے یعنی پھر پیروی کرو تم میری دوست رکھے گا اللہ تم کو اور دوست رکھتا ہے اللہ انکو اور دوست رکھتے ہیں وہ اللہ کو اور آپ کا دین سب دینوں سے افضل ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنی آج پورا کیا میں نے تمھارے لیے دین تمھارا اور پوری کی میں نے تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے دین اسلام کو اور آپ کے سب اصحاب سب امتوں سے افضل ہیں آپ نے فرمایا ہے خیر القرنی اور قرآن پاک میں ان سب کی ثنا نازل ہوئی ہے سب اصحاب میں حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی افضل ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہ چاروں خلیفہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے بلا فصل فیضیاب ہیں مگر ترتیب خلافت میں حضرت ابو بکر کے سوا تین خلیفہ بالفصل ہیں اور یہ فضیلت جو ترتیب خلافت سے واقع ہے اس سے ثواب کا زیادہ ہونا مراد ہے یعنی وہ کام جنکا بدلہ آخرت میں بہت ملے گا حضرت ابو بکر نے بہت کیے ہیں پھر حضرت عمر نے پھر حضرت عثمان نے پھر حضرت علی نے رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان سب کی خلافت اجماعی ہے اور قرآن احادیث اور کنایات نصوص سے ثابت ہے اور فیض نبوت یعنی احکام شریعت کا انتظام بھی اس فضل میں داخل ہے اسکے سوا اور فضیلتوں میں مِنْ كُلِّ الْوُجُوْہ کسی کو کسی پر فضل نہیں بعض فضیلتوں میں چاروں ایک دوسرے پر فضل رکھتے ہیں یہ بات علماے محققین کے اقوال سے اچھی طرح ثابت ہے ان چاروں کے بعد طلحہ اور زبیر اور ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین افضل ہیں یہ دسوں عشرہ مبشرہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قطعی جنتی فرمایا ہے انکے بعد اہل بدر افضل ہیں اور وہ سب تین سو تیرہ ہیں اور خلفاے اربعہ انہیں بھی ہیں اور وہ سب بھی جنتی ہیں آپ نے فرمایا ہے اِنَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ ہر آئینہ جہانکا اللہ اہل بدر پر پھر فرمایا کرو تم جو چاہو ہر آئنہ تم بخشے گئے پھر اصحاب اُحد میں پھر اصحاب بیعت الرضوان اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کل اصحاب جنتی ہیں اس وجہ سے کہ اُن سب کا ایمان پر جانا مسلم ہو چکا ہے اور جن کے حق میں آپ نے فرمادیا ہے وہ ان میں مقدم ہیں اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ کوئی ولی کیسا ہی ہو کسی صحابی کے مراتب کو نہیں پہونچ سکتا اور اگرچہ اولیائے اُمت نے عشق اور محبت سے وہ ریاضتیں کی ہیں اور وہ مشقتیں کھینچی ہیں کہ اپنی ہستی کو مٹا دیا ہے اور عارف اور واصل ہو گئے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا چشم ظاہر سے دیکھنا اور ایمان لانا اور ایمان کے ساتھ جانا ایسا فضل رکھتا ہے کہ کسی بات کو اسپر فضل نہیں لراقمہ دل شوریدہ دیوانہ ہے اس عاشق کی طلعت کا ؎ تجھے دیکھا ہے ان آنکھوں سے جس نے شادماں ہو کر یہ اور بعض حدیثیں اس قسم کی آئی ہیں جن سے غائبان امت کا فضل سمجھا جاتا ہے جیسے یہ حدیث طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوْبٰی سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَمْ یَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ خوشخبری اسکو جسنے مجھکو دیکھا اور مجھپر ایمان لایا اور سات بار خوشخبری اسکو جسنے مجھکو نہیں دیکھا اور مجھپر ایمان لایا مگر یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال شفقت اور رحمت اور مرحمت پر دلالت کرتی ہیں اور اصحاب کا فضل ثابت ہو چکا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ حَسَنَۃٍ وَجَمَالِہٖ وَشَرِّفْنَا بِرُؤْیَتِہٖ وَاَمِتْنَا بِوِصَالِہٖ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ولایت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے باب میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے بیشک ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے ساتھ نہایت محبت تھی اور اگرچہ خلفای ثلثہ کو فضل نبوت حاصل تھا اور خلیفہ برحق تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی نظر سے کوئی حضرت علی کے مثل خلافت کا حقدار نہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود التفات نہیں فرمایا اور طالب نہیں ہوئے اور اُنکی خلافت کو قبول کیا اور انکے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے راضی رہے اور وہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت حفظ مراتب کرتے رہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہ نے حضرت سید محمد گیسو دراز کے ملفوظ سے مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ خلافت دو قسم پر ہے خلافت صغریٰ یعنی امور ظاہر کی خلافت یہ خلفاے ثلثہ پر ختم ہوئی اور خلافت کبریٰ یعنی اسرار باطن کی خلافت یہ فقط حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کی ذات پاک میں منحصر رہی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہو کہ اولیائے برحق کو مکاشفۂ صحیحہ سے معلوم ہوا ہے کہ فیض ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کو سونپا گیا اور جس نے پایا آپ کی روح مقدس سے پایا جب آپ کا ظہور ہوا آپ کی ذات پاک سے پایا آپ کے بعد وہ فیض حضرت امام حسن کو سونپا گیا پھر حضرت امام حسین کو پھر حضرت امام زین العابدین کو اسی طرح گیارھویں امام تک سونپا گیا پھر حضرت غوث پاک کو عطا ہوا اور آپ سید حسنی و حسینی ہیں جب امام مہدی ظاہر ہونگے انکو سونپا جائیگا اور یہ بارہ امام ائمہ طریقت ہیں پس میرا اعتقاد یہ ہے کہ اگرچہ خلفائے ثلثہ نے جس طرح فیض نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہو ویسے ہی فیض ولایت بھی پایا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَمْ یَفْضُلْکُمْ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّاِنَّمَا فَضَلَکُمْ بِشَیْءٍ وَقَرَ فِیْ صَدْرِہٖ یعنی جو فضیلت ابوبکر کو تم سب پر حاصل ہے وہ اس سے نہیں کہ اس نے روزے بہت رکھے ہیں یا نماز بہت پڑھی ہے بلکہ وہ فضیلت اس چیز سے ہی جو اسکے سینے میں ڈالی گئی ہے اور اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی فیض پایا ہے لیکن فیض نبوت کے پہونچانے میں اُن کو فضل ہے اور فیض ولایت کے پہونچانے میں حضرت علی کو ان پر فضل ہی اور بیشک آپ سید الاولیا ہیں اور میرا یہ عقیدہ اور اسکا ثبوت مثل آفتاب روشن ہے سمجھنا چاہیے کہ وہ خلافت راشدہ حقہ جبکا بند و بست خلفائے ثلثہ کے وقت میں نہایت عمدہ طور سے رہا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتقل ہوئی قضا و قدر سے وہ واقعات ظاہر ہوئے کہ آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انتظام ظاہر سے ہاتھ اُٹھایا اور مسجد کوفہ میں مقیم ہوکر تعلیم باطن شروع فرمائی اور مولانا عبد العزیز نے لکھا ہے کہ مصلحت الٰہی نے آپ کو ظاہر سے باز رکھا کہ باطن کی طرف متوجہ ہوئے اگر آپ ان واقعات سے مجبور نہ ہوجاتے تو بند و بست ظاہر سے نجات ظاہری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض باطن جو آپ کی ذات میں منحصر رہا تھا باقی نہ رہتا بالجملہ یہ فیض حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے امت نبوی کو ایسا پہونچا ہے کہ خلفائے ثلثہ سے اسقدر نہیں پہونچا اور جس جس خاندان کو جداجدا اور خاندانوں سے واسطہ ہے وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ علیہ سے ضرور متسلسل ہے اور فیض ولایت کی کثرت آپ ہی کی ذات سے ہی اور آپ کا یہ فیض قرناً بعد قرن جاری ہی اور جب تک دنیا ہے رہیگا اور ابدال اور اوتاد اور نجبار اور نقبا اور غوث اور قطب اور ان سے اتر کر بہت لوگ ہمیشہ اس امت میں رہیں گے اور جس طرح ختم نبوت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اسی طرح ختم خلافت اور

فیض ولایت کا فضل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا گیا اور مولانا عبد العزیز نے لکھا ہی کہ چونکہ خلفائے ثلثہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر اور باطن کا مدار اور انکے فیوض اور برکات کا انحصار حضرت علی کی ذات پاک پر رہا تھا اور ابن ملجم ملعون نے سب کو محو کیا اس وجہ سے آپنے اسکو اشقی الآخرین فرمایا اور میرے اعتقاد میں اس سے الگ ہونا آفتاب پوشی ہے لراقمہ

نور احمد بتحقیقت متجلی ز علی ست	أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ و آثار جلی ست

اور اس سب بیان سے یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلثہ پر بکل الوجوہ فضل ہی بلکہ یہ مطلب ہے کہ فقرا کا سلسلہ آپ سے ملا ہوا ہے اور آپ سب کے مرشد ہیں اس وجہ سے یہ لوگ آپ ہی کا دم بھرتے ہیں میرے مرشد پاک کا ارشاد ہے کہ خلفائے ثلثہ کی فضیلت عقائد میں ہی اب رہا حضرت جناب امیر کا ماننا اور سب کچھ آپ ہی کو جاننا اسکی حقیقت یہ ہے ہندی جا کی جا سو لگن ہے واہی وا کو رام

اہلبیت نبوت علی نبینا وعلیہم السلام کی طہارت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت بی بی فاطمہ علیہا السلام سب اہلبیت میں افضل ہیں اور آپ دنیا و آخرت میں سیدۃ النسا ہیں اور آپکے باب میں میرا وہی عقیدہ ہے جو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا ہے حضرت امام مالک نے فرمایا ہی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پارہ جگر پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا آپ نے فرمایا ہے فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ یعنی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہی اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرات حسنین علیہما السلام جوانان بہشت کے سردار ہیں اور دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ریحان ہیں اور دونوں آپ کی آنکھوں کی پتلیاں ہیں جو کوئی حضرت علی اور حضرت سیدۃ النسا اور حضرات حسنین علیہم السلام کا دشمن ہے وہ رسول خدا کا دشمن ہے اور آپ کا دشمن اللہ کا دشمن اور اللہ کا دشمن کافر ہے اور اس پر لعنت ابدی ہے اور جو ان سب کا دوست ہے وہ رسول خدا کا دوست اور آپ کا دوست اللہ کا دوست ہے اور اسپر ہمیشہ رحمت ایزدی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں کو اپنے سیاہ کمل میں جس پر اونٹ کے کجاوے کی صورت بنی تھی اپنے ساتھ جمع کیا ہی حسنین کو گود میں بٹھا کر حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو چمٹا لیا ہے اور آیہ تطہیر پڑھی ہے إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ط ترجمہ اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری نجاست کھووے

اے گھر والو اور پاک کردے تم کو نہایت پاک کرنا اور غزوہ مباہلہ میں آپ ان چاروں کو ساتھ لیکر باہر تشریف لائے ہیں اور فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ خداوندا یہ میرے گھر والے ہیں اور فرمایا ہے کہ میں تم میں نفیس دو چیزیں چھوڑتا ہوں کتاب اللہ اور اپنے اہلبیت اور یہ دونوں جدا نہو نگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں گے اور فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت ایسے ہیں جیسے نوح کی کشتی کہ جو اسپر سوار ہوا اسنے نجات پائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور قرابت اور تواحد کی نظر سے کسی صحابی اور غیر صحابی کو ان چاروں پر فضل نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیاں سب مسلمانوں کی مائیں ہیں اور قرآن مجید میں اہلبیت کا اطلاق ماسبق اور مالحق سے انھیں پر واقع ہے اور شرعاً اور عرفاً یہ بات مشہور اور معروف ہے اور نو بیبیاں یہ ہیں رباعی

زوجت نبی کہ پاک بودند ہمہ	بد عائشہ و خدیجہ محترمہ
با ام حبیبہ حفصہ بود و زینب	میمونہ صفیہ بشود ام سلمہ

اور جویریہ اور زینب بنت خزیمہ بھی ازواج مطہرات میں ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ انمیں افضل ہیں اور حضرت عائشہ کی فضیلت اور طہارت آیات قرآنی سے ثابت ہی اور حضرت عباس اور حضرت جعفر طیار اور حضرت علی اور ان سب کے لڑکے بالے اور حضرت قاسم اور ابراہیم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم یہ سب اہلبیت ہیں مگر ان سب میں زیادہ خصوصیت انھیں کو ہی جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلیم سیادت میں لیکر آیہ تطہیر پڑھی اور مشہور بھی وہی ہیں

مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے بہت ستایا اور آپ نے مکہ معظمہ کو چھوڑا تب ان سب نے آپ کا ساتھ دیا اور وطن مالوف کو آپ کی رفاقت سے چھوڑ دیا یہ لوگ مہاجرین کہلاتے ہیں خلفاے اربعہ ان سب میں بھی مقدم ہیں اور یہ سب قریش ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا ہیں اور اسی وجہ سے انکو زیادہ فضل ہی اور اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ حدیث شریف ہے یعنی وہ لوگ جو سردار بنائے جائیں وہ قریشی ہوں انمیں سے بہت آگے پیچھے آپ کے ساتھ آئے اور آپکے چچا حضرت عباسؓ فتح مکہ میں سب کے پیچھے آئے اور آپنے فرمایا کہ ہجرت تجھپر ختم ہوئی

دوسرا وہ گروہ جو انصار کہلاتا ہے یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے
اور آپ کو وہاں بلایا اور آکر لے گئے اور ہر قسم کی رفاقت اور اعانت کی اور جان و مال سے ساتھ دیا اور ایسی ایسی
جانبازیاں کیں کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں یہاںتک کہ اگر کسی یار مہاجر کے پاس منکوحہ نہ تھی اور کسی انصاری کے
گھر میں دو زوجہ تھیں تو ایک کو اسکے واسطے طلاق دے کر نکاح کرا دیا اور سب مہاجرین کو اپنے گھروں میں اُتار لیا
اور کھانا پینا ایک میں رکھا اور جب جہاد شروع ہوا اور مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
غربائے مہاجرین کو دینا چاہا اس غرض سے کہ انصار کی تنگی دفع ہو اور الگ ہو کر رہیں تو انصار نے بہت معذرت
کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال آپ انکو عطا فرمائیے مگر انکا الگ رہنا ہمکو منظور نہیں ہم چاہتے ہیں کہ یہ سب ہمیشہ
ہمارے گھروں میں رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کو بہت چاہتے تھے اور انکی نہایت دلجوئی فرماتے تھے
اور فرمایا ہے کہ میں زندہ تمھارے ساتھ ہوں اور وفات کے بعد تمھیں میں رہونگا اور انصار کو دعا دی ہے اللھم
ارحم الانصار وابناءھم وابناء ابناءھم الٰہی انصار پر رحم کر اور انکے بیٹوں پر اور انکے بیٹوں کے بیٹوں پر
خلاصہ یہ کہ جب میں ان سب کے حالات کو اپنے مذہب کی صحیح صحیح کتابوں میں دیکھتا ہوں تب مجھکو حق الیقین کا مرتبہ
ہو جاتا ہے کہ مہاجرین ہوں یا انصار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان تھے اور سب نے اپنے اپنے وقت
پر ایسی جان نثاری کی ہے جیسی چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب پر متوجہ اور مہربان تھے اور سب کو
عزیز رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو ان سب کے آپس میں اختلافات واقع ہوئے ہیں
وہ سب حق ثابت کرنے کے واسطے ہوئے ہیں نفسانیت سے نہیں ہوئے اور میرا دل ہرگز ان باتوں کی طرف
نہیں جاتا اور ان فسادات کو کچھ خیال نہیں کرتا بلکہ میرا ایمان یہ ہی لراقمہ بروشندلی بریکے اختری ٭ گرامی
تر از ہر یکے دیگرے ٭ وفاکیش و جانباز با یکدیگر ٭ ز ہر عیب و تہمت لیسے پاک تر ٭ اور ایک گروہ اصحاب کا
اصحاب صفہ کہلاتا ہے یہ لوگ فقرائے اصحاب تھے جنکے پاس ایک ایک چادر کے سوا کچھ نہ تھا اور یہ لوگ
مسجد نبوی میں ایک جانب مقیم رہا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب انکی خبر گیری
کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہر روز انکے پاس تشریف لیجا کر ان میں مل کر بیٹھتے تھے اور انکی
دلجوئی فرماتے تھے اور ایک گروہ اصحاب کا مولفۃ القلوب کہلاتا ہے یہ وہ ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مال اور اسباب دے کر راضی کیا اور وہ مسلمان ہو گئے ان میں سے بعض کا ایمان آخر میں مستقل بھی ہو گیا

ابوسفیان بھی انھیں میں ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین

امیر معاویہ کے صحابی ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت راشدہ حقہ پورے تیس برس رہی جیسا حدیث صحیح میں ہے اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا یعنی خلافت میرے بعد تیس برس ہے پھر پادشاہی ہوگی پس وہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوئی اور جب آپ کا وصال ہوا پانچ مہینے تیس برس میں باقی تھے حضرت امام حسن نے وہ زمانہ پورا کیا پھر معاویہ بن ابی سفیان صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر ہوئے اور حضرت امام حسن نے امارت اور حکومت کو ترک فرما کر ان پر چھوڑ دیا اور بیعت اطاعت انکے ہاتھ پر کی اور وہ حاکم اسلام اور امیر ملک اور صحابی عدول تھے اور وہ حضرت عثمان کے خون کا قصاص چاہتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں انکے قاتل موجود ہیں اور وہ بدلہ نہیں لیتے اور حضرت علی فرماتے تھے کہ خون کا مقدمہ نازک ہوتا ہے تم قاتلوں کو ثابت کرو میں حکم دوں اور حضرت عثمان بلوائے عام میں شہید ہوئے تھے قاتلوں کا ثبوت بہت مشکل تھا معاویہ نے حضرت علی کے ارشاد کو باور نہ کیا اور مقام صفین میں چند لڑائیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے اور انکو ہرگز یہ منصب حاصل نہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور داماد اور محب اور محبوب اور خلیفہ برحق اور امام وقت سے لڑتے پھر حضرت امام حسن نے انھیں فسادات قدیمہ پر نظر کرکے معاویہ سے صلح کر لی اور مسلمانوں کی جانیں بچائیں اور چونکہ اصحاب کا ایک گروہ انکی طرف بھی تھا جدال اور قتال سے باز رہے اور معاویہ کو کسی طرح لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پارہ جگر اور نور العین اور ریحان اور یادگار کا مجبور ہونا اور معزول ہو کر گھر بیٹھنا اپنے سامنے اچھا سمجھتے اور انھیں باتوں کے متعلق اور چند باتیں امیر معاویہ کی روایات معتبرۂ اہل سنت سے ثابت ہیں لامحالہ اُنکی رائے نے خطا کی جیسا اہل سنت کا مذہب ہے اور اسی سے امام نسائی جامع صحیح نسائی کا قول انکے باب میں ہے کہ معاویہ کی فضیلت یہی بہت ہے کہ نجات پا جائیں بہتیرے علما اسپر ہیں کہ انھوں نے یہ باتیں جان کر نہیں کیں اور اس خطا کو خطا نہیں جانا اور علی الغفلت ان سے واقع ہوئی اسکو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور اس خطا میں خاطی پر گناہ نہیں اور باوجود خطا ثواب سے محروم نہ رکھا جائیگا اور ایسے خاطی کو مخطی کہتے ہیں اور بعضے اہل سنت ادھر گئے ہیں کہ وہ خاطی تھے اور جان بوجھکر یہ سب باتیں کیں اس خطا میں ثواب نہیں اور اندیشۂ مواخذہ بھی ہے اور امید عفو بھی ہے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا

مذہب بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں ؎ حق ور انجا بدست حیدر بود ٭ جنگ او باخطاے منکر بود ٭ میرا دل بھی اس بات میں اسی طرف ہے کسی طرح ادھر نہیں آتا کہ وہ یہ سب کچھ کرتے رہے اور کچھ نہ سمجھے اِلّا اسکے ساتھ ہی دل سے یقین رکھتا ہوں کہ سب معاف ہو جائیگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ درگذر فرمائینگے اور خیال کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار تین سو اٹھارہ برس گزر چکے ہیں اور قیامت تک واللہ اعلم کتنا زمانہ گزریگا اور ہم لوگ ہزاروں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کرتے ہیں اور امیدوار شفاعت ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا ہے جنتی ہوگا اگرچہ زنا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو اگرچہ زنا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کیا ہم لوگوں سے بھی کم ہیں اور کچھ حق نہیں رکھتے پس انکے باب میں اور جو اصحاب انکی طرف تھے ان سب کے حق میں چپ رہنا چاہیئے چار وجہوں سے ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ میرے اس بیٹے کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح ہوگی اس حدیث سے دونوں گروہ کا مسلمان ہونا ثابت ہے دوسرے حضرت علی سے پوچھا گیا کہ یہ لوگ یعنی معاویہ وغیرہ جو آپ سے لڑتے ہیں ان کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا ہمارے بھائی ہیں مگر ہم سے سرکشی کی ہے اس سے بھی وہی ثابت ہے تیسرے امام حسنؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ اگر انکو صحابی جلیل اور عدل نہ سمجھتے تو ہرگز بیعت نہ کرتے جس طرح حضرت امام حسینؓ نے یزید ملعون کو اس قابل نہ جانا سب طرح کی بربادی قبول فرمائی اور تمام اہلبیت کا قتل ہو جانا منظور فرمایا اور بیعت نہ کی چوتھے اَلْخَبَرُ یَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا گمان ہوتا ہے اور زمانہ حال کی خبر کا صحیح معلوم ہونا دشوار ہے بارہ تیرہ سو برس کی باتیں واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہیں کہاں تک غلط اور جب امیر معاویہ کا اور انکے ساتھ والوں کا اسلام اور شرف صحابیت زائل نہیں ہوا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اور حضرت جناب امیر کے ارشاد سے اور حضرت امام حسن کے فعل سے یہ بات ثابت ہو گئی تب واجب ہو گیا کہ وہ حدیثیں جو کل اصحاب کے باب میں مطلقاً آئی ہیں ان پر عمل کیا جائے اور یہ لوگ انسے الگ نہ سمجھے جائیں وہ یہ ہیں اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے تارے تم لوگ جسکی پیروی کروگے راہ پاؤگے اور اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ

اَذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاخُذَہٗ میں تم کو یاد دلاتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے باب میں اُنکو میرے بعد ہدف نہ بناؤ پھر جسنے ان سے محبت کی میری محبت سے کی اور جس نے ان سے بغض کیا میرے بغض سے کیا اور جسنے انکو آزار دیا مجھکو دیا اور جسنے مجھکو آزار دیا اللہ کو دیا اور جسنے اللہ کو آزار دیا وہ جلدی کرتا ہی اسمیں کہ اللہ مواخذہ کرے اس سے اور مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَسَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَسَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ سَبَّ اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی مجھ کو گالی دی اور جسنے مجھ کو گالی دی اللہ کو دی اور جسنے اللہ کو گالی دی پھر ہر آینہ کافر ہوا وہ اور علی ہذا القیاس بہت حدیثیں آئی ہیں اور بعض نے کہا ہی کہ معاویہ کاتب وحی بھی رہے ہیں اور انکی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا بھی دی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا خداوندا اسکو راہ دکھلانے والا اور راہ پایا ہوا کر دے خلاصہ یہ کہ اگر کوئی شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو خاطی کہے تو یہ کہنا کہاں سے کمی کرتا ہی اس سے آگے بڑھنا اور دل کو انکی طرف سے زیادہ خراب کرنا اہل سنت کا مذہب نہیں ہے اور اگرچہ انکی بناوٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہی اِلَّا اگر کوئی شخص باغی نہ کہے اور زبان کو روکے تو اولے ہے حضرت علی کا فرمانا اور ہے اور ہمارا کہنا اور ہے اور معاویہ کے فضل میں کوئی حدیث خاص صحیح طور سے مروی نہیں ہے جیسا شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں لکھا ہے اور مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں مگر وہ حدیثیں جو بالعموم اصحاب کے حق میں مروی ہیں ان میں یہ بھی داخل ہیں اور انتقال کے وقت ان کا نادم ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو کفن وغیرہ میں رکھنے کی وصیت کرنا اور موی مبارک کا انکی ناک میں رکھا جانا بھی منقول ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنْ سَائِرِ الْاَصْحَابِ

احکام قرآنی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آیات قرآنی میں جو اوامر اور نواہی یا جو واقعات مذکور ہیں ان سب میں ظاہری معنی مراد ہیں اور اولیاء اللہ جو ان معنوں کو مان کر اور اور نکات اور اسرار نکالتے ہیں وہ بھی حق ہیں اسوجہ سے کہ قرآن مجید سے زیادہ بلیغ اور جامع کوئی کلام نہیں اور حدیث شریف میں ہی کہ قرآن شریف ظاہر اور باطن رکھتا ہے الا فرقہ باطنیہ جو ظاہری معنی کو بالکل چھوڑ کر اور معنی نکالتے ہیں ملحد ہیں جیسا شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل الایمان میں لکھا ہے

حرام اور حلال کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جن باتوں کو قرآن اور حدیث نے حرام کیا ہی انکا حلال جاننا کفر ہی جیسے شراب پینا چوری کرنا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا اور جن باتوں کو حلال کیا ہے انکا حرام سمجھنا کفر ہے جیسے مال وراثت حاصل کرنا یا کسب حلال کرنا یا متبنی کی عورت سے نکاح کرنا یا اس عورت سے نکاح کرنا جو محرمات میں نہو جیسے مرتدہ اور علی ہذا القیاس کبائر کو مباح جاننا اور صغائر کو ہلکا سمجھنا اور شریعت کی بات کو ہنسی میں ڈالنا اور اس سے دل لگی کرنا اور شریعت کو حقیر جان کر کفر کی بات بول اٹھنا یہ سب باتیں کفر ہیں اور اگر کوئی شخص نشے میں یا بیہوشی میں ایسی باتیں کر اُٹھے تو کفر نہیں اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کے عذاب سے بے دہشت ہونا کفر ہی

ثواب مالی و بدنی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص روپیہ یا پیسہ یا روٹی یا کپڑا اللہ کی راہ پر کسی کو دیکر اسکا ثواب کسی مردے کو بخشدے یا قرآن یا درود یا کلمہ طیب یا استغفار پڑھے اور بخشدے تو پہونچتا ہی اور زندہ لوگوں کی دعا مردوں کے حق میں مفید ہے اور اللہ جل شانہ اپنے کرم سے قبول فرماتا ہی

نماز کے جواز کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں ہر نکوکار اور بدکار کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور نماز ہو جاتی ہی الا اولی وہی ہی جسکو مسائل نماز زیادہ یاد ہوں اور قرآن خوب صحیح یاد ہو اور قواعد قرات جانتا ہو یا جس سے اکثر لوگ راضی ہوں اور فاسد العقائد کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے

موزوں پر مسح کرنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضر اور سفر میں موزوں پر مسح کرنا خاص اہل سنت کا مذہب ہے مقیم کو ایک دن رات اور مسافر کو تین دن رات اگر نہ اتارے اور اگر اتارے یا موزہ پھٹ جائے تو پاؤں دھونا چاہیئے

اہل قبلہ کے کافر نہ کہنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرتا ہی اور روبقبلہ ہو کر نماز پڑھتا ہی اسکو کافر کہنا اور سمجھنا نہ چاہیے اگرچہ کسی وقت اس سے کفر کی بات سرزد ہو شیخ محدث اور صاحب عقائد نسفی کا مذہب یہی ہے اور میرا اعتقاد بھی اسی پر ہے اور انجام کار معلوم نہیں اور معتبر وہی ہی حدیث پاک میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ یعنی ہر آینہ سب کاموں کا اعتبار خاتموں پر ہی البتہ جسکے عقائد درست نہوں اس کے پیچھے نماز درست نہیں اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ

اہل سنت کے مذہب کی بنیاد کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اہل سنت کے مذہب کی بنیاد چار چیزوں پر ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع امت اور قیاس اکثر احکام قرآن اور حدیث میں صاف صاف ہیں اور بعض صاف نہیں ہیں اشاروں اور کنایوں سے مذکور ہیں انمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اور قیاس سند ہے حدیث شریف میں ہے خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكِذْبُ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو اس زمانے والوں کے بعد ہیں پھر وہ لوگ جو انکے بعد ہیں پھر جھوٹ باتیں پھیلیں گی اور علمائے محدثین اور ائمہ اربعہ سب اسی قرآن اور اسی کے توابع میں ہیں اور یہ بھی حدیث پاک میں ہے لَا يَزَالُ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَمَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ یعنی میری امت اجابت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور جو انکو چھوڑ دیگا اور جو انکے خلاف کریگا انکو نقصان نہ پہونچا سکے گا حتی کہ قیامت آجائیگی اور وہ گروہ اسی حال پر رہیگا پس میرا اعتقاد یہ ہی کہ یہ گروہ وہ ہے جو ہر وقت میں صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے اجماع پر قائم رہتا ہے اور جو نئی بات پیدا ہوتی ہے اسمیں اپنے اجماع اور اپنے قیاس کو انکے اجماع اور قیاس سے مطابق کر لیتا ہے اور انکے قول و فعل کو اپنے قول اور فعل کے لئے سند سمجھتا ہی اور جو لوگ چند کتابیں دیکھکر خودرائی اور خودبینی کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور محدثین سلف کے خلاف آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے معنی کہتے ہیں میرا اعتقاد یہ ہی کہ یہ اس بات کی مصداق ہیں جو کلام اللہ میں ہی يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا بھٹکاتا ہے

اسی قرآن سے بہتیروں کو اور بیشک ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ انپر صادق ہے اور خودنمائی اور خودبلندی
اور تحقیر سلف صالح یہ سب باتیں خلاف علم ہیں اور تکبر کا نتیجہ ظاہر ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ
وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اللہ میرے بچانا ہم کو اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس
دل سے جو نہ ڈرے اور دنیا و آخرت کی سب بلاؤں سے

فقرا کے اہل سنت ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقرا اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کلھم اجمعین خلاصہ اہل سنت ہیں اس وجہ سے کہ
نبوت کا ختم ہونا اور ولایت کا قیامت تک باقی رہنا خاص اہل سنت کا مذہب ہے اور فرقہ امامیہ کے نزدیک
ولایت بھی بارہ امام پر ختم ہے پس جو فقیر حواس درست رکھتا ہو مجذوب نہ ہو اسپر فرض ہے کہ شرع شریف کی پیروی
کرے اور پہلے عقائد درست کرے جن سے مذہب کی بنیاد ہے اسکے بعد احکام پر عمل کرے اور جس مسئلے میں
علما اور فقرا کو مختلف فیہ دیکھے اپنے مرشد کا مذہب اختیار کرے اور دوسرے کو برا نہ سمجھے اور نزاع نہ کرے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ یعنی کسی مسئلہ دین میں میری امت کا اختلا
کرنا رحمت ہے اور یہ جو صوفیہ صافیہ نے فرمایا ہے اَلصُّوْفِیُّ لَا مَذْھَبَ لَہٗ یعنی صوفی کا کوئی مذہب نہیں اسکا
یہ مطلب نہیں کہ صوفی جو چاہے سو کرے اسکا کوئی مذہب نہیں یہ سمجھنا گمراہی اور تباہی ہے بلکہ مشائخ کبار
رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ صوفی جس مسئلے میں اختلاف دیکھے کسی ایک امام مذہب کی پابندی نہ کرے
جسکے قول اور فعل میں زیادہ احتیاط پائے اسکے مذہب کو اس بات میں اختیار کرے پس تقویٰ اسکا مذہب ہے
اور میرے مرشد پاک فرماتے تھے کہ استفت قلبك یعنی اپنے دل سے فتویٰ پوچھے اور اسپر عمل کرے اس فرما
سے اور زیادہ احتیاط ظاہر ہوتی ہے بے قیدی اور لامذہبی کیسی اور ایک معنی یہ ہیں کہ لا اسکا مذہب ہے یعنی غیر کا
نفی کرنا یہ معنی جناب برادرم محمد شفیع صاحب نے مجھ سے فرمائے اور پوچھا کہ یہ معنی ہو سکتے ہیں یا نہیں اور مجھکو
پسند آئے اور غالباً یہ معنی مشائخ کی تصنیفات میں ضرور ہونگے اور فقیر کو چاہیے کہ شریعت کو ہلکا نہ سمجھے یہ کفر ہے
اور جس بات میں مقصر ہے توبہ کرے اور علما کی تعظیم کرے اور جو بات مسائل ضروری میں نہ جانتا ہو ان سے
دریافت کرے اور جان کر پوچھے تو نہایت دینداری ہے حضرت مخدوم شیخ سعد قدس اللہ سرہ نے مجمع السلوک
میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ ہر مسئلہ دریافت فرماتے تھے اگرچہ معلوم ہوتا اور فرماتے تھے

کہ اللہ جل شانہٗ نے علما کو اسی واسطے بنایا ہے پھر اگر ان سے بات نہ پوچھی جائے تو دین کے خلاف ہی

فقرا کے اقسام کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقرا چار قسم کے ہوتے ہیں جیسا حضرت مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہی ایک سالک محض کہ ابتدائے سلوک سے انتہا تک اسکو جذبہ من جذبات الحق سے علاقہ نہ ہوا یعنی جذبۃٌ من جذبات الحق خیرٌ من عبادۃ الثقلین ایک کشش اللہ کی کششوں میں سے بہتر ہی جن اور انس کی عبادت سے اور ثقلین کی جگہ ستین سنۃً بھی مشہور ہے یعنی ساٹھ برس کی عبادت سے دوسرا مجذوب محض کہ ابتدا سے انتہا تک مجذوب رہا اور طریق سلوک سے واقف نہوا یہ دونوں پورے طور سے تعلیم کی قابلیت نہیں رکھتے اور لائق شیخی نہیں تیسرا سالک مجذوب کہ انتہا میں جذب اسپر غالب ہوا چوتھا مجذوب سالک کہ ابتدا میں مجذوب ہوکر انتہا میں سالک ہوگیا یہ دونوں قابل شیخی ہیں مگر مجذوب سالک افضل ہی سب اولیا اسی چار قسم کے اندر ہوتے ہیں اور انکے مراتب بیشمار ہیں ہر ایک آدمی اپنے اپنے مرتبے پر ہوتا ہے اور میرے مرشد پاک فرماتے تھے کہ اولیا تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ اللہ کے نزدیک ولی ہے اور وہ آپ نہیں جانتا اور خلق بھی نہیں جانتی دوسرا وہ کہ اللہ کے نزدیک ولی ہی اور وہ آپ بھی جانتا ہی مگر خلق نہیں جانتی تیسرا وہ کہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہی اور وہ آپ بھی جانتا ہی اور خلق بھی جانتی ہی یہ اکمل ہی اور جاننا چاہیئے کہ جو انمیں سے کل منازل سلوک کو طے کرکے مقام فنا اور بقا یا مقام صحو و سکر میں گیا ہی وہ صاحب مقام کہا جاتا ہی اور جو سلوک میں ہی وہ صاحب منزل کہلاتا ہے اور جو کسی منزل میں رہ گیا وہ واقف ہی اور جسنے سلوک کو چھوڑ دیا وہ راجع ہی اللّٰھُمَّ احفظنا من کل بلاءِ الدنیا والآخرۃ

طریقۂ ملامتیہ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقرا کا ایک گروہ ملامتیہ کہلاتا ہی اور اس گروہ کے سرگروہ حضرت سید موسٰی سہاگ ہیں رحمۃ اللہ علیہ پہلے اس روش کو انھیں نے اختیار فرمایا ہی اور بعض باتیں ایسی اختراع فرمائیں جس سے لوگونکو عار آئے اور انکے ملنے سے باز آئیں اس طریق کے لوگ ہاتھونمیں چوڑیاں پہنتے ہیں اور پاؤنمیں گھونگرو اور لال کپڑے اور چھلے انگوٹھی پہنتے ہیں اور مہندی ملتے ہیں اور علی ہذا القیاس اس سے یہ مقصود نہیں کہ فقط یہی باتیں ہوں اور اللہ کی طلب اور ریاضت کچھ نہو جو لوگ اللہ کے ساتھ سچے ہیں انکو ان باتوں سے ضرر نہیں ع آن او

باش وہر چہ خواہی کن ٭ اور اس وقت میں ہر طریق والے کو اللہ کے ساتھ سچا ہونا دشوار ہو گیا ہے الا ماشاء اللہ اکثر ہوا پرستوں نے وہ ہائیں اختیار کی ہیں جن سے ابلیس بھی پناہ مانگے اور وہ کام کرتے ہیں کہ خدا کا خوف ایک طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ادب ایک طرف اور موت کا اندیشہ ایک طرف دنیاداروں کا بھی خیال نہیں کرتے اور بزرگوں کے خاندانوں کو اور اولیا اور صالحین کو بدنام کرتے ہیں اور جن خاندانوں کو ملامتیہ سے کچھ واسطہ نہیں انمیں ہو کر ملامتی بنتے ہیں اور آزاد ہو کر ایسی بیجا حرکتیں کرتے ہیں کہ ارباب دنیا نہ کریں اور شرمائیں اور بد وضعی سمجھیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اتراتے ہیں اللهم احفظنا من كل بلاء الدنيا والآخرة ایسے لوگوں کی صحبت زہر قاتل ہے اور یہ لوگ ہرگز ملامتی نہیں ہیں لاابالی ہیں اور یہ طریقہ طریق ملامت نہیں بلکہ قیامت کی علامت ہے اور وہ ملامتیہ جو اللہ کے ساتھ سچے ہیں انکو ان سے کچھ نسبت نہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ٭ اور اس قسم کے اشخاص بیباک نے یہانتک نوبت پہونچائی ہے کہ کسبیوں کو اور بے قید عورتوں کو کلمہ طیب کی ضرب اور اشغال تعلیم کرتے ہیں نعوذ باللہ من هٰذا الواقعات میرے مرشد پاک کا طریقہ میرے علم کے موافق سب اس کتاب میں ہے جو اسکے خلاف ہے ہدایت نہیں ضلالت ہے میں گناہگار ہوں اور نادم ہوں اللہ رحیم ہے الا ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اپنے حق میں کہتا ہوں شعر ورقز اگند مرد باید بود ٭ بر مخنث سلاح جنگ چہ سود ٭ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں خدا جانے خود کیا مردی کر چکے ہیں اور جن کو سکھلاتے ہیں وہ کیا کام کریں گے ع مے ترسم از کسیکہ نمی ترسد از خدا

تشابہ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو لوگ کسی قوم کے قول یا فعل یا وضع کو پسند کر کے ان باتوں میں سے کوئی بات اختیار کرتے ہیں بے تکلف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے پیشواؤں کے قول اور فعل اور وضع کو ناقص جانا اور علما ہوں یا فقرا انکی روش سے الگ ہو گئے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّهَ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جس نے بنایا آپ کو مانند کسی قوم کے پھر وہ اسی قوم میں ہے اور ہر شخص کا دل اسکو تمیز کر سکتا ہے پس قولاً اور فعلاً اور وضعاً اسلام کے طریق سے الگ ہونا نہ چاہیئے ؎

گر نہ رفتیم طریق سنت تو ٭ ہستیم از عاصیان امت تو

اولیاء اللہ کی کرامات کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اولیا کی کرامتیں حق ہیں اللہ جل شانہ جب چاہتا ہی اُنکے وجود سے وہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو اور لوگوں سے ممکن نہیں اور حقیقت میں یہ کرامتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی نشانیاں ہیں اور ساحروں اور کافروں سے بھی ایسی باتیں ہوتی ہیں انکو استدراج کہتے ہیں اِلّا وہ لوگ سو جانے کے وقت اور موت کے بعد اسپر قادر نہیں ہوتے اور انبیا اور اولیا قادر ہوتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کا عصا اُن کے آرام کے وقت اژدہا بن کر سرہانے کھڑا ہوتا تھا اور نگہبانی کرتا تھا۔

اولیاء اللہ کے شطحیات کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اولیا کے کلمات شطحیات جن کو ہفوات مشائخ بھی کہتے ہیں جس سوجھ بوجھ سے انھوں نے فرمائے ہیں حق ہیں جیسے حضرت بایزید کا قول سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ یعنی پاک ہوں میں کیا بزرگ تر ہے شان میری یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد اَنَا مُقِیْمُ الْقِیَامَةِ یعنی ہم ہیں قائم کرنے والے قیامت کے اور اَنَا بَاعِثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ یعنی ہم ہیں اٹھانے والے انکے جو قبروں میں ہیں اور اَنَا الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ یعنی ہم وہ زندہ ہیں جو نہ مرے گا جہاں تک ہوسکے شریعت کے موافق تاویل کرنا چاہیے حضرت شیخ مخدوم سعد نے ایسے اقوال کو قراءت کی تاویل پر وار د فرمایا ہے یعنی جس طرح قرآن کا پڑھنے والا اس آیت کو پڑھے اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا یعنی ہر آئینہ میں ہوں اللہ نہیں کوئی معبود مگر میں یا کوئی اس حدیث کو پڑھے مَنْ شَهِدَ لِیْ بِالْوَحْدَانِیَّةِ وَلَكَ بِالرِّسَالَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جس نے گواہی دی میری یگانگی پر اور تیری پیغمبری پر داخل ہوگا جنت میں جس عمل پر ہو یہ حدیث قدسی ہے اللہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہوکر فرمائی ہی اور ایسے اقوال کی تاویل یوں بھی صحیح ہے کہ جس طرح اللہ جل شانہ نے سورۂ فاتحہ کو بندوں کی زبان سے ارشاد فرمایا ہی اسی طرح بندگان مخلص اور محب کا اللہ کی زبان سے بولنا بھی صحیح ہے حدیث قدسی میں بی ینطق وارد ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے هٰذَا قُرْاٰنٌ صَامِتٌ وَاَنَا قُرْاٰنٌ نَاطِقٌ یعنی یہ قرآن چپ ہے اور میں بولتا ہوا قرآن ہوں اور بعض شطحیات اس قسم کی ہیں کہ وہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی جیسے لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰهِ یعنی میرے جُبّے میں اللہ کے سوا کچھ نہیں یہاں یوں تاویل کرنا چاہیے کہ جُبّے کے اندر جسم ہے اور جسم کے اندر روح ہی پس کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ میرے اعضائے جسمی آنکھ کان وغیرہ اور میری روح اللہ جل شانہ کی یاد میں اور اسکے ذوق اور شوق میں سب

ایسے محو اور مستغرق ہیں کہ نیستی کا حکم پیدا کیا ہے اور اللہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ہندی تن سوکھ پنجر بھیو رگیں بھئیں سب تار، رؤئیں رؤئیں دھن اوٹھت باجت نام تمہار، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشادات جو میں نے لکھے ہیں مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے آغاز میں نقل کیے ہیں اور تسلیم کیا ہے کہ حالت سکر میں آپ نے فرمائے ہیں اور ایسے آپ کے اور اقوال بھی کتابوں میں موجود ہیں اور بہتیرے اولیا کے ارشادات منقول ہیں اور جن اقوال کی تاویل نہ ہو سکے تو گستاخی کرنا اور انکار سے بُرا کہنا ادب کے خلاف ہے اور اولیا کی جناب میں بے ادبی کرنا خدا کی بے ادبی کرنا ہے اقرار سو شرعاً ہر شخص پر واجب نہیں جو نہ سمجھے سکوت کرے اور جو سمجھتا ہے یا اولیا کی جناب میں توسل رکھتا ہے وہ لامحالہ اقرار کرے گا اور جس کے دل پر کوئی حال وارد نہوا اور اس قسم کے باتیں دیکھا دیکھی منہ سے نکالے اور بے لذت حاصل کیے ہوے اور بے حصول محویت کچھ کہے اسکی کچھ اصل نہیں بالکل خرافات ہیں نعوذ باللہ منہا

فقراے کامل کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقیر کامل وہ ہے جو کسی وقت اللہ کو نہ بھولے اور غیر اللہ اسکی نظر میں نہ رہے کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوے اور لیٹے ہوئے غافل نہو اور ذکر الٰہی اسکے دل کی صفت لازمی ہو جائے اور ریاضت اور مجاہدت سے انسان میں یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکے دل کو ملکہ ہو جاتا ہے جیسا قرآن شریف میں ہے یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوے اور بیٹھے ہوے اور اپنے پہلوؤں پر اور فکر کرتے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی خلقت میں اور کہتے ہیں اے پروردگار ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے ان سب کو بیکار بچالے ہم کو آگ کے عذاب سے اس آیت میں ذکر اور فکر دونوں کا بیان ہے اور ذکر و فکر کے ساتھ اگر عنایت الٰہی متوجہ ہوتی ہے تو انسان کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ جب پورا ہوا فقر پھر وہی اللہ ہے یعنی اللہ کے سوا سب کائنات کا وجود نظر سے گرجاتا ہے مصرعہ خدا ہی خدا ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے، جس انسان میں یہ صفت پیدا ہو گئی وہ فقیر کامل اور انسان کامل ہے کوئی شک نہیں اور جس میں جس قدر یہ صفت نہیں ہے اور غافل ہے اتنا ہی اسکے کمال میں نقصان ہے اور جو ایسا ہو گیا ہے وہ اگر پیوند پر پیوند لگائے اور فاقے پر فاقہ کرے یا ململ اور

جامدانی پہنے اور پلاؤ اور قورمہ کھائے ہر حال میں اچھا ہے ؎ ایں خورد گردد پلیدی زو جدا ٭ واں خورد گردد ہمہ نور خدا ٭ ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد ٭ واں خورد گردد ہمہ نور احد ٭ اور اگر عالم اور حافظ اور حاجی ہو تو آفتاب ہے اور اگر ظاہر میں جاہل ہو اور یہ صفتیں نہ رکھتا ہو تو آفتاب ہے اور اگر جاگے تو بہتر اور اگر سو لے تو بہتر مہندی کا ظم پیا چاہیں سوئیں چاہیں جاگیں اپنے بام کا لگائے لیے چھاتی ٭ اور اگر یہ فنائیت نہیں رکھتا تو عالم ہونا اور حافظ ہونا اور عابد ہونا اور زاہد ہونا اور حاجی ہونا اور لباس فقر پہن لینا اور شیخ بن جانا اور مرید کرنا اور سوالات فقر یاد کر لینا اور چند ذکر اور چند شغل از بر کر لینا اور جھاڑ پھونک کرنا اور علی ہذا القیاس اور سامان فقر مہیا کر لینا اس راہ میں کچھ مفید نہیں یہ سب دنیا کی آرائش ہی یا دین کی نمائش اس راہ میں فقط خدا کے ساتھ سچا ہونا اور اپنی ہستی موہوم کا میٹ دینا اور ایک طرف کا ہو رہنا درکار ہے اور کچھ سود مند نہیں ؎ تو مباش اصلا کمال اینست و بس ٭ تو در و گم شو وصال اینست و بس ٭ تو در و گم شو حلولی ایں بود ٭ آنکہ آں نبود فضولی ایں بود ٭ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہ کا ارشاد بھی اسی پر شاہد ہے لکھا ہے کہ آپ یہ رباعی پڑھا کرتے تھے رباعی مارا نہ مرید درد خوا لے می باید ٭ نے عالم و حافظ قرآن[1] می باید ٭ آتش زدہ بخانماں می باید ٭ برخاستہ از دو جہاں می باید ٭ اور میرے مرشد پاک فرماتے تھے گھر پھونک تماشا دیکھ اور ایسا آدمی دو حال سے خالی نہیں اگر بے تعلقات ہو گا تو اسکی بے پروائی اور آزادی آشکارا ہو گی اگر صاحب تعلقات ہو گا تو اسکے معاملات خلائق کے ساتھ امر و نہی کے موافق ہونگے اور خود ستائی اور ناموری کا طالب نہو گا اور کسی کے ساتھ بدی نہ کرے گا اور غیبت اور اعتراض اور حجت اور انکار سے بیواسطہ ہو گا اور کافر کو بھی تخصیص کے ساتھ برا نہ کہے گا اور ہر گروہ کے ساتھ شگفتہ روئی سے ملیگا اور متواضع ہو گا اور حاضر و غائب سب کی بھلائی چاہیگا اور دلجوئی اسکی عادت ہو گی اور سب کی پردہ پوشی کریگا اور لوگوں کے حال کا تفحص نہ کریگا اور سختی اور سخت گیری اور سخت گوئی نہ کریگا اگرچہ اصل میں یہی سب باتیں کرامات ہیں الا کبھی کبھی اس سے کوئی ایسی بات بھی ضرور ہو گی جسکو لوگ کشف اور کرامات کہتے ہیں خواہ بڑی بات ہو خواہ چھوٹی ہر وقت ایسی باتوں کا ہونا ضرورت نہیں اور ایسا آدمی جو لباس رکھتا ہو نور علی نور ہے جبہ اور خرقہ اور تاج اسکو درکار نہیں جیسے حضرت خادم صفی محمدی ؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ٭ من آں رفتار و قامت می شناسم ٭ اور خلاصہ یہ ہے کہ ذمائم سے پاک ہو گا اور حمائد سے متصف ہو گا اور اسکے پاس کا بیٹھنے والا اگر خالصًا اور مخلصًا اس سے ٹوٹ کر ملیگا تو اللہ کے سوا اپنے خیالات کو بھول جاویگا یہ بات حضرت مرشد پاک بھی فرماتے تھے اور کتابوں میں بھی لکھی ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے

[1] قرآن کی [illegible] فتح [illegible] صحیح ۱۲

لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آئی ہے اور ایسے آدمی کو غنی ہونا بھی مضر نہیں جیسے حضرت عثمان ورعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما اور بعض اصحاب غنی تھے اور سب کامل اور مکمل تھے اور چند اولیاے امت بھی کثیر الفتوحات گذرے جیسے حضرت ابوسعید ابوالخیر حضرت غوث پاک کے پیر اور حضرت عبید اللہ احرار حضرت جامی کے پیر اور حضرت محبوب الٰہی اور علی ہذا القیاس مگر انمیں سے کوئی صاحب زکوۃ نہیں ہوا اور کسی کو مال سے ایک ذرہ الفت نہ تھی اور صرف اللہ کے سوا کوئی مصرف نہ تھا جیسا انکے حالات کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور چند اولیائے عارف واصل ہونے کے بعد عمدہ کھانا بھی کھایا ہے اور عمدہ لباس بھی پہنا ہے الا اس کی فکر میں نہیں پڑے اور تلاش میں منہمک نہیں ہوئے اور اگرچہ یہ باتیں عارف واصل کو مضر نہیں الا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش خاص اور سنت سنیہ یہی ہے کہ نمی ماند شب درخانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زور ہے ونہ دینارے اور اکثر صحابہ اسی روش پر تھے اور آپ نے فقر اور تنگدستی کو پسند کیا اور آپنے اور آپ کے اہلبیت نے ساری عمر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور عمدہ لباس کی طرف رغبت نہیں فرمائی اور کلیم سیادت تمام جہاں میں مشہور ہے ؎ وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهُ وَطَوٰى ۞ تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ ۞ اور سخت باندھا بھوک سے اپنی آنتوں کو اور لپیٹا پتھر کے تلے کوکھوں کو جن کا چمڑا نازک تھا۔ وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ ۞ عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ ۞ اور چل کر آئے اسکے پاس سونے کے اونچے پہاڑ اسکے نفس پاک کیلیے پھر دکھایا انکو اسنے کہ کیونکر ہے او نچان وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيْهَا ضَرُوْرَتُهٗ ۞ اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْ عَلَى الْعِصَمِ ۞ اور تاکید کی اسکی بے رغبتی کو انکی طرف توجہ کرنے میں اسکی ضرورتنے ہر آئنہ ضرورت نہیں غالب ہوتی ہی عصمتوں پر اسی وجہ سے سب اولیاے امت فقیر ہی رہے ہیں اور فقر کو قبول کیا ہے جماعت قلیل کا فعل جماعت کثیر پر غالب نہیں ہوسکتا اور سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اور سید الاولیا حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا فعل ہے جنھوں نے ساری عمر ہمیشہ اسی حالت میں گذارنی اور اسی کو اختیار کیا اور اسی سے اتفاق مشائخ ہے کہ فقیر صابر بہ از غنی شاکر اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے فقیر شاکر بہ از غنی شاکر و فقیر صابر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہلے میں بہشت میں جاؤں گا اور فقراے مومنین میرے ساتھ ہونگے اَللّٰهُمَّ اَرْجُوْ اَنْ تَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ وَاِنْ كُنْتُ فَاسِقًا اِثِيْمًا اَللّٰهُمَّ رَحْمَتُكَ وَاسِعَةٌ وَقُلْتَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اللہ میرے امید رکھتا ہوں میں کہ کردے تو مجھکو ان میں سے اور اگرچہ ہوں میں بدکار گنہگار اللہ میرے تیری رحمت کشادہ ہے اور تونے فرمایا ہے کہ ہر آئنہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اب جاننا چاہیئے کہ میرا اعتقاد آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور اصحاب کبار اور اولیائے کرام کی نسبت ہے نہ ان لوگوں کی نسبت جو لباس فقر پہن کر شروع سے کمائی کی فکر کرتے ہیں اور اپنے تعیش کے لیے بعض اصحاب یا اولیائے سلف کے فعل کو سند کرتے ہیں ان کا حال اور تھا ان کا حال اور ہے خدا پرستی اور ہے اور ہوا پرستی اور ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک :: اور اصحاب میں جو لوگ غنی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک سے پاک ہے اور آپ کے بعد جو بعض اولیا نے ایسا کیا ہے انھوں نے ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کے بعد مصلحت عام کیلئے فتوحات کو قبول کیا ہے نہ یہ کہ اسی نیت سے فقر اختیار کیا ہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور ایسے ہی مقامات کے لیے حضرت مولانائے رومی نے فرمایا ہے ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر :: گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر :: اور اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ فتوحات کا لینا درست نہیں یا جو لیتا ہے وہ ایسا ہی ہے بلکہ جو للّٰہیت رکھتا ہو اور جمع نہ کرے اور واردین اور صادرین کی خدمتگزاری کرے اور اپنے مصارف ضروری میں صرف کرے اور اللہ کو یاد کرتا رہے اسکا لینا کچھ ہرج نہیں رکھتا الا شرط یہ ہی کہ تدبیر کو دخل نہ دے اور فکر میں نہ رہے اور اللہ پر نظر رکھے اور دھیان کو لوگوں کی طرف نہ جانے دے اگر کہیں سے کچھ آجائے تو سُبحانَ اللّٰہ اور اگر نہ آئے تو الحمد للہ اس حال سے الگ نہو اور میرے مرشد پاک کی مثال ہیں انکی اجازت ہی ڈھونڈ رہا ہے مشائخ صوفیہ رضوان اللہ علیہم ہر کسیکہ پیش آرد گرفتہ خرچ برائے حاجت کار شروع خود فقیران و مسکینان کہ محض ذات از جل وعلا وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ می نمودہ باشند مطلب اصلی اسی قدر ہے کہ فقیر کو صدق نیت چاہیے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی ہر آئنہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور فتوحات کی تخصیص نہیں ہر بات میں سچا ہونا درکار ہے اور جب کسی کی نیت خالص ہوگی اسکو کسی بات سے ضرر نہوگا اگرچہ کوئی اسکو ایسا نہ سمجھے ع آن او باش و ہر چہ خواہی کن :: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ لیا ہے صدقہ نہیں لیا ہدیہ وہ ہے جو تعظیم اور تخصیص کے ساتھ دیا جاوے اور صدقہ وہ ہے جس سے کسی کی روح کو ثواب پہونچانا مقصود ہو اور تخصیص نہو پس صدقہ لینا خلاف سنت ہی یہ اسکو چاہیے جسکو کچھ میسر نہ ہو

حیات دنیا میں دیدار الٰہی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ جل شانہ کو بصر اور بصیرت دونوں سے دیکھا بصر ظاہر کی نگاہ اور بصیرت باطن کی نگاہ ؎ دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود :: دلش در چشم و

چشمش در رو لش بود بہ اور ظاہر کی آنکھ سے دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہی حضرت
ابن عباس اور کعب احبار اور کل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور تمام صوفیا، متقدمین اور متاخرین اسی
اعتقاد پر ہیں اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود اور چند اصحاب اور اسکے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ نہیں پا سکتیں اسکو بینائیاں اور وہ پا سکتا ہے
بینائیوں کو اس بات کی تشریح یہ ہے کہ ادراک سے گھیر لینا مراد ہی یعنی کسی شے کی حقیقت کو تمام و کمال دریافت
کر لینا پس گھیر لینا اور شے ہی اور دیکھنا اور شے ہی اللہ جل شانہ کی ذات پاک حد اور نہایت نہیں رکھتی بصر ہو یا
بصیرت کوئی تمام اور کمال اسکو گھیر کر نہیں دیکھ سکتے مگر جس طرح وہ خود دکھلانا چاہے اس طرح دیکھنا ممکن ہی اور حضرت
عائشہ اور حضرت ابن مسعود وغیرہ دنیا میں دیکھنے کے منکر ہیں آخرت میں نہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں اور بینائی دیجائیگی
آخرت کے دیکھنے میں سب کا اتفاق ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود
وغیرہ جو دنیا میں دیدار کے منکر ہیں بصر سے دیکھنے کے منکر ہیں بصیرت سے دیکھنے کے منکر نہیں اس صورت میں
تھوڑا سا اختلاف ہے اختلاف کلی نہیں اور علما نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے کلام کو قیاس سے اور آیہ
مذکورہ کی حجت سے سند کیا ہے اور حضرت ابن عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر کہا ہے بے سنے
ہوئے اتنی بڑی بات پر اتنا اصرار کبھی نہ فرماتے اور اس بات میں کل کو زیادہ اعتبار انھیں کے قول پر ہے اور
حضرت مخدوم شیخ سعد قدس اللہ سرہ نے مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ آیا دیکھا تو نے اپنے پروردگار کو معراج کی رات میں فرمایا لَا
یعنی نہیں اور یہی سوال حضرت ابوبکر نے کیا فرمایا نَعَمْ یعنی ہاں اور اس لَا و نَعَمْ کی توفیق اور ان دونوں کا
درست ہونا علما اور عرفا کے بیان سے یوں ہے کہ لَا احاطہ اور ادراک کے لحاظ سے فرمایا یعنی میری نگاہ نے
اسکی ذات پاک کو گھیر لینے کے ساتھ نہیں دیکھا اور حضرت ابوبکر کے جواب میں جس حیثیت سے دیکھا تھا نَعَمْ فرمایا
اور انکار کی وجہ یہ تھی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر کے مثل عرفان اور ادراک نہ رکھتی تھیں اور
صغیر السن تھیں آپ اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا آپ نے ان کے
سوال سے خیال فرمایا کہ یہ کیفیت اور کمیت دریافت کریں گے کہ کیسے دیکھا اور کہاں دیکھا اور اللہ جل شانہ
کی ذات اور صفات دونوں ان حالتوں سے الگ ہیں لامحالہ مصلحتاً لَا ارشاد کیا فقیر نے مختصر پر کفایت کیا حضرت
مخدوم شیخ سعد نے بہت وضاحت سے لکھا ہے اور حدیث کی کتابوں میں اور اکثر اولیاے متقدمین کی تصنیفات

میں یہ سب بیانات تفصیل کے ساتھ موجود ہیں اور فقیر کی سمجھ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کی صفات کا سمجھنا بھی یہی حال رکھتا ہے ممکن نہیں کہ متفکرہ یا متخیلہ اسکو ادراک کر سکیں اور اس بات کے سب قائل ہیں کہ ہم اللہ کو پہچانتے ہیں اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ کی شرح میں اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کے معنی لِیَعْرِفُوْنَ لکھے ہیں یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر اس لیے کہ میری بندگی کریں یعنی پہچانیں اور جب پہچاننے کے مقر ہیں تو دیکھنا بھی عقلاً اور نقلاً ثابت ہو گیا حاصل مطلب یہ ٹھہرا کہ جیسے متخیلہ اور متفکرہ پہچانتے ہیں ویسے ہی بصر بصیرت سے ملکر دیکھتی ہے اب رہا ادراک یعنی سب طرف سے گھیر کر سمجھ لینا یا دیکھ لینا یہ بات نہ متخیلہ اور متفکرہ سے ممکن ہے نہ بصر اور بصیرت سے مثنوی شریف ای برادر بے نہایت درگہیست ؛ ہر چہ بروی میرسی بروی مایست ؛ اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ خاصان امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس شرف سے مشرف ہوتے ہیں اور اولیا اس سے محروم نہیں رہتے اور جس قدر جسکا حصہ ہے پاتا ہے اور بعض اولیا کے ارشادات سے ظاہر کی آنکھ سے دیکھنا سمجھا جاتا ہے فقیر کی سمجھ میں یہ بات غلبہ سکر پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اکابر مشائخ کا اتفاق اور علمائے محدثین کا اتفاق اسی پر ہے کہ دنیا میں بصیرت کے سوا بصر سے دیکھنا ممکن نہیں اور بصر بصیرت کی تابع ہو جاتی ہے اور شیخ محدث نے کتاب مرج البحرین میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی ایسا ہی لکھا ہے اور میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی قدس سرہ نے فقیر کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جو کچھ خارج میں نظر آئے قابل اعتبار نہیں یہ ارشاد بھی اسی پر دال ہے کہ بصیرت معتبر ہے اور مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے لکھا ہے جوانمردا ہر چہ خواہی نام نہ رویت قلبی را خواہ رویت بصیرت گو خواہ مکاشفہ گو خواہ مشاہدہ گو باصطلاح صوفیہ رویت قلبی است نہ عیانی کہ بجاسہ بصر تعلق دارد اور فقیر کی سمجھ میں خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کے اشعار بھی اسی بات کے بیان میں ہیں ؎

عکس روے تو چو در آئینہ جام افتاد — عارف از پرتو مے در طمع خام افتاد

یعنی عارف تجلی دیکھ کر نشہ عشق میں یہ سمجھا کہ بصر سے دیکھتا ہے اور فی نفسہ یہ طمع خام ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا

دوسرا اور تیسرا شعر دونوں اسی کے مطابق ہیں ؎

جلوہ کرد رخش روز ازل زیر نقاب — عکسے از پرتو آں بر رخ اجسام افتاد
این ہمہ عکس می ونقش مخالف کہ نمود — یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد

یعنی وہ ظہور جو ازل میں ہوا سب کی سمجھ پر اسکا عکس پڑا ہے اور عکس می یعنی جلوہ عشق اور نقش مخالف یعنی سمجھ کا

الٹا ہونا یہ سب اسی تجلی سے پیدا ہوتا ہے کہ عالم کثرت مقتضی اختلاف ہے اور یہ دیکھنا نہ مکان سے متعلق ہے کہ جہات میں سمجھا جاوے اور نہ زمان سے کہ ماضی اور حال اور مستقبل میں خیال کیا جائے اور سب اعراض اور جواہر کی صفت سے الگ ہے اور حاسہ بصر اس دیکھنے کی علت نہیں اللہ جل شانہ آپ ہادی ہے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی رہنمائی کرتا ہے اللہ اپنے نور کی جسکو چاہتا ہے حضرت مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہے کہ دنیا آخرت ہو جاتی ہے اور آخرت دنیا اول آخر ہو جاتا ہے اور آخر اول اور جب ازل ابد کے ساتھ ملا اور ابد ازل ہو گیا ایک کلمہ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ ہو گیا اسکے بعد لکھا ہے محققان روایت اللہ را کمترین حالات شمارند و شرک جلی خوانند خلاصہ یہ کہ جسکو یہ مرتبہ حاصل ہو فَهُوَ مِنَ الْفَائِزِیْنَ فقیر کی یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی شان ہے ایمان رکھتا ہے اور جسکو اللہ جل شانہ یہ مرتبہ عنایت کرتا ہے اسکا یہ حال ہو جاتا ہے ؎ کسے کز تو در نظارہ کند ؛ در قبا ہے بیہودہ پارہ کند ؛ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خارج میں دیکھنے کی آرزو کی تھی تجلی جلالی سے بیہوش ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے وجود میں تجلی جمالی اور جلالی دونوں سے مشرف ہوتی ہے ؎ در خرابات مغاں نور خدا می بینم ؛ وین عجب بیں کہ چہ نورے ز کجا می بینم ؛ ہوشمند کو اس قدر سمجھنا کافی ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہاڑ کی طرف دیکھا قرآن سے ثابت ہے اور وہ دیکھنا زمان اور مکان اور جہات اور حدود اور اعراض اور جواہر سے باہر تھا اور رائی اور مرئی کا امتیاز بھی نہ تھا پس جن کو اللہ جل شانہ اپنے وجود کے اندر اس نعمت سے مشرف فرماتا ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْهُ ذَرَّةً بِرَحْمَتِكَ وَبِحُرْمَةِ حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبِحُرْمَةِ جَمِیْعِ اَنْبِیَائِكَ وَاَوْلِیَائِكَ كَمَا عَلَّمْتَنَا مِنْهُمْ

اہل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی فضیلت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ قرآن شریف میں ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی آگاہ ہو کہ اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں دل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لا الہ الا اللہ سب ذکروں سے افضل ہے اور فرمایا ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰهِ یعنی دنیا پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے مگر اللہ کا ذکر پھر کلمہ طیب کے ذکر سے کوئی ذکر افضل نہیں مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎ اللہ اللہ گفتہ اللہ می شود ؛ این سخن حق ست باللہ می شود ؛

اور اسی ذکر کے واسطے خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہ نے آٹھ اصطلاحیں مقرر فرمائی ہیں ہوش در دم نظر بر قدم سفر در وطن خلوت در انجمن بازگشت یادکرد نگہداشت یادداشت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ یعنی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں یاد کرتا اور دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ اور حدیث قدسی میں ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جس طرح میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور میں اسی کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھکو یاد کرتا ہے پھر اگر اپنے نفس میں مجھکو یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور اگر کسی گروہ میں یاد کرتا ہے یاد کرتا ہوں اس کو اس گروہ سے بہتر گروہ میں یعنی ملائکہ میں اور فرمایا ہے وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِھَا مَغْفِرَۃً یعنی جو مجھ سے بالشت بھر نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ہاتھ بھر نزدیک ہوتا ہوں میں اس سے نزدیک ہوتا ہوں دونوں ہاتھوں کے پھیلاوے بھر اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُسکے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو مجھ سے ملے زمین کے انداز بھر گناہ لے کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اس سے اتنی ہی بخشائش کے ساتھ ملتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کے حلقوں کو ریاض جنت فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ جل شانہ اُن کے یاد کرنے سے فرشتوں کے سامنے مباہات کرتا ہے یعنی بنی آدم ایسے ہیں اور فرمایا ہے کہ سونا اور چاندی للہ دینے سے اور جہاد کرنے سے ذکر افضل ہے اور فرمایا ہے لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنْ یَّضْرِبَ بِسَیْفِہٖ حَتّٰی یَنْقَطِعَ یعنی سب چیزوں کے لیے ایک صیقل ہے اور دلوں کے واسطے اللہ کا ذکر صیقل ہے اور کوئی چیز اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہا اصحاب نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں فرمایا ہے اور اگرچہ کوئی اتنا لڑے کہ اسکی سیف مارتے مارتے ٹوٹ جائے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ذاکر کا مرتبہ شہید اور غازی سے افضل ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کے فرشتوں کا ایک گروہ پھیرنے والا ہے کہ زمین پر پھرا کرتا ہے اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتا ہے پھر جہاں ذاکروں کو پاتا ہی کھڑا

ہوجاتا ہے اور گھیر لیتا ہے ہر ایک انمیں سے دوسرے کو اپنے پروں سے اور بازوؤں سے یہاں تک کہ
زمین سے آسمان تک چھا جاتے ہیں پھر جب وہ ذکر سے ہوتے ہیں وہ ملائکہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں پھر
اللہ جل شانہٗ ان سے پوچھتا ہے باوجودیکہ وہ انکا حال جانتا ہے کہاں سے آتے ہو تم پھر کہتے ہیں تیرے
بندوں کے پاس سے آتے ہیں جو تیری تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبیر کہتے ہیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں اور
تیری تحمید کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں اللہ جل شانہٗ کہتا ہے کہ کیا سوال کرتے ہیں کہ تیری جنت
تجھ سے مانگتے ہیں فرماتا ہے کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہی کہتے ہیں نہیں اے پروردگار فرماتا ہی کیا حال
ہوتا اگر وہ جنت دیکھتے پھر فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے پناہ مانگتے ہیں فرماتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں
کہتے ہیں تیری آگ سے فرماتا ہے کیا انھوں نے میری آگ دیکھی ہی کہتے ہیں نہیں فرماتا ہی کیا حال ہوتا اگر وہ میری
آگ کو دیکھتے پھر فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری بخشایش مانگتے ہیں پھر فرماتا ہی ہر آئنہ میں نے انکو بخشا اور عطا کیا
میں نے جو انھوں نے مانگا اور پناہ دی میں نے انکو جس چیز سے پناہ مانگی پھر فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار انمیں ایک شخص
بہت بڑا گنہگار ہے وہ کسی کام کے واسطے دوسرہو کر نکلا تھا پھر انکے پاس بیٹھ گیا پھر اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے میں نے اسکو بھی
بخشا وہ قوم ایسے لوگ ہیں جنکے پاس کا بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہوتا اور حدیث قدسی میں ہی مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ
بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ
اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ
عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ مِنْهُ یعنے
جسنے دشمنی کی میرے ولی سے ہر آئینہ آگاہ کرتا ہوں میں اسکو لڑائی سے اور نہیں نزدیک ہوا مجھسے میرا بندہ
کسی شے کے ساتھ جو محبوب تر ہو مجھکو اس چیز سے جو فرض کی ہے میں نے اسپر اور ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے
نزدیکی ڈھونڈھتا ہے نوافل کے ساتھ یہاں تک کہ دوست رکھتا ہوں میں اسکو پھر ہوجاتا ہوں میں سماعت
اس کی جس سے سنتا ہے اور بصارت اسکی جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے لیتا ہے اور اسکا
پاؤں جس سے چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے ہر آئنہ عطا کرتا ہوں میں اسکو اور اگر مجھ سے پناہ مانگتا
ہے ہر آئینہ پناہ دیتا ہوں میں اسکو اور نہیں تردد کرتا میں کسی چیز میں کہ کرنیوالا ہوتا ہوں میں اسکا مثل تردد کے
نفس مومن سے کہ وہ موت سے کراہیت کرتا ہے اور میں اسکی کراہت کو پسند نہیں کرتا اور موت سے اس کو

چارہ نہیں خلاصہ یہ کہ اللہ جل شانہ کے ذکر کرنے والوں کا بہت بڑا مرتبہ ہے جیسا ان حدیثوں سے ثابت ہی اور اگر توفیق رفیق ہوتی ہے اور ذکر پر دوام حاصل ہوتا ہے اور اسکی شرطیں پوری طرح سے ادا ہوتی ہیں اور غفلت دور ہو جاتی ہے تو یہ انجام ہوتا ہے کہ ذاکر اور مذکور اور ذکر تینوں ایک ہو جاتے ہیں اور اللہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا ہے؎ جیسے پانی رنگ مان ملا اور آپ کا ونیس کھوے ؂ جو من موہن سے ملے سو من موہن ہوے ؂ کل اولیاء اللہ نے یہی فرمایا ہے اور کل کی تصنیفات میں یہی بیان ہے مولانا فرماتے ہیں ع ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ؂ اللہ اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مولانا عبدالعزیز دہلوی جو سر آمد متاخرین ہیں وہ بھی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں پس طریق وصول نیست الا بذکر اسماء او وچسپیدن بنام پاک او و استغراق دریاد او بحدیکہ ذاکر و ذکر و مذکور یکے گردد و دوئی از میاں برخیزد اور حضرت قطب الدین دمشقی نے رسالہ مکیہ میں فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے ذکر کے واسطے مراتب مقرر فرمائے ہیں پہلے ذکر زبان پھر ذکر قلب پھر ذکر سر پھر ذکر روح پھر ذکر خفی ذکر زبان حرف اور صوت سے مسموع ہے گویا کہ جب قلب غافل ہوتا ہی زبان اس کو یاد دلواتی ہے اور ذکر نفس بھی حرف وصوت رکھتا ہے نفس آپ سنتا ہے ذکر زبان کے مثل اور ذکر قلب فقط یاد جو بھولنے کی ضد ہے یعنی گھڑی گھڑی دل کا حاضر ہونا اور ذکر سر اسرار الٰہی کے کھلنے کا مراقبہ اور ذکر روح تجلیات صفات صمدیت کے انوار کا سامنا ہونا اور ذکر خفی انوار جمال ذات کا دیکھنا فقط اور جب نور ذکر ظاہر ہوتا ہے تو انسان کا حال ایسا ہو جاتا ہی جیسا لوہے کا آگ میں کہ بالکل انگارہ ہو جاتا ہے روح اپنے مرکز پر کھنچ جاتی ہی اور جسم کو اپنے رنگ پر کھینچ لیتی ہی فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ اور سب چیز کی اصل اللہ ہے اور جب آدمی اس مرتبہ عظمی تک عروج کرتا ہے تب اللہ کہنا بھی بند ہو جاتا ہے؎ اس من مورلید کا تو ہے ؂ بمرن تو ربسر گئے مو ہے ؂ اور اس دریا میں ڈوبتا ہے جس کا کنارہ نہیں؎ بحر یست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ؂

تناسخ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ تناسخ عند الشرع باطل ہے ہندوؤں کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان اگر کامل ہو کر دنیا سے جاتا ہے تو پھر اس کی روح کسی قالب میں نہیں آتی ورنہ انسان کے قالب سے بہائم اور حشرات کے قالبوں میں حلول کرتی رہتی ہے یہانتک کہ ایک مدت دراز کے بعد پھر قالب انسانی

باقی ہے اگر دوبارہ آکر کمال پایا تو خیر ورنہ پھر وہی حال ہوتا ہے اور اگر اول بار میں کچھ نیک کام کر کے جاتی ہی تو دوبارہ شریف اور رئیس اور امیر کے قالب میں آتی ہی بہر صورت جبتک اپنے کمال کو نہیں پہونچتی حیوانات اور جمادات اور نباتات کے قالبوں میں دورہ کرتی رہتی ہے مسلمان کو اس بات کا صحیح سمجھنا خلاف اسلام ہی جو بات شریعت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صورت انسانی صورت محمدی ہے یہ جہنم میں جائینگے پس جہنمی بری صورتوں میں مسخ ہونگے اور جو لوگ جنتی ہونگے انکی صورتیں بھی بدل جائینگی وہ حسن اور جمال دیا جائیگا جو دنیا میں نہیں ہے اور اگر بوڑھے ہونگے جوان ہو جائینگے اور میرے مرشد پاک فرماتے تھے کہ جو آپ کو پہچان کر نہیں مرتا اسکا مرنا ایسا ہے جیسا کتے بلی کا مرنا یعنی بے حقیقتی سے مرتا ہے اور عوام لوگ مثنوی شریف کی اس بیت کو تناسخ پر محمول کرتے ہیں ؎ ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ؛ ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام ؛ بعض بزرگوں نے اسکو الحاقی فرمایا ہے اور اگر الحاقی نہو تو بھی اس میں وہ معنی نہیں ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ ہر انسان کا نطفہ حضرت آدم سے لیکر اپنے آبا کے صلب میں اور اپنی ماؤں کے رحم میں تحویل پاتا رہتا ہے اور ہر قالب میں نشو و نما حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ جب اسکے پیدا ہونے کا وقت آتا ہی تب اپنی صورت سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات بدیہی ہے تاویل کی حاجت نہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان جب سے پیدا ہوتا ہے اوسوقت سے چالیس برس تک اسکی قوت نامیہ ترقی پر رہتی ہے اور ہر روز اس کا قالب بدلتا جاتا ہے اور یہ بات بھی بدیہی ہے خیال کرو کہ وہ قالب جو پیدا ہونے کے وقت ہوتا ہے چند روز کے بعد نہ وہ قالب رہتا ہے نہ وہ صورت رہتی ہے اور اسی صورت سے آخر عمر تک کتنے ہی قالبوں کی نوبت آجاتی ہے مگر امتیاز نہیں ہوتا اور حاصل کلام یہ ہے کہ سالک نے حالت فنا میں اپنی ذات کو کل موجودات میں دائر سائر دیکھا اور انتقالات روح اور تغیرات جسم کو اپنی ہی حقیقت سمجھا اور ہر حال میں اپنی ذات کو موجود سمجھا معدوم اور ہفت صد ہفتاد قالب سے گنتی مقصود نہیں کثرت مراد ہے اور اگر کوئی کہے کہ مولانا نے یہ بھی فرمایا ہے ؎ باللہ ہماں بود کہ می آمد می رفت ہر قرن کہ دیدی ؛ تا عاقبت آں شکل عرب وار برآمد دارائے جہاں شد ؛ یہ بھی تناسخ پر دلالت کرتا ہے تو یہ سمجھ بھی غلط ہے اس وجہ سے کہ تناسخ کی وہ صورت ہے جو اوپر لکھی گئی یعنی روح کا مجبور ہو کر ٹھیک ٹھیک کر اچھے قالبوں سے برے قالبوں میں جانا اور یہاں ہر بار اچھی صورت سے ظاہر ہونا اور ہر بار قدرت اور اختیار کے ساتھ ہادی بن کر آنا مراد ہے اور روح کی تخصیص نہیں ہی نہ انبیا علیہم السلام کی بلکہ وجود واحد کا مظاہر مختلفہ میں موجود ہونا اور ظہور کرنا مقصود ہے

پھر تناسخ سے کیا واسطہ اسمیں اور اسمیں بہت فرق ہے اگرچہ بادی النظر میں قریب ہے اور پہلے شعر اور دوسرے
شعر میں فرق اسی قدر ہے کہ وہاں متکلم نے تغیرات وجود کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے شعر میں
انبیا کی طرف اور جہاں جہاں صوفیہ کرام نے اس قسم کا کلام فرمایا ہے سب جگہ یہی مطلب ہے خواہ متکلم بن کر کیا ہو
خواہ غائب یا حاضر سمجھکر اور اسی کو تجدد امثال کہتے ہیں اور فلاسفہ دور و تسلسل بولتے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ
تناسخ نہ سہی الا جو مولانا نے فرمایا ہے ہنود بھی یہی کہتے ہیں کہ نرنکال جوت نے اوتاروں کا روپ دھرا ہے
پھر کیا فرق ہے تو یہ بات بھی بدیہی غلط ہے اسوجہ سے کہ صوفیہ کے نزدیک اول صوفی حضرت آدم علیہ السلام ہیں
انکے بعد اور انبیا علیہم السلام اور جو کچھ صوفیہ نے پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے اور قرآن پاک میں
ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ یعنی اسلام کے سوا جو کسی دین کو حاصل کریگا اس سے
قبول نہ کیا جائیگا پھر جب ہنود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کسی نبی کو نہیں مانتے تب نقطہ یہ سمجھ کیا مفید ہو سکتی
ہے اور اس کے سوا بہت باتیں ایسی ہیں کہ انہیں اہل اسلام کی سمجھ اور ہر دین والے کی سمجھ ایک ہی جیسے
دوزخ و بہشت کا ہونا ہنود نرک اور بیکنٹھ کہتے ہیں اور اسی طرح جزائے اعمال اور دنیا میں جھوٹ چوری
دغابازی یہ باتیں سب مذہب والوں کے نزدیک بری ہیں ایسی باتوں میں سمجھ کا ایک ہونا اہل اسلام کو مضر نہیں
اور کسی اور دین والے کو مفید نہیں اور اگرچہ کوئی ریاضت سے قوت کشفیہ بھی پیدا کرلے استدراج ہے اور میرے
مرشد پاک کا ارشاد ہے کہ جو شریعت کے خلاف ہو وہ اگر ہوا پر اُڑے اور پانی پر جائے اعتبار کے قابل نہیں کہ
استدراج ہی پھر کافر کا کیا ذکر اور اگر کوئی ولی حالت حیات میں اور ایک وقت میں دو جگہ موجود ہو تو یہ اسکی کرامت ہے
اور اگر کافر یا ساحر سے ایسا واقعہ ہو تو استدراج ہے تناسخ کسی طرح نہیں جو ایسے حالات کو تناسخ گمان کرے
بالکل غلط ہے جیسا اوپر دو جگہ بیان ہو چکا اور صاحب گلشن راز فرماتے ہیں ؎ تناسخ زاں سبب شد کفر و
باطل ٭ کہ آں از تنگ چشمی گشت حاصل ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حرف ندا کے ساتھ پکارنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ اور یا حبیب اللہ اور اسکے
سوا اور ناموں سے پکارنا بیشک اور بے شبہہ صحیح ہے اور محبوں کا ایمان ہے حدیث صحیح میں ہے وَقِيْلَ
لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ

يَاتِيْ بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَاَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ صَلٰوةُ غَيْرِهِمْ عَرْضًا اور پوچھا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کا درود پڑھنا جو آپکے سامنے نہیں ہیں اور جو آپ کے بعد آئینگے ان دونوں گروہ کا کیا حال ہے پھر فرمایا کہ میں اپنی محبت والوں کا درود پڑھنا سنتا ہوں اور انکو پہچانتا ہوں اور انکے سوا اور لوگوں کا درود میرے سامنے عرض کیا جاتا ہے اور اس حدیث کے علاوہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے چنانچہ مکہ معظمہ کو مدینہ منورہ سے دیکھ کر سمت قبلہ درست فرمانا اور مقتدیوں کو پیچھے سے دیکھنا اور دروازہ آسمان کے کھلنے کی آواز کا سننا اور سورۂ انعام کا نازل ہونا روایات صحیحہ معتبرہ سے مروی ہے اور اگرچہ سب کی روح زندہ رہتی ہے مگر انبیا علیہم السلام کا معہ اجساد اپنی صفات کے ساتھ زندہ ہونا عقائد میں ہے اور حضرت سید المرسلین کی روح پاک تو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے اور آپکا جسم مبارک بھی مثل روح تھا اسی وجہ سے سایہ نہ تھا پھر آپ کی صفتیں یعنی سماعت اور بصارت جنکا ذکر ہوچکا بدستور ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ عِلْمِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَعِلْمِيْ فِيْ حَيَاتِيْ میرا علم انتقال کے بعد ویسا ہی رہیگا جیسا زندگی میں اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ہر آئینہ اللہ کی رحمت نکوکاروں کے پاس ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھکو مگر رحمت سب عالم والوں کیلئے اور جب اللہ کی رحمت کا ظہور آپکی ذات میں ہوا اور آپ رحمت متشکلہ ہیں اور اسکے مظہر ہیں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آپ محسنین سے نزدیک ہیں اور جب قرآن اور حدیث دونوں ان باتوں کی مثبت ہیں پھر جو آپکو مردہ یا غائب سمجھتا ہے وہ خود مردہ اور غائب ہے اور جسکی نظر فقط اسپر پڑتی ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ یعنی ہر آئینہ تو میت ہے اور ہر آئینہ وہ سب میت ہیں اسکی سمجھ اسکے ساتھ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یا نبی اللہ السلام علیک	انما الفوز والفلاح لدیک
بسلام آدمم جوابم دہ	مرہمے بردل خرابم نہ
بس بود جاہ و احتشام مرا	یک علیک از تو صد سلام مرا
سویم افگن ز مرحمت نظرے	بازکن بر رخم ز لطف درے
گر نرفتم طریق سنت تو	ہستم از عاصیان امت تو

مدینہ منورہ کے سفر کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ نہ باندھو تم کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف یعنی مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ اور مسجد مدینہ مطیبہ کے سوا اور کسی مسجد کی زیارت کا ارادہ کرکے سفر نہ کرو اس حدیث سے یہ مقصود نہیں ہے کہ میری خدمت کے حاضر ہونے میں عزم سے سفر نہ کرو یہ مطلب سیاق کلام سے نہایت بعید ہے ؎

منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو	ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں اور یہ معنی نکالتے ہیں سخت بے انس ہیں اور خیال نہیں کرتے کہ آپ نے فرمایا ہے عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ میرا علم وصال کے بعد ویسا ہی رہیگا جیسا زندگی میں پھر جو شخص حاضر ہوتا ہے آپ کو ضرور علم ہوتا ہے اور آپ کا یہ جاننا کہ فلاں حاضر ہوا اور میرے پاس آیا یہ محب کے فدا ہوجانے کا مقام ہے افسوس اس شخص پر جس کے دل میں اس بات کی لذت نہو اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؎ دریں دلے کہ جمال محمد عربیست ؞ فدائے خویش نگشتم کمال بے ادبیست ؞ اور آپ نے فرمایا ہے مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا پھر البتہ اس نے مجھ پر ظلم کیا اور فرمایا ہے مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ جس نے حج کیا پھر میری قبر کو زیارت کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے مجھ کو میری زندگی میں زیارت کیا اور فرمایا ہے مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جس نے مجھ کو زیارت کیا خاصکر وہ قیامت میں میرا ہمسایہ ہوگا اس مختصر میں یہ تین حدیثیں بہت ہیں اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ حدیثیں ایسی ہی جذب القلوب میں لکھی ہیں اَیُّهَا الْعُشَّاقُ یہ شفقت اور یہ رحمت اور یہ انعام اور یہ لطف اور یہ کرم اور یہ تفضل اور یہ مرحمت اور یہ محبت وہ ہے کہ اگر محب صادق سنے اور سمجھے کہ یہ باتیں کیسی ہیں اور کس محبوب کی زبان سے نکلی ہیں اور بیخود اور بیتاب نہو تو عجب ہے واللہ اعلم کون لوگ اسکے خلاف باتیں کرتے ہیں ع تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری ؞ میرا مذہب یہ ہے کہ حج مرد غنی پر ساری عمر میں ایک بار فرض ہے چند شروط کے ساتھ وہ بھی آپ ہی کی سنت ہے اور آپ ہی نے وہ حکم پہنچایا ہے اور ان تینوں جگہ کا زیارت کرنا بھی آپ ہی کا فرمان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہونے کی نیت سے ساری عمر جانا اور آنا اور پھر جانا اور اگر سواری میسر ہو تو سواری پر جانا اور کجاوہ باندھنا یا اگر توفیق ہو تو پیادہ پا جانا اور کچھ پاس نہو تو بھیک مانگتے ہوئے جانا اور اس جانے اور آنے میں جان نثار کرنا ایمان ہے

اللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَارْزُقْنَا بِحُرْمَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اگرچہ میں ابھی تک اس سعادت عظمیٰ اور اس کرامت کبریٰ سے محروم ہوں اور اگر دسترس بھی ہو اور توفیق بھی پاؤں تو روی سیاہ لیکر کیوں کر جاؤں اور کس منھ میں حضور میں حاضر ہوں مگر میرا عقیدہ یہی ہے جو لکھ چکا

اگرچہ ہند میں ہوں اے عزیز کیا غم ہے
سجدہ کرتا ہے مدینہ کی طرف روز عزیز
سرِ نیاز جھکا ہے اس آستان کی طرف
تیرے نزدیک وہ اے شیخ زمن کیسا ہے

جو عالم ایسی باتیں کرتے ہیں میں ان سے پناہ مانگتا ہوں. اور میرے نزدیک انکا علم وہ علم ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا یَنْفَعُ فرمایا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ اللہ جل شانہ ایسے لوگوں سے دور رکھے اور خاتمہ بخیر کرے ؎ اگرچہ صد مرحلہ دور ست زپیش نظرم ؛ وجہہ فی نظری کل غداۃ وعشی ؛ جاے ارباب وفا جز رہ عشقش نزوند ؛ سر عبادت گر ازیں راہ قدم باز کشے ؛

عرب کی محبت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَّالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَ كَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ دوست رکھو عرب کو تین وجہوں سے اس وجہ سے کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے پھر جو شخص ملک عرب کو اور اہل عرب کو دوست نہ رکھے یا اہانت کرے یا وہاں کے لوگوں کو بے تہذیب کہے یا سمجھے یا وہاں کے پہاڑوں کو نشیب اور فراز کو یا آب و ہوا کو یا لباس اور وضع کو یا وہاں کی کسی شے کو ناپسند کرے اسکو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں یا ضعیف الایمان اور ہوا پرست ہے

رباعی لراقمہ

تعظیم عرب عزیز از حب نبی ست
فرخندہ کسیکہ ایمن از بے ادبی ست
اخلاص بیار گر تو ایمان داری
قربان عرب شو کہ محمد عربی ست

اخلاق محمدی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی خوشخوئی سے روزہ دار اور تہجد گزار

کا درجہ پاتا ہے مگر خوشخوئی فقط اس بات کا نام نہیں کہ جو آئے اس سے آؤ بھگت کر کے ملے اور تلو پو کر کے چند گپیں اڑاوے یا کھانا کھلاوے یہ باتیں اکثر بدکاروں میں بھی ہوتی ہیں دیکھو نشہ پینے والوں میں کیسا اختلاط ہوتا ہے اور بہت پیشہ ور ایسے ہیں کہ اگر وہ یہ نہ کریں تو انکا کام نہ چلے اور مطلب حاصل نہو پھر ان باتوں کا نام مدارات ہے اور مدارات خوشخوئی اور خلق کا ایک جزو ہے اور یہ جزو بھی اسوقت ہے کہ حاضر اور غائب یکساں رہے آگے کچھ اور پیچھے کچھ نہو جیسا اسوقت میں اکثر دیکھا جاتا ہے اور پوری پوری خوشخوئی یہ ہے کہ سب کی بھلائی چاہے اور کسی کی برائی نہ چاہے اور جو بات اپنے لیے گوارا نہ کرے دوسرے کے لئے بھی نہ چاہے اور اولیا نے فرمایا ہے کہ حسن خلق کا ادنی درجہ یہ ہے کہ جو بدی کرے اسکو دعا دے اور سب کے ساتھ یہی حال رکھتا ہو اور برائیاں چھوڑ دے اور بھلائیاں اختیار کرے اور جو بات قرآن اور حدیث کے خلاف ہو جہاں تک ہوسکے اس سے بچے اور سب کے ساتھ احکام قرآن و حدیث کے موافق معاملہ رکھے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخوئی کا حال پوچھا گیا ہے آپ نے فرمایا ہے كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی آپ کی خوشخوئی قرآن کے موافق تھی رباعی لراقمہ

آمیزش و اختلاط چیز دیگر ست
اخلاق محمدی کمال بشر ست
در میدانی کہ حسن خلق ست ہمان
ایں شیوہ ز کافران ہم اندر نظر ست

ودیگر

آن خلق کہ مصطفے تمامش فرمود
آن خلق کہ ایزدش بہ قرآن بستود
مقصود ازاں تمام امر و نہی ست
تنہا ز مدارات نباشد مقصود

مولد شریف کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ مولد شریف کی محفل کرنا اور ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا محبوں کا ایمان ہے اور اگر سب میلاد کھڑے ہوکر پڑھے سبحان اللہ اور مولوی سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ اشباع الکلام فی ذکر المولد والقیام میں ان باتوں کو بہت اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے اور اسی طرح حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی مجلس کرنا اور آپ کے مصائب کا ذکر کرنا اور واقعات کربلا کا روایات صحیحہ سے پڑھنا اور رونا اور غم کرنا اور آپکا فاتحہ کرنا اور کھانا اور مٹھائی اور روپیہ اور پیسہ اور کپڑا اور جو کچھ میسر ہو اور ہو سکے

نام سے دلدد دینا موجب حسنات ہے اور میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی کا طریقہ خاص ہی صفی پور
میں اس بات کو آپ ہی نے اختیار فرمایا اور آپ ہی کے سبب سے اور لوگ بھی کرنے لگے اور آپ ہمیشہ محرم
کی آٹھویں کو ناریل اور دانہ خشخاش لڑکوں کو تقسیم فرماتے تھے اور نویں تاریخ کو مجلس کرتے تھے اور ابھی تک
معمول ہو یہ بات بیشک اور بے شبہہ باعث خوشنودی روح پر فتوح جناب رسالت مآب ہے صلی اللہ علیہ وسلم

یزید ملعون کی لعنت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اہل سنت یزید کی لعنت میں تین گروہ ہو گئے ہیں مانعین مجوزین ساکتین
مانعین یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرو یزید کا نام نہ لو مجوزین کہتے ہیں کہ یزید کا نام لینے
میں کچھ ہرج نہیں ساکتین نہ خاصکر نام لینے کو کہتے ہیں نہ منع کرتے ہیں اور یہ تینوں گروہ اپنی اپنی دلیلیں
نکالتے ہیں بہرصورت حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا میرا عقیدہ مجوزین کے
موافق ہے یزید شقی کے ملعون ہونے میں کوئی شک نہیں وہ آمر اور مستبشر ضرور تھا اور جو لوگ حضرت امام حسن
اور حضرت امام حسین علی نبینا وعلیہما السلام کے قتل میں شریک یا یزید کی خوشی سے خوش تھے وہ سب اللہ اور رسول
اللہ کے دشمن ہیں اور سب ملعون ہیں اور ہر امام کا دشمن ملعون ہے الا ہر وقت ملعون بولنا یا لعنت لعنت کہنا اہلیس
کے لئے ضروری نہیں کسی اور کا کیا ذکر

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ضریح کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ضریح یعنی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے روضہ مقدس کی نقل جو ہندوستان میں
مروج ہے شریعت سے اسکی کچھ اصل نہیں تیمور بادشاہ آپ کے مزار منور پر چند بار گیا اور ہر بار ایک ملک پر
فتح پائی اور آپ کے ساتھ اسکو ایک اعتقاد خاص پیدا ہوا اور ہر بار ملک چھوڑ کر حاضر ہونا متعذر تھا آپکے
روضہ شریف کی نقل بنوا کر ادب اور تعظیم سے رکھی جب سے اسکا رواج ہی علمائے شریعت منع فرماتے ہیں اور فقرا کا
حال اور ہی اور یہ اور نظر رکھتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب سمجھ کر چپ رہتے ہیں اور احترام سے
پیش آتے ہیں نہ بناتے ہیں نہ بنانے کو کہتے ہیں نہ منع کرتے ہیں نہ گستاخی کرتے ہیں نہ حرکات جاہلانہ کرتے
ہیں نہ منع کرنے والوں کو برا سمجھتے ہیں البتہ جو شخص ایسے الفاظ بولے کہ حضرت امام حسین کی اہانت ہو اسکی بات

کو اچھا نہیں جانتے تھے فقیر کے والد ماجد منشی محمد یحیی علی خاں علیہ الغفران حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن پنجابی لکھنوی قدس سرہ کے مرید مخلص تھے فرماتے تھے کہ بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی نے تعزیہ داری کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا والی شہر نے شہر بدر کرنے کا حکم دیا مولانا بحر العلوم کو تعمیل حکم سے پہلے خبر ہو گئی رات کو آپ ہی چل کھڑے ہوئے اور مدراس چلے گئے وہاں کا نواب سُنّی تھا اسنے استقبال کیا اور اُنکی پالکی میں کاندھا دیا اور لے گیا پھر آپ وہاں مدرس ہوئے ایک سال انگریزوں نے فسادات محرم دیکھکر استفتا کیا سب علما نے فتویٰ دیا کہ تعزیہ ناجائز ہے جب استفتا مولانا بحر العلوم کے پاس آیا آپ نے ہتیار باندھے اور ساڑھے ستر طالبعلم مدرسے میں تھے سب سے کہا کہ ہتیار بند ہو جاؤ اور فتویٰ نہ دیا اور کہا کہ اگر انگریز تعزیہ داری بند کرینگے تو ہم جہاد کرینگے حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن نے مولانا بحر العلوم سے فراغ حاصل کیا تھا ان دنوں آپ بھی مدرسے میں تھے فرماتے تھے کہ ہم بھی انکے ساتھ تین دن ہتیار بند رہے تیسرے دن وہ فرنگی جس نے استفتا کیا تھا اور حاکم تھا آیا اور کہا کہ آپ ہتیار کھول ڈالیے ہم تعزیہ داری بند نہ کرینگے تب مولانا بحر العلوم نے ہتیار کھولے حضرت مولانا عبد الرحمٰن ایسی ایسی بہت باتیں فرماتے تھے اور مولانا فضل الرحمٰن مراد آبادی کا ایک حال برادرم احمد اللہ شاہ نے اپنا دیکھا ہوا فقیر سے کہا تھا اور اسکے علاوہ بعض حالات اور فقرا کے بھی معلوم ہیں سب کا لکھنا فضول ہے اور اگرچہ علما کے نزدیک سند نہوں الا فقرا کے معتقد کو کافی ہیں باقی رہیں وہ باتیں جو فرقہ ثانی تعزیہ داری کے ساتھ کرتے ہیں وہ ایسی ہیں جن سے اہل سنت کے نزدیک ایمان باقی نہیں رہتا نعوذ باللہ منہا فقیر بھی فقرا کے اعتقاد پر ہے ؎ ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں ؛ دل بخوباں ندہد و ز پے ایشاں نرود

گاگر اور بسنت اور مزارات اولیا کے غسل کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ گاگر اور بسنت اور غسل مزار کی شریعت سے کچھ اصل نہیں البتہ گھڑوں میں پانی بھر کر سر پر رکھ کر کہیں لیجانا اور شربت کر کے فاتحہ کرنا ممنوع نہیں ہے اور اسکی اصل حضرت حسام الحق مانکپوری سے ہے آپنے ایک بار اپنے ذوق و شوق میں یہ کام کیا تھا جب سے جا بجا مروج ہے اور بسنت کے دن آفتاب برج میزان میں جاتا ہے اور آتش پرستوں کی عید کا دن ہے اسلام سے اسکو کچھ علاقہ نہیں البتہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیاے سعادت میں لکھا ہے کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں نیا پھل

لے کر آتا تو آپ اسکو شگفتہ روئی سے لیتے اور فرماتے کہ یہ چیز اس عالم سے نئی آئی ہوئی ہے مگر یہ بات کسی
دن کے ساتھ مختص نہیں اور اس قدر اور سنا گیا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کے کسی مرید محبوب نے انتقال کیا
آپ تین دن چپ رہے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق تھے آپ کو چپ دیکھ کر سراسیمہ ہوئے
فصل بہار کے دن تھے پھولوں کے گڑوے بنا کر چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ہاتھوں میں لیے ہوئے گاتے
ہوئے آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیے آپ نے اس ہیئت مجموعی اور اس نئی بات کو دیکھ کر پوچھا کہ خسرو
یہ کیا ہے اور متبسم ہوئے الا یہ بات فقیر نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی واللہ اعلم بالصواب اور غسل مزارات
کی بنیاد بھی فقیر کے علم میں نہیں ہے البتہ سنا ہے کہ جو مکانات روضۂ مقدسہ نبوی کے گرداگرد ہیں رجب ہی میں
ڈھوئے جاتے ہیں شاید یہی اصل ہو اور یہ تینوں باتیں اولیا کے مزار پر مروج ہیں گاگر کے ساتھ آتشبازی
ہوتی ہے اور روشنی اور آرائش کے کھڑوے آتشبازی ممنوع بھی ہے اور اسراف بھی اور روشنی آدمیوں کے
ازدحام میں ضروری ہے اور ممنوع بھی نہیں اور آرائش اگر حد اسراف تک نہ پہونچے تو بے تصویر کاغذ یا ابرق
کی کوئی شے بنانا یا پھول کترنا ممنوع نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تینوں باتیں اہل محبت کی ہیں اور انکی اصل
اتنی ہی ہے اور اگر آدمیوں کا ہجوم اور سب باتیں ہیئت مجموعی کے ساتھ رونق رکھتی ہوں تو شریعت اور
طریقت سے قطع نظر کرکے ایک شے باعث فروغ ہے اور اگر یہ کچھ نہیں محض دکھانے کو رسم ادا کی جاتی ہے
اور ہر جگہ اور ہر ایک کے لئے اسکی پابندی کی جاتی ہے تو سبحان اللہ وبحمدہ خواص کا کیا ذکر عوام بھی کچھ کہتے
ہیں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیر اپنے مریدوں کے دل میں سچ سچ ایسا محبوب ہو کہ وہ لوگ مبتلا ہو کر ایسی
باتیں کریں تو عند الطریقت مباح ہوگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کا حال میں شریعت
اور طریقت کے بیان میں لکھ چکا ہوں اور حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِی وَیُصِمُّ حق ہے یعنی کسی شے کی محبت تجھ کو اندھا
اور بہرا کر دیتی ہے اور ایک کی دیکھا دیکھی دوسرا کرتا ہے تو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ شریعت محض سے یہ
باتیں ثابت نہیں اور طریقت کو دیکھا دیکھی سے واسطہ نہیں حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ فرماتے ہیں پس کار
سلوک وا تصوف کار ہوس نیست کہ فلاں جامہ کوتاہ می پوشد من نیز بپوشم یا فلاں نماز بسیار میگزارد من نیز گزارم
اور جب عبادات میں یہ فرمان ہے تب ایسی باتوں کا کیا ذکر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اب رہا گانا اور باجے
ان دونوں کا عقیدہ آگے چلکر لکھونگا الا کوئی بات ہو ادب ضروری ہے ع ادب ضرور ہے قاتل کے آستانے کا

اولیاء اللہ سے انکی حیات میں اور بعد وفات انکی ارواح طیبہ سے مدد مانگنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں امر فرمایا ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی نکوکاری اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ میں اور اللہ اور رسول کی مخالفت میں مدد نہ کرو اس فرمان سے ظاہر ہی کہ اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو مدد کرنے کی قوت دی ہی اور جسکو اللہ نے ایسی قوت دی ہی اسکو مدد کرنا واجب ہی کیونکہ امر وجوب کیواسطے آتا ہی اور مدد عام ہی یعنی مدد ظاہری ہو جیسے ہاتھ یا پاؤں سے یا مال سے کسی کی مدد کرنا یا مدد باطنی جسکو دعا اور ہمت کہتے ہیں اور امور معاش میں ہو یا امور معاد میں اور اس قسم کی مدد مانگنا نہ شرک ہے نہ کفر اور فی نفسہ یہ مدد مانگنا خدا ہی سے ہی بغیر اسوجہ سے کہ خدا ہی نے امداد کی قوت پیدا کی ہی اور بعض بندوں کو دی ہی بعض کو نہیں دی اور خدا ہی نے حکم دیا ہی اور اگر اسکو شرک سمجھیں تو کون ایسا ہی کہ امرا اور سلاطین سے یا آپس میں ایک دوسرے سے امور ضروری میں مدد نہیں مانگتا عوام تو ایک طرف سب فضلا اور علما مشرک ٹھہریں گے لامحالہ یہ سمجھنا محض غلط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہی اے علی مرا ازیں جمع نگہدار و حق خدمت و نصرت بجا آر مدارج میں ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ یعنی مدد کرو تم میری اے بندگان خدا کہ جب کوئی راہ بھولے یہ کہکر پکارے اس حدیث سے چند باتیں صاف صاف ظاہر ہیں ایک تو بندگان خدا سے مدد مانگنے کا حکم دوسرے غائب کے پکارنے کا جواز تیسرے بندگان خدا کی سماعت کا حاضراً اور غائباً یکساں ہونا چوتھے انکی ذات میں اعانت اور رہنمائی کی قوت کا ہونا پانچویں ان کا ایسے کاموں پر مامور ہونا چھٹے ان کی ذات میں دور سے پہونچ جانے کی قدرت کا ہونا یا اپنے مقام سے مدد کرنے پر قادر ہونا اور اسی طرح امام جوزی اور امام سیوطی نے اپنی اپنی تصانیف میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں لکھا ہے کہ جسکا چارپایہ یا غلام کھو جائے یا بھاگ جائے تین بار پکار کر کہے یا عِبَادَ اللهِ احْبِسُوا اے بندگان خدا قید کرو تم اور یہ بات فقیر سے ایک عالم نے بیان کی تھی اور ابدال کی صفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے يُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ مدد دی جاتی ہے ان سے دشمنان دین پر مشکوۃ شریف میں ہے پس جو بات قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اس پر میرا ایمان ہے اور اسی وجہ سے مولانائے رومی نے فرمایا ہے شعر

اولیا را ہست قدرت از الہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ
شیر مرداں اند در عالم مدد — کان زماں کافغاں مظلوماں رسد

بانگ مظلومان زہر جا بشنوند	آں طرف چوں رحمت حق می دوند
آں طبیبان مرضہائے نہاں	آں ستونہائے خللہائے جہاں
محض مہر و داروی و رحمت اند	ہمچو حق بے علت و بے زحمت اند

اور مجھکو یاد ہے کہ جناب ماموں صاحب قبلہ مولوی ہدایت اللہ حکیم مرحوم ایک بار حضرت مرشد پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکی بیٹی علیل تھیں انہوں نے دعائے صحت کی اور یہ آیت پڑھی فَاسْتَعِینُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ یعنے پھر مدد مانگو تم صبر اور نماز سے اور کہا کہ اللہ جل شانہ نے صبر اور صلوۃ سے مدد مانگنے کا حکم دیا پھر اولیاء اللہ سے مدد مانگنا کیونکر ناروا ہو سکتا ہے وہ تو سراپا خیر و برکت ہو جاتے ہیں اور پھر یہ حدیث پڑھی اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ یعنی جب حیران ہو تم کاموں میں پھر مدد مانگو تم اصحاب قبور سے اور جناب حکیم صاحب نے علم حدیث کی سند مرزا حسن علی محدث رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی اور شاید حکیم صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ فاستعینوا کو فاعتبروا کے معنی میں قرار دیتے ہیں یعنی اعتبار حاصل کرو تم یہ طرز کلام سے بعید ہے اور اگر کوئی کہے کہ جن کا ایمان اور نجاۃ آخرت منصوص ہو جیسے انبیا علیہم السلام یا اہلبیت نبوی یا وہ اصحاب جو قطعی جنتی ہیں ان سے استعانت کر سکتے ہیں ہر ولی سے نہیں کر سکتے اس وجہ سے کہ اولیا و بالعموم منصوص ہیں فرداً فرداً نام لیکر کسی کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے اگرچہ ظن غالب ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو کچھ منصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے ہی اور آپ نے بالعموم فرمایا ہے کہ جسکا خاتمہ کلمہ طیب پر ہو جنتی ہے پھر جس کی ساری عمر پرہیزگاری اور نکوکاری میں گذری اور اسکا خاتمہ کلمہ طیب پر یا درود پر یا اسمائے حسنی میں سے کسی اسم پر ہو اسکے جنتی قطعی ہونے میں کیا شک جیسے حضرت مولانا سید عبد الرحمن قدس سرہ کہ آپنے آٹھ دن پہلے سے خبر دی تھی کہ جمعہ آئندہ کو ہمارا وصال ہوگا اور ایسے ہی اکثر اولیا کے حالات اور واقعات وفات اسوقت کے اچھے لوگوں کی کتابوں سے اور اُن کی شہادت سے واضح ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا ہے اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللہِ فِی الْاَرْضِ یعنی تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں پھر اگر ایسے لوگوں کو واسطہ کرکے کہے کہ الٰہی بحرمت فلاں ولی کے میری حاجت روائی کر یا اس کو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور متصرف بقدرۃ اللہ فی ملک اللہ سمجھکر خود اسکی طرف متوجہ ہوکر کہے کہ اے فلاں اے ولی خدا میری حاجت روائی کر تو دونوں طرح سے میرا ایمان ہے میرے اعتقاد سے اس بات میں نہ شرک ہے نہ کفر

ہرکرا با تو نسبتی ست درست ... بر در ہر کہ رفت بر در نسست

شرک اور کفر جب ہے کہ اولیا کو اللہ سے اور اللہ کو اولیا سے الگ سمجھ کر غیریت کے ساتھ انکو قادر بالذات سمجھے اور صاحب ایمان کسی طرح یہ عقیدہ نہیں کرسکتا نہ شریعت سے نہ طریقت سے مولانا فرماتے ہیں ؎

اولیاء اللہ واللہ اولیا ... ہیچ فرقے درمیان بنو و روا
گر تو اے دل اولیا را یافتے ... بالیقین میدان خدا را یافتے

اور بیشک یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنا حق اور صحیح ہے اور ہر ولی متصرف اللہ کی قدرت سے حاجت روائی کرسکتا ہے حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعا را اور امام محمد غزالی نے فرمایا ہے کہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حالت حیات واستمداد کردہ شود بوے بعد وفات اور شیخ احمد بن برزوق ملک مغرب کے مقتدا اور بڑے عالم ہیں انھوں نے شیخ ابو العباس خضری کا پوچھنا اور اپنا جواب دینا اور ان کا قبول کرنا لکھا ہے کہ احیا کی اعانت سے اموات کی اعانت قوی تر ہے کہ وہ ہر وقت حضرت صمدیت میں ہیں اور حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں کئی جگہ اس بات کو تفصیل کیا ہے خاصکر اسرار کے ذکر میں اور جذب القلوب میں بھی دو تین جگہ ذکر کیا ہے اور مولانا عبد العزیز نے تفسیر عزیزی میں اور سب تقریر لکھکر لکھا ہے در حقیقت ایں نوع استعانت بہ غیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر اور صاحب زاد اللبیب فی سیر الحبیب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور شیخ الاسلام دہلوی نے کَشْفُ الْغِطَاءِ عَمَّا لَزِمَ لِلْمَوْتیٰ عَلَی الْاَحْیَا میں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے کشف صدور میں اور سب مشائخ معتبر اور صالحین سلف سے ایسا ہی منقول ہے ؎ ایں زمیں پست و آں چرخ بلند

برقرار از ہمت پیران ماست

مرشد کے پانوں چومنے کا اور اولیا کے مزاروں کے چومنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مرید اپنے پیر کی پابوسی کریگا اسطرح کہ منھ کو پانوں پر رکھکر چومے یا دونوں ہاتھوں سے پانوں کو چھوکر چومے یا ایک ہی ہاتھ سے ان تینوں صورتوں میں جھکنا ضرور پڑیگا یہ جھکنا نہ سجدۂ تعبدی ہے نہ سجدۂ تعظیمی اسواسطے کہ عمل بے نیت نہیں ہوسکتا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اور اگر کوئی بوسہ نہ دے اور سر ہی رکھ دے تو مقصود یہ ہے کہ آپ کے پانوں ہیں اور ہمارا سر سجدہ مقصود نہیں اور یہ فعل مشائخ سلف کے عہد سے ہوتا چلا آتا

ہے حضرت سلطان المشایخ محبوب الٰہی کے ملفوظ ہیں بابا فرید قدس اللہ سرہما کی حضور میں مریدوں کا یہ کام کرنا صراحت سے مذکور ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد جن کو شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حافظ حدود شریعت لکھا ہے وہ مجمع السلوک میں اپنا فعل حضرت مخدوم شاہ مینا کے حضور میں لکھتے ہیں کردر پائے ہی افتادم اور اسکی سند یہ ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آئے تو وہ لوگ جمال مبارک کے نہایت مشتاق تھے انھوں نے اپنے دلوں کی بیتابی ظاہر کی اور سواریوں سے کود پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک اور دست مبارک پر بوسہ دیا اور آپ نے انکے سر کو پاؤں سے نہ اٹھایا اور منع بھی نہ کیا شیخ محدث نے مدارج میں لکھا ہے وآوردہ اند کہ چوں آں گروہ بملازمت شریف آنحضرت رسیدند وجمال باکمال اودیدند از مراکب بر زمین افتادند ودست وپای شریف او را بوسہ دادند وداد عاشقی وشوق دادند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کردہ ایشاں را براں منع نکرد وازاں در فتح طائف کے بعد انصار رضی اللہ عنہم کے حال میں لکھا ہے وپیران وبزرگان ایشاں گریہ ہا کردند وبہ تقبیل دست وزانوے آنحضرت سرفراز گشتند اور مجھکو یاد آتا ہے کہ کسی مقام پر شیخ محدث نے انھیں دونوں باتوں میں سے کچھ لکھکر لکھا ہے ومشایخ کہ تجویز پای بوسی کردہ اند شاید از ہمیں جاست اور قبر پر بوسہ دینے میں بھی یہی صورت ہے اور ماں باپ اور استاد کی قبر پر بوسہ دینا روایات میں موجود ہے اور جائز ہے مرقاۃ میں اور شیخ کی شرح مشکوٰۃ میں اور معدن المعانی اور خزانۃ الروایات میں لکھا ہے اور قبر پر بھی وہی ادب چاہیے جو صاحب قبر کے زندگی میں کیا جاتا ہو زاد اللبیب میں ہے گفتہ اند علما کہ زیارت میت مانند زیارت زندہ است چوں روبرو شدن وحرمت داشتن ونگہداشتن ادب پس دلالت میکند برانکہ آں میت حکم زندہ میدارد اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس نبوی پر حاضر ہونا لکھ کر لکھا ہے وروے نیاز برخاک مالید بہر صورت میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فعل اگرچہ صورت سجدہ رکھتا ہے الا سجدہ نہیں ہے اور جزاے اعمال نیت پر ہے اگر کوئی شخص قبلہ رو ہو کر نیت نماز نہ کرے اور ہاتھ باندھکر ارکان نماز ادا کرے تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگرچہ صورت نماز پیدا ہوگی اور اسی طرح اولیاء کے مزار کا طواف کرنا اور شے ہے اور بیت اللہ کا طواف اور ہے مولوی ولی اللہ محدث نے رسالہ انتباہ میں کشف القبور کے طریق میں لکھا ہے تو بعدہ ہفت کرت طواف کند ودراں تکبیر خواند وآغاز از دست راست کند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد وَفِیْ دَسْتُوْرِ الْقُضَاۃِ مِنَ الْمُلْتَقَطِ وَ اِنْ کَانَ قَبْرُ عَبْدٍ صَالِحٍ یُمْکِنُہٗ اَنْ یَّطُوْفَ حَوْلَہٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَعَلَ ذٰلِکَ کَذَا فِیْ خِزَانَۃِ الرِّوَایَاتِ

وَزَادُ اللَّبِیْبِ وَوَسِیْلَۃُ الْقُلُوْبِ اور دستور القضاۃ میں ملتقط سے ہے کہ اگر کسی بندہ صالح کی قبر ہو تو ممکن ہے کہ تین بار اسکے گرد گھومے ایسا کیا گیا ہے اور خزانۃ الروایات اور زاد اللبیب اور وسیلۃ القلوب میں بھی ایسا ہی ہے فتاویٰ برہنہ میں ہے اما طواف گور صلحا سہ بار رواست کَذَا فِی الْمَطَالِبِ وَمُحِلِّ الطَّالِبِیْنِ اور یہ حدیث لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ یعنی لعنت کرے اللہ یہود اور نصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنایا خاص ان لوگوں کے حق میں ہے جو قبر کی طرف منھ کر کے صاحب قبر کی تعظیم سوچکر نماز پڑھیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن حجر ہاشمی مکی کی شرح سے اپنی شرح مشکوۃ میں لکھا ہے دایں بر تقدیر یست کہ نماز گزارد بجانب قبر از جہت تعظیم وے کہ آں باتفاق حرام ست اور ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ اللہ میری قبر کو وہ بت جو پوجا جائے یعنی جیسے یہود اور نصاریٰ اسطرف نماز پڑھتے ہیں ویسا میری امت نہ کرے خلاصہ یہ کہ سلف میں اکثر پیر اور اکثر مرید جو علما تھے ان سے ایسی باتیں مروی ہیں اور علماے ظاہر بعضے عوام کے خیال سے تغلیط سخت کرتے رہے ہیں اور بعضوں نے جانبین پر نظر کر کے افراط اور تفریط کو دفع کیا ہے اور تمسک سب کا قرآن اور حدیث سے ہے اور میں اپنا عقیدہ لکھ چکا

اولیا کے مزاروں پر گنبد بنانے کا اور چادر وغیرہ ڈالنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اولیا کے مزارات پر جو عمارت بنائی جاتی ہے روا ہے حرمین شریفین میں ایسی عمارتیں موجود ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قبہ اور حضرت امام مالک کا اور فاطمہ بنت اسد کا اور علیٰ ہذا القیاس اور جس بات کو علماے حرمین شریفین نے قدیم سے جائز کیا اور تعرض نہ کیا اور پاس ادب سے سکوت کر کے مسائل فقہی میں منع کرنے کے سوا خاصکر اس باب میں کوئی کتاب مثل وہابیہ نہ لکھی بیشک اس بات نے حکم جواز پیدا کیا مولانا سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مرشد پاک نے صفی پور میں طلب فرمایا تھا اور فقیر کے سامنے اُن سے ایک شخص نے یہ بات پوچھی تھی اور انھوں نے یہی فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ خاصکر ہندوستان میں ضرور چاہیے یہاں ہندوں کے مٹھ بہت ہیں انکے مقابل ان گنبدوں سے اولیا کی شوکت جبروتی ظاہر ہوتی ہے اور اسوقت حضرت مرشد پاک بھی تشریف رکھتے تھے اور اسی طرح چادروں کا ڈالنا یہ بھی وہاں موجود ہے اور اسی طرح روشنی کرنا یہ بھی ہر رات وہاں دستور ہے اور اسی طرح

پھولوں کا چڑھانا اب میں ان باتوں کی سند بعض کتابوں سے لکھتا ہوں فتاوائے برہنہ میں لکھا ہے گل و ریحان بر قبر نہادن نیکوست کہ تا تر است تسبیح میگوید میت ازاں انس میگیرد و ازینجا گفتہ اند کہ گیاہ تر از قبر دور نشاید کرد و ہر چند گیاہ تر بود اثر رحمت بیشتر باشد و تصدق بقیمت گل اولیٰ تر اور مولانا نور الحق دہلوی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزرنا اور شاخ خرما ان پر نصب کرنا لکھ کر لکھا ہے و آنکہ گل انداختن بر قبرہا متعارف شدہ است ہمیں سند آں می تواند شد واللہ اعلم از شرح بخاری اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے سفر السعادت کی شرح میں لکھا ہے آنچہ مصنف ذکر کردہ است حق است و احادیث صحیحہ دریں باب وارد و داخل سنت ست در زمان نبوت و خلفائے راشدین و صحابہ ہمیں بود و لیکن بعد ازاں ایں تکلفات در مقابر پیدا شد و مفاخرت و مباہات بداں راہ یافت و در آخر زماں بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشایخ و عظما رضی اللہ عنہم اجمعین دیدہ چیزہا افزودند تا ازانجا ابہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پدید آید خصوصًا در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان ایں مقامات باعث انقیاد ایشان ست و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بود و در آخر زماں از مستحسنات گشتہ و اگر جہال و عوام چیزے کنند یقین کہ ارواح بزرگان ازاں راضی نخواہد بود و ساحت کمال ایشاں منزہ است ازاں کنز الدقائق فارسی کے محشی نے یہ عبارت لکھ کر لکھا ہے چنانچہ انداختن غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغ وغیرہ کہ بر مزارہائے اولیا می کنند جملہ از مستحسنات اند کَمَا فُهِمَ مِنْ كَلَامِ الشَّيْخِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی جیسا شیخ کے کلام سے سمجھا گیا ہے اللہ کی رحمت ان پر یہ کنز دہلی کی چھپی ہوئی ہے اور سنہ اٹھارہ سو ستر عیسوی میں چھپی ہے اور نام مطبع انجم افروز ہے

خدا کے طالب کو مرشد کی تلاش کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ خدا کے طالب کو بیعت ارادت فرض ہے اور علی العموم سنت موکدہ ہے اور خط کے توسل سے بھی درست ہے جیسا حضرت مولانا سید عبد الرحمن قدس سرہ نے فرمایا ہے اور قرآن پاک میں ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور یہ وہی بیعت ہے جسکے حق میں فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی ہر آئینہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے اور میرے مرشد پاک بیعت کے وقت اس آیت کو مرید سے

پڑھواتے تھے اور مشایخ طریقت کا اتفاق ہے کہ خدا کی راہ بے مرشد کامل مل نہیں سکتی اور سب نے لکھا ہی
مَنْ لَا شَیْخَ لَهٗ فَشَیْخُهُ الشَّیْطَانُ یعنے جسکا کوئی پیر نہیں پھر اسکا پیر شیطان ہے اور مجمع السلوک میں
حضرت ابو علی دقاق کا فرمان لکھا ہے کہ جو مرید نہو اور خدا جوئی کرے وہ خدا پرست نہیں ہوا پرست ہی
اور مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎ مولوی ہرگز نشد مولائے روم ٭ تا غلام شمس تبریزی نشد ٭ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً
یعنی جو مرا اور اُسنے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا پھر ہر آئینہ مرا وہ جاہلیت کا مرنا فقیر کی سمجھ میں امام زمان
سے خاص علم ظاہر کا امام مراد نہیں اس وجہ سے کہ علمائے ظاہر علم کے سبب سے مشہور اور معروف ہوتے
ہیں ان کے لیے پہچاننے کی حاجت نہیں ہوتی اگر یہ مراد ہوتی تو لَمْ یَعْرِفْ کی جگہ لَمْ یُدْرِكْ فرماتے
یعنے جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو دریافت نہ کیا یعنی اسکے پاس نہ پہونچا لامحالہ امام زمان وہ شخص
ہے کہ زمانہ اسکا محکوم ہو اور وہ زمانے پر حاکم ہو جیسے امام حاکم ہوتا ہے یعنی ابو الوقت ہو اور جو زمانہ آجائے
مثلاً صبح سے شام ہو یا شام سے صبح ہو وہ شخص مقتضیات زمانہ کا پابند نہو اور بے تردد ہر زمانے میں
خدا کو یاد کرے اور اسکا کوئی زمانہ یاد خدا سے خالی نہو اور میں یہ بات فقرائے کامل کے بیان میں لکھ چکا ہوں
یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ اور طالب صادق جب اعتراض اور انکار سے قطع نظر
کر کے اخلاص کے ساتھ چند آدمیوں کی صحبت میں رہ کر خدمت کریگا اور اپنے مطلب کو سمجھتا رہیگا تو
ضرور پہچان لیگا اور فقیر کے نزدیک اس صحبت اور خدمت کے واسطے کم سے کم تین چلے رات دن نہایت
ہوش کے ساتھ چاہیے کہ ہر قسم کے حالات سے اطمینان ہو جائے اور اگر جلد معلوم کرلے تو فہو المراد اور میں
اقرار کرتا ہوں کہ یہ معنی میرے مرشد پاک کی طرف سے میرے دل میں آئے باقی معنی ظاہری علما جانیں
اور بیعت ارادت میں سلک صحیح کا ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ متصل کا مسلسل ہونا کل مشایخ
کے نزدیک واجب ہی جس طرح علم حدیث میں تسلسل سماعت اور وہ بیعت جو بعض علما بعض لوگوں سے لیتے ہیں
اور خود مرید نہیں ہوتے وہ بیعت اطاعت ہے اسکو ارادت اور طریقت سے واسطہ نہیں یہ وقت بہت نازک
ہے صاحب علم اور حاجی اور حافظ اور عابد مل سکتے ہیں مرشد کامل کا ملنا سخت دشوار ہے اور میرے مرشد کا
فرمان ہے پانی پیجیئے چھان کے اور مرشد کیجیے جان کے ؎ اے بسا ابلیس آدم روی ہست ٭ پس بہر
دستے نباید داد دست ٭ پیران طریقت نے جو مرشد کی شرطیں فرمائی ہیں اور انکی تصنیفات میں دیکھی جاتی

ہیں کہیں پائی نہیں جاتیں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ میرے مرشد پاک نے تین شرطیں ارشاد کی ہیں مسلک صحیح
شرع شریف کا اتباع مذہب اہل سنت بے تعصب اور گاہ گاہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جو مردے کو جلا سکے وہ پیر
ہونے کے قابل ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ دل مردہ کو زندہ کر سکے حدیث شریف میں ہے مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ
لَا یَذْکُرُہٗ کَمَثَلِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ اور شمائل اتقیا میں رسالہ تمیمیہ سے لکھا ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے پہلے
طالبان خدا مشائخ وقت کی خدمت میں رہتے تھے حضرت جنید رضی اللہ عنہ مجتہد ہوے اور سید الطائفہ
کہلائے آپ نے طریقہ بعیت اور طریقہ خرقہ پوشی جاری فرمایا اور مقرر کر دیا جب سے ابتک کل مشائخ اور فقرا
اولیا انکے تبع ہیں اور میرے اعتقاد میں وہ تینوں باتیں جو میرے مرشد پاک نے اس جاتے ہوے وقت
کے مناسب اکثر فرمائی ہیں بہت ضروری ہیں اگراور کمالات اور مشاہدات اور مکاشفات نہو نہ سہی جسکو ایسا
آدمی مل جائے غنیمت ہے اور اگر اسکے ساتھ علم وغیرہ بھی رکھتا ہو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور وحدت وجود کا
قائل ہونا اور سماع کا سننا خلاف شرع نہیں ہے ان دونوں کا ذکر آگے چلکر کرونگا اور کسبیوں کا بے نکاح مرید کرنا
یا جو عورتیں کوچہ گرد اور بے قید ہوں اور شوہر وار نہوں انکا بے نکاح مرید کرنا شریعت کا استخفاف ہے جبتک
نکاح نہ کریں اور مقید نہوں ہرگز نہ چاہیے البتہ اگر دعا یا تعویذ کی طالب ہوں کر دینا چاہیے اسمیں دریغ کرنا فقر
کے خلاف ہے فقر کو دلجوئی واجب ہے یہ دونوں باتیں حضرت مرشد پاک کی فرمائی ہوئی ہیں اور جو کسبیاں
بوڑھی ہوکر کام سے گذر گئی ہوں اور دلالہ نہوں یا جو عورتیں بے شوہر اور کوچہ گرد اور بے قید ہوں الا بڑھاپے سے
ان پر کسی بات کا احتمال نہو اگر وہ توبہ کریں تو مرید کر لینا چاہیے اور ایسے حال میں توبہ سے باز نہ رکھنا چاہیے اور
ہدایت کرنا چاہیے کہ دلالہ پن نہ کریں اور وہ آیت جسمیں عورتوں کے مرید کر لینے کا حکم آیا ہے اسمیں تفصیل ہے کہ شرک
نہ کریں اور چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں اور افترا نہ کریں اور یہ آیت سب عورتوں کے واسطے آئی ہے اگرچہ پردہ دار
ہوں پھر جو کسبیاں ہوں یا کوچہ گرد اور بے قید اور بے شوہر انکے مرید کرنے میں زیادہ احتیاط چاہیے اور نابالغ کا
مرید کرنا درست ہے اگر اسکا وارث مرید کرا لے یا اجازت دے بے اسکے درست نہیں پھر اگر وہ بالغ ہوکر انکار
نہ کریگا تو بیعت قائم رہے گی اور اگر معتقد نہ رہیگا تو باطل ہو جائیگی اور یہ مسئلہ ہو بہو دلیسا ہے جیسا نابالغہ کے نکاح
کا مسئلہ اور جو لوگ بیعت کے بعد گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں انکی ارادت میں نقصان نہیں آتا جب تک پیر سے
نہ پھر جائیں جس طرح کوئی مسلمان اسلام سے باہر نہیں ہو سکتا جب تک حضرت محمد رسول اللہ کی رسالت کا اقرار
کرتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو توبہ کرنا اور گناہ سے باز آنا کافی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

ہر آئینہ اللہ سب گناہوں کو بخش دیگا

خلافت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ خلیفہ بنانا اور خلافت دنیا سنتِ الٰہی ہے خلیفہ کے معنی نائب اور خلافت کے معنی کسی کو اپنی جگہ پر قائم کرنا قرآن مجید میں ہے اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ اور سنت انبیا علیہم السلام ہے یہ حدیث شمائل الاتقیا میں ہے مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ فَهُوَ خَلِیْفَتِیْ وَخَلِیْفَةُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ اور شمائل الاتقیا میں یہ بھی ہے کہ خلافت دو قسم پر ہے خلافت حقیقی خلافت مجازی رسالہ رموز سے منقول ہے اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً بعد ازاں خلافت بر دو نوع شد یکے خلافت ظاہر کہ بہ سلاطین وولات وقضات رسید کہ اَلسَّلَاطِیْنُ خُلَفَاءُ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْوُلَاتُ وَالْقُضَاتُ خُلَفَاءُ السَّلَاطِیْنِ دوم خلافت ظاہر و باطن کہ بمشائخ برحق و مرشدان مطلق رسید تا بندگان خدا را بسوی خدا ارشاد و ہدایت کنند کما قال اللہ تعالیٰ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے حضرت سید محمد گیسو دراز کے ملفوظ سے انھیں دونوں قسموں کو خلافت صغری اور خلافت کبری لکھا ہے جیسا عقیدہ ولایت میں اوپر گزر چکا اور خلافت صغری کو اصحاب ثلثہ سے متعلق لکھا ہے رسالہ رموز کی عبارت میں اور ملفوظ کی عبارت میں تنقیص واقع ہوتی ہے اصحاب ثلثہ سلاطین داخل ٹھہرتے ہیں اور یہ بات سراسر حدیث صحیح کے خلاف ہے جو رسالہ رموز کی عبارت میں گذر چکی ہے اسوجہ سے کہ اس حدیث کا پارہ آخر یہ ہے ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا یا دشاہی کو تیس برس کے بعد فرمایا ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے اور کیسے ہو سکتا ہے کہ اصحاب ثلثہ جنکے فضائل پر احادیث صحیحہ ناطق ہیں سلاطین میں داخل کیے جائیں اور ارباب سلاسل کے سلسلے بھی انسے ملے ہوئے ہیں فرق ہو تو یہی کہ ان سے مروج کم ہیں لیس عند التطبیق کہا جا سکتا ہے کہ انکے وقت میں انتظام ظاہر بہت رہا اور امور ظاہر پر بہت لحاظ رکھا گیا اس سے خلافت صغری کا لفظ بولا گیا اور عند التامل اسکے سوا اور کچھ مقصود نہیں خلفا اربعہ رضی اللہ عنہم خلافت ظاہر اور خلافت باطن دونوں رکھتے تھے آدم بر سر مطلب اب سمجھنا چاہیے کہ خلافت ظاہر جو سلاطین اور ولات اور قضات کو پہونچی ہے اسکے لیے بیعت اور اجازت اور سلک صحیح ضرورت نہیں اسلیے کہ فقط شرائع سے علاقہ رکھتی ہے اور جو خلافت مشائخ اور اولیا کو پہونچی ہے اسمیں یہ باتیں ضروری ہیں کہ فیوض باطن سے متعلق ہے اور سلوک طریقت بی مرشد

ممکن نہیں اسپر مشائخ کبار کا اتفاق ہے اور طریق فقر میں بیعت کو اور سالک صحیح کو اور اجازت درست کو اس قدر دخل ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر نے فرمایا ہے وآنانکہ سلسلہ اجازت ایشان صحیح است بایشاں ہم ارادت آوردن واز دست ایشاں شربت توبہ چشیدن جائز ست اگرچہ بر سرحد کمال نرسیدہ باشند پھر جو شخص کسی صاحب سالک صحیح کے ہاتھ پر بیعت نہ کرچکا ہو اسکو خلیفہ بنانا اور خلافت دینا کل مشائخ طبقات کے نزدیک درست نہیں اور جو شخص کسی ایک صاحب سلسلہ کا مرید ہو چکا ہے وہ اپنے پیر سے بھی خلافت پا سکتا ہے اور پیر کے سوا اور بزرگوں سے بھی لے سکتا ہے اور وہ دے سکتے ہیں اور مشائخ اسپر عمل کرتے آئے ہیں اور جسنے بزرگ سے خلافت پائی ہو وہ اسکا جانشین اور صاحب سجادہ ہے اگرچہ اسکی خاص جگہ پر قیام نہ رکھتا ہو بلکہ جہاں بیٹھے گا وہ جگہ اسی بزرگ کی ہے اور وہ اسکا نائب ہے الا مشہور اور معروف یہ ہے کہ جو بزرگ اپنے خلفا میں سے کسی ایک کو خاص اپنی جگہ پر قائم کرے لوگ اسی کو صاحب سجادہ اور جانشین کہتے ہیں اور تحقیق وہی ہے جو اوپر لکھا گیا دیکھو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں رہے اور خواجہ ہند حضرت معین الدین چشتی اجمیر میں اور آپنے فرمایا ہے کہ خلافت سجادہ بقطب الدین دادیم یہ آپکے ملفوظ میں ہے اور اسی طرح حضرت محبوب الٰہی دہلی میں اور مخدوم علی صابر کلیر میں اور حضرت بابا صاحب پاک پٹن میں اور شک نہیں کہ یہ حضرات خلافت سجادہ رکھتے ہیں اور اقسام خلافت کی تفصیل ذیل میں لکھی جائیگی اور خلافت کے لیے اجماع اور اعلان ضروری ہے اور خاص و عام کا جان لینا اور مان لینا شرط ہے خفیہ ٹھیک نہیں کہ کوئی جانے اور کوئی نہ جانے شمائل الاتقیا میں اصول شاشی سے منقول ہے واجماع شرط اعظم و رکن اوثق است ویکے از ادلہ شرع است پس آں خلافت خلاف نباشد و ہدایت کردن او بر بندگان خدائے تعالیٰ ضلالت نبود الاجماع حجۃ لقولہ علیہ السلام لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ اور خلافت تکمیل کو کسی کے ساتھ تخصیص نہیں ہے مرید جانے اور مرشد ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسکو کوئی بزرگ خاص اپنی جگہ پر قائم کرے کامل اور مکمل کر دے اور اوروں کو بھی کر دے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکو نہ کرے اور وں کو کر دے الا فقیر کی سمجھ میں جو خلیفہ کسی بزرگ کی خاص جگہ پر ہو اس جگہ کی عظمت سے بڑے بھائی کے مثل ہے اگرچہ خلافت تکمیل نہ پائی ہو اور فضائل میں اور خلفا سے کم ہو مگر امیر کا حکم رکھتا ہے جس طرح کسی کا چھوٹا بھائی فاضل ہو اور وہ نہو تو اسکا ادب چھوٹے سے ساقط نہوگا البتہ جو دین کی بات کسی طرح اور کسی تاویل سے درست نہو گی اسمیں اسکا اتباع نہ کیا جاویگا اور اس خلیفہ کے لیے جو خاص جگہ پر ہوگا یہ بھی ضروری ہے کہ سوم کے روز اسکو مرشد کا خرقہ پہنایا جائے یا جس خاندان میں جو خرقہ معین چلا آتا ہو پہنایا جائے خواہ سر پر رکھدیا جائے یہ دستور

علے رؤس الاشہاد ابھی تک باقی ہے

اصل خرقہ یعنی خرقہ کس چیز کو کہتے ہیں

شمائل اتقیا میں راحت المحبین سے منقول ہے فاما خرقہ عبارت از پارہ جامہ است یعنی پوشندہ خرقہ را دل پارہ پارہ و نفس شکستہ باید تا خرقہ بر سرش بر خرقہ زیبد و خرقہ اشارت بسوختگی وار دو باطن ہر کہ باتش محبت الٰہی متحرق شدہ باشد خرقہ بر سرش خرقہ گردو ہر کہ حقیقت خرقہ نداند وازاں منکر شود زندیق باشد اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خرقہ کلاہ کو کہتے ہیں اور یہ فقرا کی اصطلاح ہے اور لطائف اشرفی میں بہت صاف ہے اَلْمُرِیْدُ لَا یَکُوْنُ مُرِیْدًا حَتّٰی لَا یَاخُذُ الشَّیْخُ یَدَہٗ وَلَا یَقْطَعُ شَعَرَہٗ وَلَا یُعْطِیْ خِرْقَتَہٗ ومراد از خرقہ کلاہ یا پارہ جامہ باشد خلاصہ یہ ہے کہ خرقہ لباس کو کہتے ہیں عبا ہو یا پیراہن یا کلاہ یا چادر وغیرہ الاخاصۃً کلاہ ہے اس وجہ سے کہ کلاہ سر کا لباس ہے اور سر تمام بدن میں مرتبہ اعلیٰ رکھتا ہے لامحالہ اسی کا لباس عطا کیا جاتا ہے اور خصوصیت اسی کو ہے اور یہی مروج ہے اور اگر کوئی پیر اپنے کسی مرید کو کوئی اور لباس بھی عنایت کرے تو مزید کرم ہے اور زمانہ قدیم میں کملی کا خرقہ اور گدڑی کا خرقہ بھی مروج رہا ہے اور پہنایا گیا ہے مشائخ کبار کی کتابوں سے ظاہر ہے الّا اب مروج نہیں ہے

اقسام خرقہ یعنی خرقہ کس کس کو کس کس غرض سے دیا جاتا ہے

شمائل اتقیا میں فوائد العقاید سے منقول ہے خرقہ پنج ست اوّل خرقہ ارادت است کہ پیر روز بیعت مرید را بدہد و بصلاح و تقویٰ در آرد دوم خرقہ محبت است کہ پیر بعد از ارادت مرید را کلاہ یا جامہ بر شفقت دہد آں جامہ نیز از نعمت خالی نباشد سوم خرقہ تبرک ست کہ شیخ جز مرید دیگرے را بالتماس آں کس عطا کند چہارم خرقہ صحبت است آنکہ شیخ در حالت حیات خود بسبب بعد مسافت مرید را قابل نعمتہائے دیگر داند بہ شیخے کامل صحبت فرماید تا او ضائع نماند و بداں نعمتہا رسد و تواند کہ در خواب ہم مرید را اشارت فرماید تا صحبت آں شیخ کند پنجم خرقہ حقیقی است کہ شیخ بمرید خاص دہد و مصالح ظاہر و باطن دینی و دنیاوی آں مرید را از قلیل و کثیر متکفل شود و بر خود لازم نماید تا آں مرید را بحق رساند فاما کسے نداند کہ شیخ وقت ارادت آوردن ازیں پنج خرقہ خرقہ حقیقی بہر کہ میدہد کہ آں میان شیخ و حق ست و تواند کہ اگر مرید قابلیت ازلی دارد ہم در روز ارادت خرقہ حقیقی بدہد گرہ بتدریج بکمالیت رساند بعدہ خرقۂ حقیقی دہد اور لطائف اشرفی میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر کا فرمان لکھا ہے اور وہ سب بعینہ اسی کے مطابق ہے

الا خرقہ محبت میں اس قدر اضافہ ہے کہ دو بزرگ آپسمیں بھی ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں اور خرقہ تبرک کا ذکر صراحت کے ساتھ ہی وہ یہ ہی تقریباً می فرمودہ اند کہ حضرت شیخ احمد کمبو بر شیخ نظام الدین رفتہ طاقیہ التماس نمود ایشان دادند و بیعت نکردند چوں حضرت شیخ نظام الدین سفر آخرت کردند شیخ احمد بر شیخ نصیر الدین محمود آمد فرمودند ہماں لبس ست و جمعے از صوفیان کہ در ملازمت بودند بیکدیگر در بحث در آمدند کہ طاقیہ تبرک خواہد بود بے بیعت ارادت درست نمی شود حضرت ایشان ہم در تتبع ایں مسئلہ شدند و با کابر دہلی استفسار کردند و بکتب مشائخ رجوع نمودند بعد از تتبع و استفسار مشائخ و اطلاع بکتب و رسائل صوفیان راسخ قرار براں یافت کہ بے بیعت ارادت درست نیست و آں کلاہ تبرک خواہد بود راحت المحبین اور لطائف اشرفی کے بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ارادت یعنی مرید ہونا بے بیعت درست نہیں اور خرقہ تبرک یعنی کلاہ وغیرہ جو شخص کسی کا مرید نہو اسکو بھی دیا جاتا ہے جیسا حضرت نظام الدین اولیا نے شیخ کمبو کے ساتھ کیا فائدہ اب خرقہ ارادت اور خرقہ محبت اور خرقہ صحبت کم مروج ہے اور ایسے ہی تسبیح اور عصا اور مصلی کا دینا الا کوئی اگر کرے تو طریقت کے اندر ہی اور میرے مرشد برحق حضرت خادم صفی محمدی پہلے کلاہ سر مبارک پر رکھکر اپنے دست مبارک سے مرید کے سر پر رکھتے تھے پھر موترائی فرماتے تھے پھر شربت نوش فرما کر پلاتے تھے اور مثال عنایت کرتے تھے اور حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن اجازت دیکر شجرے پر یا مرید کی کسی کتاب پر یہ فقرہ لکھ دیتے تھے اجازت داد فقیر عبد الرحمٰن فلاں را اجازت عامہ و تامہ اور حال معلوم نہیں فائدہ مولانا عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی کے فتاوے میں چار صورتیں لکھی ہیں جن سے خلافت قائم ہو جاتی ہے اور ماننے کے قابل ہوتی ہے پہلے کسی کا کسی کو خلافت دینا دوسرے کسی کے لیے خلیفہ بنا لینے کی اجازت دے جانا تیسرے کسی بزرگ کے بعد ثقات موجود کا کسی کو اسکی جگہ پر قائم کرنا چوتھے کسی کا اپنی قوت سے کسی کی جگہ پر قائم ہو جانا اور اوروں کا دب جانا الا قابلیت خلافت سب صورتوں میں ضروری ہے اور یہ بھی ہے کہ خلافت ارث نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ ان چاروں صورتوں میں خلیفہ کو معزول کرنا اور جگہ سے اٹھانا نہ چاہیے فائدہ اوپر کے بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی بزرگ نے کسی کو خلیفہ کیا اور اسکی جگہ خالی ہے پھر اگر چند آدمی مل کر اسکو جانشیں بنالیں یا وہ خود بیٹھ جاوے تو ماننے کے قابل ہے اور اوروں اسکی جانشینی مسلم اور صحیح ہو گی مخالفین ناواقف کا تعرض اور انکار کوئی شے نہیں نہ عند الشریعت نہ عند الطریقۃ غور کر کے سمجھ لو کہ خلافت حاصل رہی ہے اور جانشینی انتظام ظاہر کے لیے ہے اسکا بھی مستحق وہی ہے اس جگہ پر دوسرا اسکے برابر نہیں فائدہ اگر کسی بزرگ کے خاندان میں باپ سے بیٹا اور بیٹے سے

پوتا اور پوتے سے برابر بیعت کرتا آیا ہے اور سب ایک دوسرے سے اجازت اور خلافت پاتے آئے ہیں اور کسی ایک جد اعلیٰ کا خرقہ سب کو سوم کے روز پہنایا جاتا ہے تو وہ خرقہ بیعت اور اجازت کی وجہ سے سب کے حق میں خرقہ خلافت ہے پھر اگر کسی ایک کو موقع نہ ملا کہ باپ سے بیعت کرتا اور اجازت پاتا تو وہ اپنے باپ کی جگہ پر خلیفہ ہو سکتا ہے خواہ چند لوگ روشناس مل کر اسکو قائم کریں یا وہ آپ اپنی قوت اور غلبہ سے بیٹھ جائے جیسا مولوی عبد الحی کی تحریر سے اوپر گذر چکا اور چونکہ شرعاً باپ کا متولی جائز اور وارث صحیح بھی ہے اور وہ خرقہ خاندانی شئے مملوک ہے اور اسکی ملک اور ارث میں داخل ہے تبرکاً اسکو پہن سکتا ہے یا اگر کوئی اُسکا بزرگ پہناوے تو بھی ہو سکتا ہے اور اگر پہنایا نہ جائے صرف سر پر رکھ دیا جائے تو بھی درست ہے اور چونکہ خرقہ تبرک مرید کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا بلکہ جو مرید نہوا ہو اسکو بھی دیا جاتا ہے بھر بیٹا بطریق اولیٰ مستحق ہے اور اگر کسی غیر کا جی چاہے اور وہ تعظیماً اور تبرکاً سر پر رکھ لے تو اسکو بھی ممنوع نہیں اِلّا یہ خلافت اور یہ خرقہ پوشی امور ظاہر کے انتظام کو اور اس جگہ کی تولیت اور مصالح کو کافی ہو گی اور ماننے کے قابل ٹھہرے گی عند الطریقت مرید کرنے کو کفایت نہ کرے گی اس کیلئے وہ دونوں صورتیں ہیں جو مولانا عبد الحیٔ نے پہلے لکھی ہیں یعنی کسی کا کسی کو خلافت دے جانا یا خلیفہ بنا لینے کی اجازت حالت حیات اور ثبات عقل میں دینا لا محالہ ایسے آدمی کو لایق ہوگا کہ کسی صاحب سلک کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت اور اجازت حاصل کرے تب اسکا مرید کرنا عند الطریقت درست ہوگا اور جو خرقہ بے مرید کیے ہوے نہیں پہنایا جاتا وہ یہی خرقہ ہے یعنی خلافت اور اجازت کا نہ خرقہ تبرک جسکا ذکر گذر چکا اور اب اسکا سلسلہ اسی سے ملیگا جس سے اجازت پائیگا باپ سے نہ ملیگا اور باپ کا خرقہ بیعت کرنے پر اور اجازت پانے پر بھی اسکے حق میں خرقہ تبرک ٹھہریگا اور جسطرح نابالغ کا مرید کرنا اسکے وارث کی اجازت سے درست ہے اسی طرح اگر کوئی صاحب سلک اپنے فرزند نابالغ کو مرید کر کے اجازت دے تو یہ بھی مسلم ہے یا کسی کے فرزند نابالغ کو اسکے بعد چند لوگ مل کر اسکی جگہ پر قائم کریں تو بھی درست ہے اور دونوں صورتوں میں ان کے بلوغ تک کوئی یا ان کے ورثہ میں سے یا کوئی اور ان کا کارپرداز امور متعلقہ کا منتظم رہیگا اور ان دونوں میں جس کو باپ اجازت دے گیا ہے وہ بالغ ہونے پر مثل نور میاں صاحب مرید بھی کر سکتا ہے اور دوسرا جب کسی اور سے اجازت پائیگا تب اسکا مرید کرنا درست ہوگا اور یہ سب اوپر گذر چکا ہے۔

سادات کے ماننے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی میں نے جو تم سب کو اللہ کی راہ دکھلائی اسکا بدلہ اور اسکی مزدوری میں تم سے نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے قرابت والوں کے ساتھ دوستی رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک کتاب اللہ دوسرے اپنی عترت اور اس حدیث سے کوئی اور مراد نہیں مگر اولاد فاطمہ علیہما السلام اور انکے بعد اہلبیت جیسا اوپر لکھ چکا ہوں اس وجہ سے کہ قربے کا لفظ اور عترت کا لفظ انھیں پر ٹھیک ہو اور کسی پر نہیں برخلاف لفظ آل کے کہ آل کا اطلاق اصحاب پر اور تابعین پر اور امت پر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہو اٰلَ مُوْسٰى اور اٰلَ هٰرُوْنَ اور اٰلَ فِرْعَوْنَ پس میرا عقیدہ ہی کہ سادات نکوکار ہوں یا بدکار سنی ہوں یا شیعہ انکے ساتھ دل سے ادب رکھنا چاہیے ان کا عمل جانے اور وہ جانیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى نیکی اور بدی جو کریگا اپنی ذات سے اسکا بدلہ پائیگا اور جسکا بوجھ ہوگا اسپر رہیگا دوسرا اسکو نہ اٹھائے گا سب اولیا کا سادات کے حق میں یہی مذہب ہے اور بعضوں نے سخت مبالغہ فرمایا جیسے سیدنا و مولانا حضرت سید مولانا عبدالرحمٰن پنجابی لکھنوی قدس سرہ کہ آپ بنفس نفیس سید عالی نسب نجیب الطرفین تھے اور سادات کو ایسا مانتے تھے کہ ان کے سوا کسی اور کا اس طرح ماننا دشوار ہے اور آپکے نزدیک سادات کے سب گناہ معاف تھے فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور آپ سے کسی زلت کا ہرگز صادر ہونا ثابت نہیں اور اللہ جل شانہ نے فرمایا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ یعنی اسلیے کہ بخشے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ پس حضرت مولانا کے نزدیک اگلے گناہوں سے آپ کے آبا اور اجداد کے گناہ اور پچھلے گناہوں سے آپ کی اولاد کے گناہ مقصود ہیں اور قرآن پاک کی تطبیق سے اور حضرت مولانا کے ارشاد سے شرک مستثنیٰ ہے اور اللہ جل شانہ فرما چکا ہے کہ شرک کے سوا اور سب گناہ بخش دے گا لا محالہ حضرت مولانا کا ارشاد اپنی جگہ پر نہایت مستقل ہے خلاصہ یہ کہ سادات کا ماننا منجملہ ایمان ہے اور میرے نزدیک ماننے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انکے ساتھ کسی حالت میں بدی کا ارادہ نہ کرے اور اگر بشریت سے اور آپس کے معاملات سے کبھی کوئی بات واقع ہو جائے یا کچھ خیال آجائے تو دوسرے وقت اس سے توبہ کرے اور باز آئے اور جہاں تک ہو سکے نیکی کرے اور اگر ظاہر میں ان کو ضعیف الحال اور مسکین پائے تو انکی تعظیم میں فرق نہ کرے اور جو خدمت مالی یا بدنی کر سکتا ہو بجا لائے اور انکی عزت کو اپنی عزت سے

زیادہ سمجھے اور جس بات میں جتنی قدرت رکھتا ہو وقت پر انکا ساتھ دے اور جبتک مشرک اور کافر نہو جائیں ادب کرے

فقرا کے ماننے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص لباس فقر پہنے ہو اور اس گروہ میں آگیا ہو اگرچہ مکار ہو اور فقط کما کھانے کے لیے فقیر بن گیا ہو مگر جسکو فقرا کی خدمت میں اعتقاد ہو اسکو چاہیے کہ اس کے حال کا تجسس نہ کرے مسلمان کے عیب کا تجسس حرام ہے اور خاطرداری اور دلجوئی کرے اور خدمت اور تواضع سے ملے اور جو ہو سکے سامنے کرے اور نہو سکے تو عذر کرے ع چیزے بدہ درویش را چیزے مگو درویش را ۔ اور میرے مرشد پاک کا فرمان ہے کہ لباس فقر شیر کا برقع ہے اور شیخ محدث نے مدارج میں لکھا ہے کہ جب شیر اپنے جنگل سے نکلتا ہے تو نر اور مادہ کا خیال نہیں کیا جاتا شیر کہا جاتا ہے پس اس لباس میں مرد اور نامرد دونوں ہوتے ہیں اور انکا امتیاز دشوار ہے لامحالہ سب کے سامنے جھکنا بہتر ہے خصوصاً انکے آگے جو سلوک صحیح رکھتے ہوں اور اگر فقیر میں کوئی بات نہو تو یہ کیا کم ہے کہ لباس اہل اللہ رکھتا ہے امید ہے کہ کریم مطلق اپنے کرم سے اور اپنے دوستوں کے تشبہ اور طفیل سے اس کی زندگی میں یا وفات کے وقت اسپر رحم کرے اور اسکے حال کو بدل دے اور جسکو علانیہ فسق میں مبتلا دیکھے اس سے دور رہے

انسان کی بزرگی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کی شان میں فرمایا ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور ہر آئینہ بزرگ کیا ہم نے بنی آدم کو اور بزرگی دی ہم نے انکو اپنی بہت مخلوقات پر اور اٹھایا ان کو جنگلوں اور دریاؤں میں اور فرمایا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہر آینہ پیدا کیا ہم نے انسان کو نہایت ٹھیک کرنے کے ساتھ یہ آیتیں اسکی صفت اجمالی پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے حسن کی صفت میں فرمایا ہے وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ اور بنایا تم کو پھر اچھی بنائیں تمہاری صورتیں اور فرمایا ہے خلقت بیدی پیدا کیا میں نے اپنے دونوں ہاتھ سے اور فرمایا ہے یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ اور بناتا ہے تمہاری صورت کو ماؤں کے ارحام میں جسطرح چاہتا ہے اور حدیث صحیح میں ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ ہر آئنہ پیدا کیا

اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر یعنی اپنے جمال اور جلال کا مظہر بنایا اور اسکے حسن معنی کی صفت میں فرمایا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا اور سکھلائے آدم کو سب چیزوں کے نام اور فرمایا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ بنایا انسان کو اور سکھلایا اسکو بات کرنا اور فرمایا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ سکھلایا انسان کو وہ جو نہ جانتا تھا اور سب سے بڑھکر اسکی بزرگی یہ ہے جس کے سبب سے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ پھر جب ٹھیک کر چکوں میں اس کو اور پھونکوں میں اسمیں اپنی روح کو پھر گر پڑو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور اسی روح مکرم کے سبب سے اس میں یہ قابلیت پیدا ہوئے کہ فرمایا اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہر آئینہ سامنے کیا ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پھر انکار کیا انھوں نے اس بات سے کہ اٹھائیں اس کو اور ڈرے اس سے اور اٹھا لیا اسکو انسان نے ہر آئنہ وہی انسان ستمگار اور نادان ہے یہ دونوں باتیں یعنی نادان اور ستمگار اللہ جل شانہ نے ترحماً فرمائی ہیں اور امانت اللہ جل شانہ کی اوامر ہیں اور نواہی اور اسکے معرفت اور اسکا عشق ہے جسکو روح اپنے وجود سے حاصل کرتی ہے اور اپنے شہود پر افازہ کرتی ہے یعنے عقل کو بقدر استعداد عقل سمجھاتی ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنے پہچانا اپنی ذات کو ہر آئینہ پہچانا اپنے پروردگار کو اور اسکا ستم اور نادانی یہ ہے کہ کمال کہنہ کا طالب ہوتا ہے اور اسکا عجز اور اسکی حیرت یہی کمال ہے ع بے نہایت کو نہایت کیسی یار باہ ہو ؛ اللہ اللہ نہ عشق منتہی ہو نہ معرفت ازل الآزال سے ابد الآباد تک یہی کارخانہ ہے ع تا خدا ہست دریں معرکہ ما ہم ہستیم ؛ ملائکہ عالم ملکوت میں مشاہدات انوار سے مشرف ہیں انسان عالم ناسوت میں بھیجا گیا ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گھرا ہوا ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِيْ ظُلُمٰتٍ یعنی ہر آئینہ پیدا کیا اللہ نے خلق کو اندھیرے میں اور ضعیف الخلقت ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا یعنے پیدا کیا گیا آدمی کمزور اسکی صفت ہے اور چونکہ تمام عالم کا خلاصہ ہے اور جو کچھ تمام عالم میں ہے وہ سب اسمیں ہے لامحالہ جب اسکا جوہر ملکی اپنے مرکز پر پہونچنے کا تقاضا کرتا ہے اور بفحوائے کُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ یعنی سب چیز پھرتی ہے اپنی اصل کی طرف اسنے دل کو ادھر کا علاقہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ضعف جو اسکی خلقت میں ہے مجبور کرتا ہے اور وہ ظلمتیں جن میں گھرا ہوا ہے حاجب اور حائل ہوتی ہیں تو اسکا تڑپنا اور یہی حال پیدا کرتا ہے اور عشق اسکا مرتبہ ملائکہ مقربین سے بڑھا دیتا ہے اور

انوار جبروتی اور لاہوتی میں مستغرق کرتا ہے ؎	
من شاہد لاہوتی بے پردہ عیاں دیدم	یک جلوہ بیچونی پیدا و نہاں دیدم
یہ صفت یعنی عشق ملائکہ کو حاصل نہیں یہ نعمت عظمیٰ خاصکر انسان ہی کو دی گئی ہے ؎	
درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو	ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیان

الحاصل انسان خلاصہ آفرینش ہے اور میرے مرشد برحق فرماتے تھے اَلْاِنْسَانُ بُنْیَانُ الرَّبِّ یعنی آدمی پروردگار کی بنیاد ہے فقرائے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس مختصر میں اسکی گنجائش کہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی جو عالم بھی تھے اور فقیر بھی ان کے دو تین فقرات تفسیر فتح العزیز سے نقل کرتا ہوں اور یہ سند کو کافی ہیں وچوں انعام او تعالیٰ در دنیا بر نوع انسان خاصۃً بہ نہایت رسیدہ است کہ بالاتر ازاں متصور نیست زیرا کہ او را مختصری از دفتر حضرت الوہیت ساختہ اند و از صفات کاملہ خود کہ وجود و حیات و علم و ارادت و قدرت و سمع و بصر و کلام ست پرتوے بروے انداختہ و عالم را تمامہ در وے ودیعت نہادہ چنانچہ شمۂ ازاں سابق مذکور شد پس لازم آمد کہ آدمی نعمتہائے او تعالیٰ را بر او مصروف سازد

روح انسانی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ نے سب حیوانات کو روح حیوانی عطا فرمائی ہے جس سے جسم کو حس اور حرکت کی قوت ہوتی ہے مگر روح انسانی انسان کے سوا کسی اور کو نہیں عطا کی اور اس روح کو کبھی نفس کہتے ہیں اور کبھی نفس ناطقہ بولتے ہیں اور یہ محل معرفت ہے جیسا فرمایا ہو سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ یعنی ہر آئینہ جلد دکھلائیں گے ہم انکو اپنی نشانیاں ملکوں میں اور انکی ذاتوں میں اور فرمایا ہے وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی تمہاری ذاتوں میں پھر آیا پھر نہیں دیکھتے ہو تم اور کبھی اسکو قلب کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ یعنی اسکے لیے جو قلب رکھتا ہو اور امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں اور مولانا عبدالعزیز نے فتح العزیز میں لکھا ہے اور کبھی خفی اور کبھی اخفیٰ کہتے ہیں جیسا شمائل اتقیا میں کشف المحجوب سے لکھا ہے اَللّٰهُ عَالِمُ السِّرِّ وَالْخَفِیَّاتِ یعنے اللہ جاننے والا ہو سر اور خفیات کا اور قرآن پاک میں ہے اِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی یعنی ہر آئینہ وہی اللہ جانتا ہے سر کو اور اخفی کو اور کبھی نفس امارہ کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

رَبِّیْ یعنی نہیں پاک کرتا ہوں میں اپنے جی کو ہرآئینہ جی بہت حکم کرنے والا ہی برائی کے ساتھ مگر جو رحم کرے پروردگار میرا اور کبھی نفس لوامہ کہتے ہیں لَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یعنی قسم کھاتا ہوں میں نفس لوامہ کی اور کبھی نفس ملہمہ کہتے ہیں وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا یعنے قسم جان کی اور جس نے ٹھیک کیا اس کو پھر الہام کیا اس پر اس کی برائی کو اور اس کی پرہیزگاری کو اور کبھی نفس مطمئنہ کہتے ہیں یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً یعنی ای نفس مطمئنہ پھر چل تو پروردگار کی طرف پسند کرنیوالا اور پسند کیا گیا اور قرآن کے سب مترجمین اور مفسرین نے یا نفس کی جگہ نفس لکھ دیا ہے ورنہ جان لکھا ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے مجمع السلوک میں نفس امارہ اور لوامہ اور مطمئنہ کو ذکر کرکے فرمایا ہے کہ نفس ایک ہی ہے صفات متغائر کی وجہ سے قرآن میں الگ الگ نام سے مذکور ہے اور کبھی قلب کہکر عرش اللہ کے ساتھ تاویل کرتے ہیں قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنے مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور حدیث قدسی میں ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ اِلَّا قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ یعنے نہیں سما سکتی مجھ کو زمین میری نہ آسمان میرا مگر میرے بندہ مومن کا دل اور کبھی منفخ کہتے ہیں وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی اور پھونکی میں نے اس میں روح اپنی اور کبھی سکینہ کہتے ہیں فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةَ یعنی پھر اتارا انپر اللہ نے سکینہ اور کبھی روح قدسی کہتے ہیں جیسا حضرت عیسیٰ کے باب میں فرمایا ہی وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی پھر مدد کی ہم نے روح القدس کے ساتھ اور علامہ داؤد قیصری شارح فصوص نے مقدمہ فصوص میں لکھا ہے کہ کلمہ بھی کہتے ہیں جیسا حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ فرمایا اور فواد بھی کہتے ہیں مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی نے جھوٹ نہ جانا دل نے جو دیکھا اور صدر بھی کہتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ یعنے آیا نہیں کھول دیا ہم نے صدر تیرا اور روع بھی کہتے ہیں ضم را مہملہ اور عین مہملہ کے ساتھ حدیث شریف میں ہے اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا یعنے روح القدس نے میری روح میں پھونکدیا ہی کہ ہرآئینہ کوئی نفس نہ مریگا جب تک اسکی روزی پوری نہوگی اور یہ سب اسمار اسی کے مظاہر مختلفہ اور صفات متغائرہ کے سبب سے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے اصطلاح میں ہیں اور کبھی امر ربی کہتے ہیں وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی اور پوچھتے ہیں تجھ سے روح کا حال کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ روح میری پروردگار کا حکم ہے اور اسکا امر کیا ہے اسکا ارادہ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ یعنی ہرآئینہ اسکا حکم یہ ہے کہ جب چاہے کسی چیز کو کہ ہوجائے کہے اُس چیز کو کہ ہو جا تو

پھر ہو جاوے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا حکم آیا کہ تجھ سے روح کا حال پوچھتے ہیں کہدے اے محمد کہ روح میرے پرودگار کا امر ہے شریعت نے اس سے زیادہ روا نہ رکھا کہ روح کی حقیقت آشکار ایبان کی جائے اور ہر انسان اسکی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتا اسی سے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کے بعد فرمایا ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنے اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا سا اور منقول ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے روح سے فرمایا کہ آدم کے قالب میں داخل ہو روح مکان تاریک دیکھکر گھبرائی حکم ہوا اُدْخُلِیْ کَارِھَۃً یعنی داخل ہو تو کراہیت کرتے ہوئے اور نور محمدی آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا اس کی چمک اور اس کی انسیت سے داخل ہوئی اور اب وہ انس پیدا کیا ہے کہ اس قالب کو چھوڑنا مشکل ہے اور قالب کے اعلٰے میں جگہ جگہ ایک نئی طرح سے ایک نیا رنگ اور اس صفت سے ایک حال پیدا کیا ہے اور اس جگہ اسی صفت اور اسی حال کی طرف منسوب ہوتی ہے اور اسی کے مناسب نامزد کی جاتی ہے اور جب کسی صفت غالب سے موصوف کر کے اسکے مناسب نامزد کی جاتی ہے تب اسکی اور صفتیں ملحوظ نہیں ہوتی ہیں اگرچہ بالفعل یا بالقوۃ موجود سمجھی جائیں اب میں اولیاے کبار کے ارشادات جو روح کے باب میں ہیں مختصر مختصر نقل کرتا ہوں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا ہے کہ روح کے باب میں چپ رہنا چاہیے لیکن میں تاویل اور اجتہاد سے یہ بات کہتا ہوں کہ روح انسانی آسمانی عالم امر سے ہے مساحت اور مقدار سے باہر ہے اور روح حیوانی بشری عالم خلق سے ہے مساحت اور مقدار کے اندر ہے اور روح علوی کی حامل ہے اور اسکا محل اور اس کے مورد ہے اور روح حیوانی جسمانی لطیف ہے حس اور حرکت کی قوت کو اٹھائے ہوئے ہے اسکی جگہ قلب ہے یعنی وہاں سے پیدا ہوتی ہے اور قلب ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو مشہور ہے اور جسم میں اُلٹے پہلو کی طرف ہوتا ہے اور اسمیں سے دھکتی ہوئی رگوں میں پھیلتی ہے اور یہ روح سب حیوانات میں ہے اور روح علوی کی مورد ہے اور یہ روح انسان میں اور حیوانات کی صفت سے الگ ہو کر دوسری صفت حاصل کرتی ہے نفس بن جاتی ہے اور محل نطق اور محل الہام ہوتی ہے جیسا حق تعالی نے فرمایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰىھَا مجمع السلوک میں حضرت جنید کا فرمان لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے روح کو اپنے علم کے واسطے قبول کر لیا یعنی روح اسکو جانے اور وہ روح کو اور کوئی آدمی روح کو اور اس کی حقیقت کو جان نہیں سکتا اور روح کے باب میں کچھ بیان کرنا روا نہیں ہے اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ ایک شے موجود ہے اور اس فکر میں نہ پڑنا چاہیے کہ کیونکر ہے اور کس رنگ اور کس نقشے کی ہے شمائل اتقیا میں رسالہ غریب سے

لکھا ہے کہ روح چار خاصیتیں رکھتی ہے پہلے نباتی ہوتی ہے پھر حیوانی ہوتی ہے پھر نفسانی ہوتی ہے پھر انسانی ہوتی ہے اور رسالہ عین القضات ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ روحیں چار ہیں ایک نامیہ دوسری متحرکہ تیسری ناطقہ چوتھے قدسی نامیہ حیوانات اور نباتات میں بھی ہی اور انسان میں بھی ارحام میں اور خارج میں اور پرورش اور نمو اسکا کام ہے اور یہ روح مخلوق ہے یعنی عالم خلق میں ہی طول اور عرض اور عمق اسمیں پایا جاتا ہی اور متحرکہ حیوانات میں بھی ہی اور انسان میں بھی اور حرکات جسمیہ اس سے متعلق ہیں اور یہ بھی مخلوق ہی اور ان دونوں کا وجود عناصر کی خاصیت سے ہے اور ناطقہ خاص انسان میں ہے نباتات اور حیوانات میں نہیں ہی اور یہ عالم امر سے ہی عناصر سے علاقہ نہیں رکھتے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اسی کی صفت ہی اور روح قدسی انبیا اور خاصان اولیا کی روح ہے اور اسکو سکینہ بھی کہتے ہیں اور منفخ بھی وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اور معانی باطن کا سمجھنا اور معجزات انبیا اور کرامات اولیا اور مکاشفات اور مشاہدات اور خرق عادات اور احیای اموات اور امانت احیا سب اسی کی خاصیت سے ہی اور اَلرُّوْحُ عَالِمٌ بِمَا كَانَ وَبِمَا يَكُوْنُ اسکی صفت ہی یعنی روح جاننے والی ہے سب چیزوں کی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اور فیض اسکا معاون ہے یعنی اللہ کی امداد اور اگر شریعت دیوانگی حقیقت کی زنجیر نہوتی تو میں کہدیتا کہ روح کیا ہے اور یہ روح قالب سے متصل ہی نہ منفصل جیسے اللہ جل شانہ کی ذات پاک عالم کے ساتھ اور حضرت مولانای رومی قدس اللہ روحہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہی ؎

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیوانی زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم
حملہ دیگر بمیرم از بشر	پس بر آرم از ملائک سر بدر
از ملک هم بایدم جستن بہ ہو	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
پس عدم گردم عدم چوں ارغنون	گویدم کانا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

یعنی پہلے روح نباتی ہوا پھر روح حیوانی ہوا پھر روح انسانی ہوا پھر روح قدسی ہوکر وجہ اللہ کے سامنے معدوم ہونا چاہیے تب اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے معنی کھلیں گے اور رسالہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ جو احکام ارادہ الٰہی سے ظاہر ہوتے ہیں مومن اور کافر سب کی روح جانتی ہی یعنی ان کے جاننے کا مادہ رکھتی ہے مگر کفر سے اور گناہوں سے محجوب ہوتی ہے قول محقق سے لکھا ہے کہ روحیں دو ہیں ایک جار ایک مقیم جب آدمی سوتا ہے روح جار خارج ہو جاتی ہے اور یہ روح انسانی ہے جو ناطق ہے اور دوسری مقیم

سلہ سب چیزیں فنا ہونے حاصل ہیں مگر اللہ کا منہ ۱۲

یہ جب تک موت نہیں آتی نہیں نکلتی یہ روح حیوانی ہے جسکو متحرکہ کہتے ہیں اور روح کوئی صورت نہیں رکھتی جسکو اللہ مرتبہ کشف دیتا ہی تمثیل سے اسپر ظاہر کرتا ہے جیسے روح القدس وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں آتی تھی اور اسی بات کو مولانا فرماتے ہیں ؎ صورت از بے صورتی آمد برون ؛ باز شد انا الیہ راجعون ؛ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِی یعنے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ میری روح تھی اور فرمایا ہے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ یعنی میں اللہ کا نور ہوں اور مومن مجھ سے ہیں پس آپ کی روح نور احدیت سے ظاہر ہوئی اور مومنین کی روحیں آپ کے نور سے اگر کسی لوح پر ایک نقش لکھکر دوسرا اسکے اوپر لکھا جائے تو دونوں مٹ جائیں گے مگر روح کی لوح پر لاکھوں کروروں نقش منقوش ہوتے ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے نہیں ملتا اور مرصاد سے ذکر کیا ہے کہ روح دونوں صفتیں رکھتی ہے لطف اور قہر لطف سے صفائی اور نور کا ظہور ہوتا ہے اور قہر سے تاریکی اور کدورت پیدا ہوتی ہے یہ سب شمائل اتقیا سے لکھا گیا ہے اور یہ حدیث قدسی بھی اس کتاب میں ہے فِی الرُّوْحِ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ اَنَا یعنی روح میں خفی ہے اور خفی میں سر ہے اور سر میں ہم ہیں اور مشایخ کی کتابوں میں یہ حدیث اور طرح سے بھی ہے اَلَا اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ مُضْغَۃً وَفِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَفِی الْاَخْفٰی اَنَا یعنی آگاہ ہو تو کہ اولاد آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اور لوتھڑے میں قلب ہے اور قلب میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفی ہی اور اخفی میں ہم ہیں اور رسالہ روح الارواح سے لکھا ہے کہ حجاب کا جلا دینا روح کا کام ہے اور انا الحق کہنا اسکی گفتار ہے اور روح بے واسطہ کلام الٰہی سنتی ہے اور بے حجاب دیکھتی ہے اور نفس کو بے دیت قتل کرتی ہے عقل اسکو پہچان نہیں سکتی عارف اسکو دیکھتے ہیں اور اسکی حقیقت کو نہیں جانتے جسنے اسکو دیکھا اور پہچانا مَنْ عَرَفَ رُوْحَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ حکم میں حاکم ہے عبودیت میں متفرد ہے جدائی میں رنجور ہے بے حق محجوب ہے حق اسکے ساتھ ہے اور حق بے اسکے ہے صورت آئینہ روح ہے اور روح نے مرآت قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کی صورت کو اشکال سے جدا کیا ہے اور حضرت قطب الدین دمشقی نے رسالہ مکیہ میں فرمایا ہے کہ انسان کے سب عالم کتاب اللہ میں مذکور ہیں پہلا عالم یہ ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ یعنی ہر آئینہ پیدا کیا ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے اور بدن جسم کثیف ہے دوسرا یہ ہے یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اور نفس جسم لطیف ہے جیسے ہوا کی لطافت بدن کے اجزا میں یا مسکہ دودھ میں یا چکنائی جوز اور لوز

ہیں اور کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ یعنی اور نقش کیا انکے قلوب میں ایمان کو اور قلب نفس میں داخل ہے
اور نفس سے لطیف تر اور روشن تر ہے تیسرا یہ ہے یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی اور سر ایک نور روحانی ہے جو نفس کا
آلہ ہے کہ نفس بے اسکے کچھ کام نہیں کرسکتا اور کسی فائدہ سے اسکو کچھ فائدہ نہیں جب تک سر اسکے
ساتھ نہو چوتھا یہ ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور روح ایک نور روحانی ہے
جو نفس کا دوسرا آلہ ہے پھر زندگی بدن میں اسی وقت تک ہے جب تک روح کا وجود نفس میں رہے
اور اللہ جل شانہ کی عادات اسی پر جاری ہے پانچواں یہ ہے کہ روح خفی کو صوفیہ اخفی کہتے ہیں اور قرآن
کی موافقت سے اخفی کہنا بہتر ہے فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی اور اخفی اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ روح اور سر
اور قلب سے زیادہ تر مخفی ہے سب کے دل سے اور سب کی سمجھ سے اور وہ ایک نور ہے جو سر اور روح
سے لطیف تر ہے اور عالم حقیقت سے نزدیک تر ہے جب نفس اور قلب اور عقل اور سر اور روح سب
اللہ سے غافل ہوتے ہیں تب روح اخفی آگاہ کرتی ہے سب کو اور فی الواقع یہ آگاہ کرنا اللہ کا ہے جو
روح اخفی کے توسل سے ہوتا ہے اور یہ غفلت عوام اولیا کو یا عوام مومنین کو ہوتی ہے اور خاص خاصان اولیا اس
غفلت سے پاک ہوتے ہیں اور وہ اعلی سے اسفل کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اللہ جل شانہ نے ان کی صفت میں
فرمایا ہے کہ وہ فقط اللہ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے اور یہ روح اخفی ان سب روحوں سے
لطیف تر ہے اور ان اطوار سے اللہ کی طرف بلاتی ہے اور اولیا نے فرمایا ہے کہ یہ روح سب کے واسطے
نہیں ہے بلکہ خاصان خدا کے واسطے ہوتی ہے جیسا قرآن میں ہے وَیُلْقِی الرُّوْحَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ یعنی اور ڈالتا ہے روح کو جسپر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور یہ روح عالم قدرت کی ملازم ہے
اور عالم حقیقت کا مشاہدہ کیا کرتی ہے اور ہرگز خلق کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور جو شخص یہ کہے کہ یہ اطوار
نفس اول سے آخر تک ایک ہی ہیں اسکے کہنے پر التفات نہ چاہئے اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہ نے ان سب
کو الگ الگ اپنی یاد کے واسطے خاص کیا ہے اور ہر ایک میں ایک فائدہ رکھا ہے اگر ایک سمجھیں تو ہر ایک کا فائدہ
جو الگ الگ ہے بیکار ہوتا ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ روح اور نفس میں فرق یہ ہے کہ روح سب
صفات محمودہ رکھتی ہے اور حضرت صمدیت سے قریب تر ہے اور نفس سب صفات مذمومہ رکھتا ہے
اور الوہیت کا طالب ہے یعنی جو باتیں اللہ جل شانہ نے اپنے واسطے مقرر فرمائی ہیں نفس اپنے لیے چاہتا ہے مثلاً اللہ
جل شانہ چاہتا ہے کہ میرے بندے میری تعریف کریں اور مجھکو یکتا جانیں نفس بھی یہی چاہتا ہے اور اللہ

جل شانہ چاہتا ہے کہ میرے بندے میری اطاعت کریں یہ بھی یہی چاہتا ہے کہ سب میرے مطیع ہوں اور علی ہذا القیاس اور یہ بھی فرمایا ہے کہ صوفیہ کبھی قلب کا لفظ بولتے ہیں اور نفس مراد ہوتا ہے اور کبھی اُسی قلب سے روح مراد ہوتی ہے اور کبھی عقل مراد ہوتی ہے کہ اس کا مقام قلب میں ہے اور یہ طرز تقریر مجازاً ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ نفس بدن میں داخل ہے اور پس گویا وہ بھی قلب ہی اور قلب کی اصل وہی ہی کہ نفس میں داخل ہی اور اس سے لطیف تر اور روشن تر ہی المختصر جب انسان ان سب بیانات میں غور کرے اور مضامین مختلفہ کو تطبیق دیکر سمجھے تو ان اولیاؤں کے ارشادات سے ثابت ہوتا ہی کہ روح نہ عرض ہی نہ جوہر بلکہ ایک نور لطیف بے صورت ہے کہ جسم خاکی اسکی قوت سے نامی اور متحرک اور ناطق اور مدرک ہے اور اس قالب میں ظہورات مختلفہ سے ظاہر ہوا ہی کہیں قلب کی صفت ہی لیکن سر کی صفت سے کہیں خفی کی صفت سے اور قس علی ہذا اور یہ نور انوار ملکوتی کا ایک لطیفہ ہی اور انوار جبروتی کا جامع اور انوار لاہوتی کا مظہر اور عالم ناسوت میں غریب اور مسافر بنکر آیا ہی حدیث شریف میں ہی کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ یعنی ہو تو دنیا میں جس طرح مسافر اولیاء اللہ پر محض وہب سے یا کسب کے بعد وہب سے اسکی حقیقت کھلتی ہے جس پر جس قدر کھلے اور ہر قسم کے کمالات اسی سے متعلق ہیں اور شک نہیں کہ اس کو قدم اور حدوث دونوں سے ایک ایک واسطہ ہے قدم سے یہ واسطہ ہے کہ ازل میں علم الٰہی اور ارادت الٰہی میں تھا اور ابد میں اسکی ابدیت شریعت سے ثابت ہے کہ عالم ارواح قیامت کبرے سے فنا نہو گا اور اگرچہ اس صفت میں عرش اور لوح اور قلم وغیرہ بھی اسکے ساتھ شریک ہیں جیسا میں عقیدہ قیامت میں لکھ چکا ہوں مگر شرف انسانیت سے اور مظہر اتم ہونے کی نظر سے اور مقصود آفرینش ہونے کی نظر سے اس کو اُن سب پر فوق حاصل ہے اور حدوث سے یہ واسطہ ہے کہ اپنے ظہور میں جسم کا محتاج ہے پس عند التامل اس کا واسطہ قدم واسطہ حدوث پر غالب ہے سے فرستادیم آدم را بگیتی ؛ جمال خویش در صحرا نہادیم ؛

عقل انسانی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ نے انسان کے نفس ناطقہ کو ایک جوہر ملکی عنایت فرمایا ہے جس کو عقل کہتے ہیں انسان اسکی قوت سے سب چیزوں کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے اور یہ اس نفس ناطقہ کی صفت خاص ہے کہ ہر چیز میں فکر کرتا ہے اور ہر بات کے فہم و تہم و پیچ میں غور کرتا ہے اور ظاہر ہو یا باطن ہر ایک کے بھیدوں میں ڈوب جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب کے کنہ سمجھ لوں اور عقل اسکے قالب میں ایسی ہے جیسے

آنکھ میں بصارت اور جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو عقل اول اور عقل کل کہتے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام کا بھی لقب ہے پس یہ عقل جو انسان کو دی گئی ہے بہت بڑی چیز ہے اور جس طرح روح ایک نور ہے ایسے ہی عقل بھی ایک نور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کا پرتو ہے حدیث شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ فَقَالَ لَہٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَنْطِقْ فَنَطَقَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُصْمُتْ فَصَمَتَ فَقَالَ فَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَعَظَمَتِیْ وَکِبْرِیَائِیْ وَسُلْطَانِیْ وَجَبَرُوْتِیْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْکَ وَلَا اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْکَ بِکَ اُعْرَفُ وَبِکَ اُحْمَدُ وَبِکَ اُطَاعُ وَبِکَ اٰخُذُ وَبِکَ اُعْطِیْ وَاِیَّاکَ اُعَاتِبُ وَلَکَ الثَّوَابُ وَعَلَیْکَ الْعِقَابُ وَمَا اَکْرَمْتُکَ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الصَّبْرِ اگرچہ اس حدیث سے شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے سفر السعادت کے آخر میں انکار کیا ہے مگر شیخ محدث نے مدارج اور مرج البحرین میں لکھی ہے اور اُن کے سوا اور علماء نے بھی لکھی ہے اور مجمع السلوک میں اسکا ترجمہ ہے الفاظ نہیں اور اسکے معنی یہ ہیں کہ پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی عقل ہے پھر کہا اس سے آگے آ پھر آگے آئی پھر کہا پیچھے جا پھر پیچھے گئی پھر کہا بیٹھ پھر بیٹھ گئی پھر کہا بول پھر بولی پھر کہا چپ ہو پھر چپ ہوئی پھر کہا قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال اور عظمت اور کبریا اور سلطان اور جبروت کی کہ نہیں پیدا کیا میں نے کسی خلقت کو جو تجھ سے زیادہ محبوب ہو میرے نزدیک اور بزرگ تر ہو تجھ سے میرے نزدیک تجھ سے پہچانا جاؤں گا میں اور تجھ سے تعریف کیا جاؤں گا میں اور تجھ سے بندگی کی جائے گی میری اور تجھ سے مواخذہ کروں گا میں اور تجھی پر بخشش کرونگا میں اور تجھی پر غصہ کرونگا میں اور تیرے ہی لیے ثواب ہے اور تجھی پر عذاب ہے اور نہیں بزرگی دی میں نے تجھکو کسی چیز کے ساتھ صبر سے زیادہ اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ یعنی بچو تم بندہ مومن کی فراست سے پھر ہر آئینہ وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے اور جاننا چاہیئے کہ عقل اولیاء اللہ کے ارشادات سے چار قسم پر ہے شمائل الاتقیا میں رسالہ سر اللہ سے منقول ہے حقیقی۔ الہامی۔ مجازی۔ عزیزی۔ حقیقی وہ کہ آدمی کے وجود سے پہلے اللہ جل شانہ نے نور محض کی صورت میں اسکو ظاہر کیا اور اسکی طرف خطاب کیا جیسا اوپر کی حدیثوں میں گزر چکا انبیا اور خاصان اولیا میں یہ عقل اپنی حقیقت نوری کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کا مقام روح ہے الہامی وہ جو عالم ملکوت سے فیض پاتی ہے اور اس فیض سے آیات الٰہی میں نظر کرتی ہے اور حادث اور قدیم میں امتیاز کرتی ہے اور خیر و شر میں تمیز کرتی ہے اور دنیا سے آخرت کی طرف بلاتی ہے اُسکا مقام دل ہے

مجازی وہ جسکو اللہ نے قلب کی سرشت میں رکھا ہے اور قلب ارادت الٰہی سے منقلب ہوتا رہتا ہے کبھی لطف کی جانب کبھی قہر کی جانب پھر جو قلب قائم رہتا ہے اسکی طاعت میں نقصان نہیں آتا ہے اور جو متفرق ہو جاتا ہے منہیات میں مبتلا ہوتا ہے غریزی وہ ادراک ہے جو اللہ نے کل آدمیوں کی خلقت میں پیدا کیا ہے جس سے اچھا برا پہچانتے ہیں اور جس سے آدمی اور حیوانات سے ممتاز ہے اور اس کا مقام دماغ ہے اور دل اس سے کام لیتا ہے فقط اسکے بعد جاننا چاہیے کہ جمہور علما نے علم کو عقل پر ترجیح دی ہے اسوجہ سے کہ علم اللہ جل شانہ کی صفت ہے یا علیم اسماے حسنے میں ہے اور عالم اور علام بھی اس کی صفت میں بولا جاتا ہے اور عقل انسان کی صفت ہے اللہ کو عقل نہیں کہہ سکتے مگر بعض نے حدیث مذکور الصدر کی سند سے اور بعض آیات اور اخبار سے عقل کو ترجیح دی ہے جب اس قدر واضح ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ کل آدمیوں کی عقل بالعموم جن قوتوں سے کام لیتی ہیں وہ سب دس ہیں پانچ حواس خمسہ ظاہری کہلاتے ہیں اور پانچ حواس خمسہ باطنی حواس خمسہ ظاہری یہ ہیں ۱ باصرہ جس سے رنگوں اور شکلوں کو دیکھتی ہے یہ آنکھ میں ہے ۲ سامعہ جس سے آوازوں کو سنتی ہے یہ کان میں ہے ۳ شامہ جس سے خوشبو اور بدبو کو تمیز کرتی ہی یہ ناک میں ہے ۴ ذائقہ جس سے ہر چیز کا مزہ سمجھتی ہے یہ زبان میں ہے ۵ لامسہ جس سے سخت نرم سرد گرم جان لیتی ہے یہ قوت سب جسم میں ہے مگر انگلیوں کے پوٹوں میں زیادہ ہے خاصکر سبابہ میں حواس خمسہ باطنی کا مقام کاسۂ دماغ ہے حکما اور عقلا نے دماغ کو تین حصوں پر تقسیم کر کے سمجھایا ہے پہلی قوت کا نام حس مشترک ہے یہ دماغ کے پہلے حصے میں سب سے پہلے واقع ہے اسکا کام یہ ہے کہ جو کچھ حواس خمسہ ظاہری دریافت کرتے ہیں اس کو سمجھ لیتی ہے گویا حواس خمسہ ظاہری اسکے جاسوس ہیں کہ جو خبر پاتے ہیں اس کو پہونچاتے ہیں اسکے بعد قوت خیال ہے اسکا یہ کام ہے کہ حس مشترک نے جس چیز کو دریافت کیا ہے اسکو پکڑ رکھتی ہے جانے نہیں دیتی مثلاً باصرہ نے کسی آدمی کو دیکھا اور اسکا نقشہ اور اسکا رنگ دریافت کیا حس مشترک نے وہ رنگ اور وہ نقشہ باصرہ کی قوت سے لیا قوت خیال نے اسکو ایسا پکڑا کہ اگر وہ آدمی چلا جائے تو یہ اس کی صورت کو جانے نہیں دیتی گویا یہ حس مشترک کا خزانہ ہے پھر متصرفہ ہے اسکا کام یہ ہے کہ ہر چیز کی صورت اور ہر چیز کے معنی کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے اور سوچ سوچ کر سمجھتی ہے صورت سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کو حواس خمسہ ظاہری دریافت کرتے ہیں اور اسوجہ سے اسکو متخیلہ بھی کہتے ہیں اور معنی سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کو حواس خمسہ ظاہری دریافت نہیں کر سکتے مثلاً دوستی اور دشمنی کا پہچاننا اور اس صفت

سے اُسکو متفکرہ بھی کہتے ہیں پھر واہمہ ہے اسکا کام یہ ہے کہ جن چیزوں کو حواس خمسہ ظاہری نے دریافت کیا ہے یا نہیں کیا اور اُن چیزوں کا وجود ہے یا نہیں ہے انکو آپ ہی آپ سوچکر ایک نقشہ جما لیتی ہی مثلاً آفتاب ایک ہی ہے اور قوت واہمہ بہت سے آفتاب کی صورت بنا سکتی ہے اور یہ قوت اور حواس کے تابع نہیں ہے مثلاً رات کو کسی گھر میں مردہ رکھا ہو پس باصرہ دیکھتی ہے کہ یہ بے حس ہے جنبش نہیں کرتا ہے اور متخیلہ خیال کرتی ہے کہ مردہ قوت حرکت نہیں رکھتا اور کچھ آزار نہیں پہونچا سکتا الا واہمہ ان دونوں سے الگ ہو کر دہشت اور وحشت میں رہتی ہے پھر حافظہ ہے اسکا کام یہ ہی کہ جس جس چیز کو حواس ظاہری اور باطنی نے دریافت کیا ہی سبکو پکڑ لیتی ہے اور یاد رکھتی ہے اور کسی کو جانے نہیں دیتی اس تصریح سے ظاہر ہو کہ دماغ کے پہلے حصے میں پہلے حس مشترک ہے پھر خیال ہے اور دوسرے حصہ میں پہلے متصرفہ ہے پھر واہمہ ہے اور تیسرے حصے کے اول میں حافظہ ہے اور جب یہ سب تفصیل معلوم ہو چکی تو خیال کرنا چاہیے کہ عقل مجازی اور غریزی جو ان قوتوں سے کام لیتی ہے تعلم کی محتاج ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب تک علم نہو اس کی کوئی قوت پورے طور سے کسی شے کی حقیقت کو دریافت نہیں کر سکتی مثلاً زید عمرو کو دیکھے اور عمرو زید کو دونوں کی باصرہ ایک دوسرے کو دیکھے گی اور متصرفہ خیال کرے گی کہ ہم دونوں آدمی ہیں مگر جب تک دونوں اپنے اپنے نام سے ایک دوسرے کو آگاہ نہ کریں اور پتہ نہ دیں پہچاننا ممکن نہیں اور یہاں لفظ علم کے بولنے سے میرا مقصود وہ علم نہیں ہی جو پڑھا جاتا ہے بلکہ معنی لغوی مراد ہیں یعنی فقط جاننا اور اسمیں وہ علم بھی داخل ہے اور فرشتوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب تک انکو علم نہ دیا گیا کسی شے کو جان نہ سکے چنانچہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھلائے اور ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کرکے ان چیزوں کے نام پوچھے وہ سب عاجز ہوئے نہ ان چیزوں کو پہچانا نہ ان چیزوں کا نام جانا پھر آدم علیہ السّلام سے فرمایا کہ ان کے نام فرشتوں کو بتلا دے پھر فرشتوں نے کہا کہ تو پاک ہے اور ہم نہیں جانتے مگر وہی جو تو نے سکھلایا اور جس طرح عقل کی قوتوں کو علم کی حاجت ہے علم کو بھی عقل کی حاجت ہے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں چنانچہ مثل مشہور ہے ایک من علم را دہ من عقل باید حضرت مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہے کہ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا فرمایا میں کون ہوں عقل چپ رہی پھر عقل کی آنکھوں میں وحدانیت کا سرمہ لگایا تب عقل نے کہا اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ تو معبود ہی کوئی معبود نہیں مگر تو اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ عقل جو نور محض تھی وہ بے تعلیم پہچان نہ سکی پھر وہ عاقل جو محض عقل مجازی اور عقل غریزی کی قوتوں سے سروکار رکھتا ہے اور الہامی اور

حقیقی سے بہرہ یاب نہیں بے تعلیم کیا پہچان سکتا ہے اور ان سب باتوں کے علاوہ عقل کی وہ سب قوتیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا اگرچہ ولادت کے وقت سے آدمی کے وجود میں موجود ہوتی ہیں الا جب تک بالغ نہیں ہوتا پوری نہیں ہوتیں پھر جب تک چالیس برس کا نہیں ہوتا بڑھتی رہتی ہیں اور تجربہ بھی ہوتا جاتا ہے چالیس برس میں قابل اعتماد ہوتی ہیں الا پھر بھی زیادہ ہو سکتی ہیں اب مجھکو ضرورت ہوئی کہ میں اس بات کو عقلاً اور نقلاً ثابت کروں پہلے ان بدیہیات میں غور کرو کہ بعض آدمیوں میں بعض قوتیں اور بعض میں اکثر ایک دوسرے سے زیادہ ہوتی ہیں چنانچہ زرقاے یمامہ کی قوت باصرہ کتابوں میں لکھی ہے کہ تین دن کی راہ سے سوار کو دیکھتے تھے خاقانی نے کہا ہے ع چشم زرقا اکشیدہ کحل غیب ؛ اور اسی طرح ایک حکیم کا حال لکھا ہے کہ کئی کوس سے چکیوں کی آواز کو سنتا تھا الا یہ باتیں شاذ ہیں اسی طرح حکما اور عقلا کی دماغی قوتیں اوروں سے زیادہ ہوتی ہیں اور بعضوں کے دماغ میں قوت واہمہ اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ حد سے زیادہ ڈرتے ہیں اور بعضوں کی متفکرہ نہایت صحیح ہوتی ہے کہ جس بات میں فکر کرتے ہیں بہت درست واقع ہوتی ہے اور علی ہذا القیاس اسکے بعد خیال کرو کہ یہ قوتیں اگر کسی دوسری شے کی قوت پاتی ہیں تو اپنے پورے ہونے کی حد سے ضرور بڑھ جاتی ہیں مثلاً دوربین سے وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو یوں دکھلائی نہیں دیتیں اور طبیب کی قوت لامسہ متفکرہ کی اعانت علمی سے نبض کی حرکات کو کیسا دریافت کرتی ہے کہ اور لوگ نہیں کر سکتے اور اسی طرح جو ہنر اور جو کام کسی قوت سے علاقہ رکھتا ہے جب وہ قوت اس ہنر یا اس کام کا علم حاصل کرتی ہے یا کسی اور شے کی قوت پاتی ہے تو جس حد پر ہوتی ہے اس سے زائد ہو جاتی ہے جب اتنا بدیہیات سے معلوم ہوا تب سمجھنا چاہیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شامہ نے کیا کام کیا مصر سے کنعان میں یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو کو سونگھ لیا اور موسیٰ علیہ السلام کی باصرہ نے کتنی منزلوں سے آگ کو دیکھا اور حضرت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے سامعہ نے آسمان سے دروازہ جدید کے کھلنے کی آواز کو سنا اور متفکرہ نے امتیاز کیا اور فرشتے سورہ انعام لے کر آئے اور اسی طرح آپ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو دیکھکر سمت قبلہ درست فرمائی نتیجہ کلام یہ ہے کہ عقلاً اور نقلاً صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان حواسوں میں دو قسم کا مادہ رکھا ہے ایک وہ جو بالفعل ہوتا ہے یعنی ہر وقت کام دیتا ہے دوسرا وہ جو بالقوت ہوتا ہے یعنے ہر ایک میں ہر ایک وقت موجود نہیں لیکن ہو سکتا ہے انبیاء علیہم السلام کی ذات میں عقل حقیقی اور الہامی

کے علاوہ ان دونوں قسموں کا مادہ بھی آغاز ہی سے موجود ہوتا ہے اور ان کی سب قوتیں زیادہ ہوتی ہیں اور جو اولیا مادر زاد ہوتے ہیں ان میں بھی بعض قوتیں تفاوت درجات کے ساتھ پہلے ہی سے ہوتی ہیں اور جو مادر زاد نہیں انکو پہلے توفیق ریاضت دی جاتی ہے پھر کسب سے وہب الٰہی متوجہ ہو کر مادہ مخفی کو آشکارا کر دیتا ہے انکی سامعہ کچھ اور ہی سننے لگتی ہے اور انکی باصرہ بصیرت سے ملکر کچھ اور ہی دیکھنے لگتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس انکی دماغی قوتیں کچھ اور ہی کام دیتی ہیں اور انبیا علیہم السلام کا مرتبہ تو بہت اعلیٰ ہے اولیا جن مراتب کو پہونچتے ہیں انکے سامنے یہ مکاشفہ حسی عقلی ایسا ہے جیسے فاضل متبحر کے سامنے الف بے کا پڑھنے والا وہاں نہ عقل رہتی ہے نہ عاقل نہ ادراک رہتا ہے نہ مدرک حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ فرماتے ہیں تا مرد بباطن نرسد وکشف امور غیبی نشود و دیدہ عقل کشادہ نگردد و معانی معقولات روے نماید و اسرار آفرینش وحکمت وجود ہر چیز نداند کمال استدلال دست ندہد اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ چوں سالک بجذبہ ارادت الٰہی از طبیعت سفلے قدم بر علاے حقیقت نہد و باطن خویش را از ریاضت صاف گرداند دیدہ او کشادہ گردد و بعد ازاں رفع حجاب وصفاے عقل ومعانی معقولات زیادہ شود وایں را کشف نظری گویند باید کہ سالک ازیں بگذرد وقدم بیشتر زند از طریق فلاسفہ جہل ودریں معقولات نماند کہ ضلالت راہ او باشد بلکہ قدم بیشتر کند تا بہ نور دل پیوند و کہ آں را کشف نوری گویند یہ لکھکر اسکے بعد آپ نے بہت مراتب لکھے ہیں اس عبارت سے میرے بیان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ کشف ادنیٰ مرتبہ رکھتا ہے مختصر یہ کہ جو لوگ انبیا اور اولیا کی عقل کو اور ان کے حواس کو اپنی عقل اور اپنے حواس کے مثل سمجھتے ہیں اور یہ قیاس کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسے ہی تھے جیسے ہم عقل کے زور سے انھوں نے لوگوں کو تابع کر لیا اور ایک دین نکال کر اس راہ سے اس راہ پر لگا دیا فی الاصل یہ لوگ سخت گمراہ ہیں اور عقل اور حواس نہیں رکھتے

مثنوی شریف

اشقیا را دیدۂ بینا نبود — نیک و بد در چشم شاں یکساں نمود
اولیا را ہمچو خود پنداشتند — ہمسری با انبیا برداشتند
گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ویں ندانستند ایشاں از عمے — ہست فرقے درمیان بے منتہا
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زاں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
ہر دو گوں زنبور خوردند از محل — زاں یکے شد نیش وزاں دیگر عسل

صد ہزاراں ہمچنیں اشباہ بین	فرق شان ہفتاد سالہ راہ بین

اب میرا مطلب اس تقریر طویل سے یہ ہے کہ عقل انسانی بہت بڑی شئے ہے انسان کو اس سے نہایت شرف حاصل ہے اسی سے یہ اور حیوانات سے ممتاز ہے اور اگر انسان عاقل نہو تو خدا کو نہیں پہچان سکتا مگر یہ عقل مجازی اور عرضی یہ قابلیت نہیں رکھتی کہ اللہ جل شانہ کی ذات اور صفات کو اپنی ادراک سے جو بالفعل رکھتی ہے جان سکے اس وجہ سے کہ ذرا ذرا سی باتوں میں تعلیم اور تعلم کی محتاج ہے اور یہ حادث ہی اور وہ قدیم ہے ع حادث بقدیم کے برد راہ ؛ اور اگر وہ صفت جو اللہ جل شانہ نے بالقوۃ اس کے حواس میں رکھی ہے وہ بھی حاصل کرے اور علم بھی ہو تب بھی صفت حدوث اس سے دور نہیں ہو سکتی اور عقل جب خود خالصاً مخلصاً اللہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اسکی طرف سے ہدایت پاتی ہے تب ان سب باتوں کو اور اپنی حقیقت کو آپ ہی سمجھتی ہے پھر جو لوگ اپنی عقل موجودہ پر بھروسہ کرتے ہیں ہرگز عاقل نہیں اس قسم کے لوگ ہر وقت میں ہوتے رہے ہیں فرقہ دہریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھا بالفعل ہندوستان میں ایسے لوگوں کا زمانہ ہے اور بہت عروج ہے اور جو لوگ خدا اور رسول کو مانتے ہیں اور علماے برحق اور مشائخ کرام کی پیروی کرتے ہیں یہ لوگ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ پرانے خیالات کے لوگ ہیں اور متقدمین کو ضعیف العقل سمجھتے ہیں اور یہ بات قیامت کی علامت ہے حدیث میں ہے کہ جب پچھلے امت اگلی امت کو برا کہے قیامت کے قرب کی نشانی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ ان باتوں پر اور کھلی ہوئی گمراہیوں پر دعوے کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ان لوگوں سے تو حکماے اشراقین اچھے تھے کہ ریاضت سے اشراق کی صفت پیدا کی تھی یہ تو محض چند قواعد فلسفیہ کے زعم پر اپنی عقل کے مقابل تمام علما اور عرفا اور عقلا کو نادان سمجھ بیٹھے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مسلمان کو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق اور خاتم الانبیا سمجھے اور نعوذ باللہ عاقل اور حکیم بادشاہ نہ سمجھے بلکہ عقل اول اور عقل کل اور خاتم النبیین اور سید العالمین سمجھے اور عقل کو یہ سمجھے کہ اگرچہ بڑی چیز ہے اور جبتک یہ نہو آدمی کسی چیز کی حقیقت کو دریافت نہیں کر سکتا الا اس کی خوبی اور بزرگی اسی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کے پابند رہے اور چون وچرا کو دخل نہ دے اور یہ سمجھے کہ اللہ جل شانہ نے عقل کو خاصکر اس لیے مدرک بنایا ہے جو کچھ انبیا علیہم السلام کے واسطے سے اسکو سمجھایا جائے سمجھ لے اور اسکو اپنے حق میں بہتر جانے نہ اسلیے کہ چہ میگوئی اختیار کرے

یہ عقل کی حقیقت کہاں اسکی حقیقت تو وہی ہے جو اوپر مفصل لکھ دی گئی اس سے زیادہ نہیں ذرا سی کل بگڑنے میں نہ باصرہ دیکھتی ہے نہ سامعہ سنتی ہے نہ متفکرہ فکر کرتی ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سب کہاں ہیں اور ہم کون ہیں یہ ابلیس کی صفت ہے کہ حجت اٹھا کر خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ کہکر مردود ہوگیا اور آدم علیہ السلام رہنا ظلمنا کہکر ویسے ہی رہے جیسے تھے جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہوں ان سے پرہیز کرنا اور اُنکی صحبت سے گریز کرنا عین اسلام ہے اور اصل ایمان ہے اور انکی صحبت اور ان کا اختلاط زہر قاتل ہے اور بڑا دھوکا یہی کہ یہ لوگ پردہ اسلام میں اسلام کے دشمن ہیں اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے معنی بدل بدل کر دین کی باتوں میں رخنہ نکالتے ہیں اور ان باتوں کی سند میں پیش کرتے ہیں جو صحابہ اور تابعین اور علمائے متقدمین اور متاخرین کے اجماع کو باطل کرتے ہیں اور اپنی طباعی اور طراری اور معنے آفرینی اور زیادہ گوئی پر ایسا اتراتے ہیں کہ کسی کو عاقل نہیں سمجھتے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ یعنے پھیرتے ہیں باتوں کو اپنے ٹھکانوں سے اور فی الاصل ابلیس معلم الملکوت سے زیادہ کوئی عالم نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی مقرر اور طباع اور طرار ہے مگر جو علم نفع نہ پہونچائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم سے پناہ مانگی ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ وَعَافِنَا مِنْ جَمِیْعِ الْمِحَنِ وَاَصْلِحْ مِنَّا مَا ظَھَرَ وَمَا بَطَنَ خلاصہ یہ کہ وقت پر آشوب ہے اور طرح طرح کی گمراہیاں اسلام اور ایمان میں پیدا ہوئی ہیں آدمی کو ایسے وقت تاریک میں اور ایسی چاروں طرف کی اندھا دھند میں بہت ہوشیار رہنا چاہیے اور ہر وقت اللہ جل شانہ سے پناہ مانگنا چاہیے ورنہ ایمان کا بچنا مشکل ہے ؎ ورنیا مد حال

پختہ ہیچ خام ۔ پس سخن کوتاہ باید والسلام

محبت اور عشق کی حقیقت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ محبت محب کو محبوب سے ملاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ آگاہ ہو ایمان نہیں جسکو محبت نہیں اور فرمایا ہے حُبُّکَ الشَّیْئَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ یعنی محبت محبوب کے سوا دوسرے کے دیکھنے سے اور دوسرے کے ذکر سے اندھا اور بہرا کردیتی ہے اور محب آغاز اور انجام کچھ نہیں دیکھتا اور کسی کا کہنا کچھ نہیں سنتا اور یہ بھی فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور اللہ جل شانہ نے

اپنے بندگان محبوب کی شان میں فرمایا ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ یعنے اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور قرآن پاک قدیم ہے پس اللہ کی محبت انکے ساتھ اور اسکی عنایت اُن کے حال پر ازلی اور ابدی ہے اور انکی محبت اللہ کے ساتھ اسکی عنایت سے فطری ہے یہ صفت ملائکہ کو حاصل نہیں تفسیر رموز سے شمائل اتقیا میں ہے بر مقتضی ایں آیت سراپا ہدایت حضرت ذوالجلال در ازل ازال بعلم قدیم ایشاں را بذات مقدسہ خود دوست گرفتہ وایشاں نیز ذات حق تعالے را بہ تعلیم اللہ دوست داشتہ اند اور حضرت ابوبکر واسطی نے فرمایا ہے اَلْھَاءُ فِیْ یُحِبُّوْنَہٗ رَاجِعٌ اِلٰی ذَاتِ اللہِ تَعَالٰی لَا بِصِفَاتِہٖ یعنی یحبونہ میں جو ہا ضمیر ہے یہ اللہ جل شانہ کی ذات کی طرف پھرتی ہے صفات سے علاقہ نہیں رکھتی اور اس محبت کا کمال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ شمائل اتقیا میں ہے کہ اللہ باقی ہے اور انسان فانی اور اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ پر اتفاق ہے پھر انسان کی محبت اللہ کے ساتھ کیونکر درست ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جسکو اللہ جل شانہ اپنی محبت عطا کرتا ہے پہلے اپنی کسی صفت سے اس کو متصف کرتا ہے پھر وہ جنسیت صفاتی سے میل کرتا ہے اور حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے اِذَا قِیْلَ لَکَ تُحِبُّ اللہَ فَاسْکُتْ فَاِنْ قُلْتَ لَا کَفَرْتَ یعنے اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ تو اللہ کو چاہتا ہے تو تو چپ رہ اسلیے کہ اگر تونے کہا کہ نہیں تو کفر ہے اور اس محبت کی اصل گناہوں سے قطع نہیں ہوتی شمائل اتقیا میں تفسیر لطائف قشیری سے لکھا ہے یَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ عَبْدَ اللہِ ذُنُوْبٌ کَثِیْرَۃٌ ثُمَّ یُحِبُّہُ اللہُ یعنے جائز ہے کہ کوئی بندہ بہت گنہگار ہو اور اللہ جل شانہ اس کو چاہے چنانچہ ایک صحابی نے غزوہ خیبر میں شراب پی لی دوسرے صحابی نے ان پر لعنت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور فرمایا کہ تو لعنت کرتا ہے اسپر جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے اِنَّ اللہَ لَا یُؤَاخِذُ الْعُشَّاقَ بِمَا یَصْدُرُ عَنْھُمْ یعنے اللہ اپنے عاشقوں سے ان کے افعال کا مواخذہ نہیں کرتا اسوجہ سے کہ عشق انکو بے قابو کر دیتا ہے اور اللہ جل شانہ کی محبت بندے کے ساتھ یہ ہے کہ حجابات کو اسکے دل سے اٹھا دیتا ہے قرآن پاک میں ہے اَللہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اللہ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے نکالتا ہے انکو اندھیرے سے اجالے کی طرف اور بندے کی محبت اللہ جل شانہ کے ساتھ یہ ہے اسکے جمال کا

اور اسکے دیدار کا مشتاق ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ جو اللہ کے دیدار کو دوست رکھتا ہے اللہ اسکے دیدار کو دوست رکھتا ہے اور اللہ جل شانہ تین سو ساٹھ بار ہر روز اپنے بندوں کے دل کی طرف دیکھتا ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے مجمع السلوک میں محبت کو گیارہ درجوں پر تقسیم فرما کر انتہاے محبت کو عشق فرمایا ہے اور وہ درجات یہ ہیں موافقت میل موانست مودت ہوا خلت محبت شغف تیّم ولہ عشق اور ان سب کا فرق بھی لکھا ہے اور سب کی صفت الگ الگ بیان فرمائی ہے میں نے بنظر اختصار درگذر کیا اور محبت ہی کے لفظ سے بیان کیا جو قرآن اور حدیث میں زیادہ ہے اور بعض اولیاء نے فرمایا ہے اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی الْمَعْشُوْقِ عشق وہ آگ ہے جو معشوق کے سوا سب چیزوں کو جلا دیتی ہے اور بعضوں نے فرمایا ہے اَلْعِشْقُ جُنُوْنٌ اِلٰہِیٌّ عشق وہ دیوانگی ہے جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس بزرگوں نے طرح طرح سے عشق کی صفت بیان کی ہے اور میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی کا ارشاد ہے کہ مرشد عشق ہے یعنی مرشد اپنے دل کی آگ مرید کے دل میں لگا دیتا ہے پس عشق مرشد کا نام ہے اور مرشد سراپا عشق کی صورت ہے اور میں جہاں تک سمجھتا ہوں میرے نزدیک انسان کے حق میں عشق کی حقیقت یہ ہے کہ روح کسی شے کی طالب ہوتی ہے اور دل پر اسکا اثر ہوتا ہے اور یہ بات وہبی ہوتی ہے یعنے دل میں کسی کی طلب خدا کی طرف سے آپڑتی ہے اور اسکا کمال یہ ہے کہ دل ایسا محو اور مستغرق ہو جاے کہ حواس خمسۂ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی اپنی اپنی قوتوں کو مطلوب کی ذات میں فنا کر دیں یعنی باصرہ اسکی صورت کے سوا کسی کو نہ دیکھے اور سامعہ اسکی بات کے سوا کچھ نہ سنے اور شامہ اسکی خوشبو کے سوا کسی کی بو کو نہ سونگھے اور ذائقہ اس کے مذاق کے سوا کسی شے کا مزہ نہ چکھے اور لامسہ اسکے سوا کسی کو چھو نہ جائے اور اسی طرح حس مشترک ان باتوں کے سوا کسی شے کو باہر سے اندر نہ لیجائے اور خیال اُن باتوں کو مضبوط کرلے اور متصرفہ اسکی صورت اور معنی کے سوا کسی تخیل اور تفکر میں نہ رہے اور واہمہ اسکے خیال سے کسی وہم میں نہ پڑے اور حافظہ اسکے سوا سب کو بھلا دے اور شک نہیں کہ جب یہ حالت کسی میں پیدا ہو گی وہ شخص اپنی ہستی سے بیخبر ہو جائے گا اور عقل میں عشق بن جائیگی پس گویا عشق اسی بات کا نام ہے کہ ہر ایک حس اپنے مشاغل کو چھوڑ کر یکسو ہو جائے اور نقشہ پیدا

سے اعضای وجودم ہمگی دوست گرفت | نامیست زمن باقی وباقی ہمہ اوست

اور یہ وہی حالت ہے جیسا میں لکھ چکا ہوں کہ جب اللہ جل شانہ اپنے بندے کو چاہتا ہے اس کی باصرہ

اور اسکی سامعہ بن جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس اب جاننا چاہیئے کہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ محبت دو قسم پر ہے محبت ذات اور محبت صفات محبت ذات وہبی ہے اور محبت صفات کسبی ہے اور اسی کے قریب حضرت مخدوم شیخ مینا کا ارشاد مجمع السلوک میں ہے اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا اور قسم ہے جان کی اور جسنے ٹھیک کیا اسکو پھر اسکے جی میں ڈالی بدکاری اسکے اور نکوکاری اسکے البتہ مراد کو پہونچا جسنے پاک کیا اسکو یعنی جان کو اور بے بہرہ رہا جسنے گم کیا اسکو یعنی جان کو اور فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جن لوگوں نے کوشش کی ہمارے لیے ہر آئینہ دکھلاتے ہیں ہم انکو اپنی راہیں اور فرمایا ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اور کوشش کرو اللہ کے لیے جیسا کوشش کا حق ہے اور فرمایا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ پھر یاد کرو مجھکو کہ میں تم کو یاد کروں ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ انسان کسب محبت کر سکتا ہے اور حضرت محبوب الٰہی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ محبت حقیقی کا حاصل کرنا نفس کی عداوت پر موقوف ہے اور ہوائے نفس کی مخالفت سے یہ محبت پیدا ہوتی ہے اور ترک ہوا دفعۃً ممکن نہیں رفتہ رفتہ انسان قدرت پاتا ہے اور ابتدا یوں چاہیے کہ آدمی اپنے چھپے ہوئے گناہوں کو چھوڑے جن کو اللہ جانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا خلاصہ یہ کہ بزرگوں نے جو راہیں اس محبت کے پیدا کرنے کی مقرر کی ہیں حق ہیں مولانائے روم فرماتے ہیں

شعر

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن	فکر گر جامد بود رو ذکر کن

یہ باتیں جس قدر میں نے لکھیں وہ ہیں جن کو عقل سمجھتی ہے اور فی نفسہ جب محبت آتی ہے عقل باقی نہیں رہتی اور پر لکھ چکا ہوں حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ

شعر

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت	شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

ہنود کے اوتاروں کو برا نہ کہنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ہنود کے اوتار یعنی جیسے مہادیو اور کنہیا اور لچھمن اور رام انمیں سے کسی کو برا نہ کہنا چاہیئے اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے منع فرمایا ہے کہ کفار کے معبودوں کو برا نہ کہو کہ وہ دشمنی کی راہ سے اللہ کو برا کہینگے اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے حال سے

خبر نہیں دی کہ کون تھے اور کیسے تھے اور اللہ جل شانہ نے سب جگہ قریہ قریہ اور ہر گروہ میں ایک ڈرانے والا بھیجا ہے جیسا قرآن میں ہے پھر ممکن ہے کہ شاید ان میں سے کوئی انھیں ڈرانے والوں میں ہو اور اسکی قوم نے اسکے بعد شرک اور کفر اور گمراہی اختیار کی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہنود کے وید سے ثابت ہے جیسا بعض علما نے راجہ بھوج کے حال میں لکھا ہے اور توحید بھی پائی جاتی ہے

نعیم بہشت اور عذاب دوزخ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھْوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَکَارِہِ آگ نفس کی خواہشوں سے گھیر دی گئی ہے اور بہشت نفس کے مکروہات سے اور دوسری حدیث میں ہے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ دنیا آخرت کی کھیتی ہے پس میرا اعتقاد یہ ہے کہ دوزخ اور بہشت دونوں کا وجود ہم میں ہے اور ہم سے ہے اور ہمارے لیے ہے ہماری نفس کی مرادیں دوزخ بنجاتی ہیں اور ہمارے نفس کی نامرادیاں بہشت بن جاتی ہیں اور دوزخ ہو یا بہشت ہمارے افعال اور اعمال کے صور متشکلہ ہیں اور افعال اور اعمال تخم کے مثل ہیں اور دوزخ اور بہشت جیسے درخت اور پھول اور پھل اور سایہ اور اسکی مثال یوں ہے کہ اگر آدمی خواب میں دیکھے کہ میں ڈوبتا ہوں اور پانی میں غرق ہوں یا کسی موذی نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور مجھ کو ہلاک کر رہا ہے یا کسی عمارت عالی اور باغ سرسبز میں ہوں اور کسی محبوب سے ہمکنار ہوں تو یہ سب باتیں اسکو ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے بیداری میں اور ان سب باتوں کی تکلیف اور راحت بھی ویسی ہی معلوم ہوتی ہے اور ان سب کا وجود خارج میں نہیں ہوتا اور دوسرے کو آگاہی بھی نہیں ہوتی اگرچہ اسکے پاس ہو اور اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ سونا موت کا بھائی ہے یہ حدیث شریف میں ہے اور اسی پر دال ہے یعنی عالم برزخ میں جو زمانہ موت سے قیامت تک ہے ایسا ہی حال رہتا ہے جیسا نوم میں ہوتا ہے اور اس اعتقاد سے میرا یہ مقصود نہیں کہ دوزخ اور بہشت کا وجود خارج میں نہیں ہے یا وہ دونوں پہلے سے موجود نہیں ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اللہ جل شانہ نے جس طرح ہمارے ہونے سے پہلے ہمارے افعال اور اعمال کا اندازہ کر لیا اسی طرح ان افعال اور اعمال کے نتائج کو بھی پہلے ہی سے ہمارے لیے متشکل کر رکھا ہے ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو ٭ اور بعض جزئیات اعمال ایسے بھی ہیں کہ جب ہم سے صادر ہوتے ہیں تب متشکل ہوتے ہیں جیسا شب معراج میں

ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بہشت
ایک میدان صاف ہے جس قدر وہ لوگ کلمۂ تمجید پڑھیں گے اسی قدر اُن کے لیے اس میدان
میں درخت اُگیں گے ؎ باغہا و میوہ ہا اندر دلست ٭ عکس لطف آں بریں آب و گل ست ٭

شفاعت کبریٰ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ قیامت میں سب انبیا اور اولیا اور صالحین اور شہدا اللہ جل شانہٗ کے اذن سے گنہگاروں کی شفاعت کرینگے مگر ابتداے حال میں جلال الٰہی کی ہیبت سے کسی کو مجال نہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شفیع القیامت ہونا اور کل مخلوقات کی شفاعت کرنا اور آپ کی شفاعت کا مقبول ہونا آپ کی نبوت کے مانند روز ازل سے مقدر اور مقرر ہو چکا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا اور جو انھوں نے اپنی اپنی امت کے حق میں کہا ہے اور قرآن میں مذکور ہے بیان فرمایا پھر آپ امتی امتی فرماکر رونے لگے جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ محمدؐ کے پاس جاؤ اور کہو اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ ہم تجھ کو راضی کریں گے تیری امت کے باب میں اور ناخوش نہ کریں گے تجھ کو اور یہی وعدہ قرآن میں بھی ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور نزدیک ہے کہ عطا کرے گا تجھکو تیرا پروردگار پھر راضی ہوگا تو اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں راضی نہونگا جب تک کوئی آدمی میری امت کا دوزخ میں رہے گا اور جب یہ آیت نازل ہوئی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ اُٹھائے تجھ کو تیرا پروردگار مقام محمود میں آپ نے فرمایا ھُوَ الْمَقَامُ الَّذِیْ اَشْفَعُ فِیْہِ لِاُمَّتِیْ وہ ایک مقام ہے جہاں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرونگا اور اللہ جل شانہٗ بہشت کی کنجیاں آپ کو دے گا اور بعض روایات سے عرش پر اور بعض سے کرسی پر آپ کو جگہ دیگا اور کل اختیارات آپ کے ہاتھ میں ہونگے اور کل آدمی حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک سب کے پاس شفاعت کی غرض سے جائینگے سب جواب دیں گے اور نفسی نفسی کہیں گے انجام میں حضرت مسیح سب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں گے آپ فوراً مستعد ہو جائیں گے کہ یہ میرا کام ہے اور اُمّتی اُمّتی فرماتے ہوئے شفاعت کریں گے اور پانچ مقاموں پر سفارش فرمائیں گے پہلے موقف عرصات میں کہ دیر تک

کھڑے نہ رکھے جائیں اور انتظار حساب کی قید سے چھوٹیں اور گرمی آفتاب سے پناہ پائیں اور پسینہ جو زانو اور کمر تک اور اس سے زیادہ بھی ہوگا اسمیں کمی ہو دوسرے سوال اور حساب کے وقت کہ بیحساب چھوڑ دیے جائیں اور بہشت میں جائیں تیسرے جن کا حساب کیا جائے گا اور عذاب کے مستحق ہوں گے ان کے لیے کہ معاف کیے جائیں اور بہشت میں بھیجے جائیں چوتھے جو لوگ دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے انکے لیے کہ دوزخ سے نکالے جائیں پانچویں جو بہشت میں جائینگے انکی ترقی درجات کے لیے اور اسکے سوا اور مقامات میں بھی شفاعت فرمائیں گے مشکوۃ شریف میں مولوی محمد قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دس مقام لکھے ہیں اور یہ سب حق ہے اور ہوگا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَشَفِیْعِ الْاُمَّۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اور اس باب میں بہت حدیثیں صحیح صحیح متواتر وارد ہیں جن میں شک نہیں ہو سکتا اور قیامت کے دن آپ کا اذن مانگنا ظہور اور وقوع کی راہ سے ہوگا اور آپ کی عظمت اور آپ کی دلجوئی مجمع اولین و آخرین میں ظاہر فرمانے کو ہوگا نہ یہ کہ آپ ماذون نہیں ہیں اسوقت ہوں گے جو لوگ اس آیت کو مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یعنے کون ہے جو شفاعت کرے اسکے پاس مگر اسکے حکم سے یا ایسی ہی اور آیات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر وارد کرتے ہیں اور آپ کی ذات پاک میں اور آپ کے سوا اور لوگوں میں فرق نہیں کرتے ہیں میں ان کا معتقد نہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؛

یا نبی اللہ السلام علیک
بس بود جاہ و احتشام مرا
مہر بکشا ز حقہ یاقوت
لب بجنبان پے شفاعت من
گر نرفتم طریق سنت تو

انما الفوز و الفلاح لدیک
یک علیک از تو صد سلام مرا
روح را کام بخش و دل را قوت
منکر برگناہ و طاعت من
ہستم از عاصیان امت تو

مرشد کے برزخ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ مرشدان طریقت جو اپنے مریدوں کو اپنی صورت کے تصور کا طریقہ تعلیم کرتے ہیں اور اصطلاح میں اس کو برزخ بولتے ہیں حق ہے اور کسی طرح شرع شریف

کے خلاف نہیں جو لوگ اسکو مخالف شرع سمجھتے ہیں انکو اسبات کا علم اور شعور نہیں ہے اور حقیقت سے آگاہ نہیں سمجھنا چاہیے اعمال جوارح کا نام شریعت ہے اور اعمال قلبیہ کا نام طریقت ہے اور یہ حدیث اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ طریقت پر دال ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعمال جوارح جو اسلام سے واسطہ رکھتے ہیں بے محبت بھی ہو سکتے ہیں مگر اعمال قلب جو ایمان سے واسطہ رکھتے ہیں بے محبت نہیں ہو سکتے کیونکہ محبت قلب سے علاقہ رکھتی ہے نہ جوارح سے اور ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک محبت نہو اور کشف المحجوب میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَرَّۃٌ مِنْ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ اَفْضَلُ مِنْ جِبَالِ اَعْمَالِ الْجَوَارِحِ یعنے دلوں کا اعمال کا ایک ذرہ اعمال جوارح کے پہاڑوں سے افضل ہے پس طریقت ان اعمال کا نام ہے جن سے محبت حاصل ہو اور محبت پیر کے ساتھ ہو یا رسول کے ساتھ یا اللہ کے ساتھ تینوں ایک ہیں اور یہ محبت دو طرح سے حاصل ہوتی ہے ایک وہب سے اس میں کسی عمل کی حاجت نہیں ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ دوسرے کسب سے اور اس کی کسب کے واسطے نفس کی مخالفت ضروری ہے جیسا کہ حضرت محبوب الٰہی کا فرمان میں اوپر لکھ چکا ہوں اور نفس کی مخالفت ممکن نہیں جب تک مرشد کی توجہ نہو اور مرید آٹھ پہر اس کے تصور میں نہ رہے جیسا مولانا نے رومی فرمائے ہیں ؎

	تا نیفتد ہر تو مردے را نظر ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر		از وجود خویش کے یابی خبر دامن آن نفس کش را سخت گیر	

اور جب مرید توفیق وہبی سے اس کام پر آمادہ ہوتا ہے اور کسی قدر محبت دل میں پیدا ہوتی ہے تب بے ذکر محبوب آرام نہیں پاتا جیسا حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو کسی شے کو دوست رکھتا ہے اسکا ذکر بہت کرتا ہے اور ذکر کے ساتھ فکر ضروری ہے اور فکر کا قاعدہ ہے کہ انسان جسکو دیکھ چکا ہوتا ہے جب اس کا ذکر بہت کرتا ہے اس کی صورت مثالی سامنے آجاتی ہے اور اگر وہ صورت سامنے نہ آئے تو ذکر غفلت کے ساتھ مفید نہیں ہوتا اور جس کی صورت دیکھی ہی نہ ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک یا وہ کوئی صورت خاص نہ رکھتا ہو جیسے اللہ جلشانہ تو ان دونوں کے ذکر میں فکر عمدہ ممکن ہی نہیں الا اس طرح کہ جس کے نفس میں وہ محبت وہبی یا کسبی

پیدا ہو چکی ہو اور وہ اس محبت کی وجہ سے پورا پورا اقل التعلیل اللہ اور رسول کا محب اور محبوب ہو چکا ہو
جیسا قرآن میں ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور دوسری جگہ فرمایا ہے
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اور فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کا مصداق ہو چکا ہو اور سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ
وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ کا مضمون اس پر کھل گیا ہو اور اللہ جل شانہ اس کی آنکھ اور اس کا کان اور
اس کا ہاتھ اور اس کا پاؤں ہو گیا ہو جیسا حدیث بخاری میں ہے انسان اس کی صورت کا نقشہ
آنکھوں کے سامنے حاضر کر کے ذکر کرے کہ اسکی برکات اور اسکے انوار اور اس کے فیوض سے
اس کی فکر معطل نہ رہے اور اسکی فنائیت کا پرتو اسکے دل پر پڑے اور ذکر نتیجہ بخشے اور وہ صورت واسطہ
وصول اِلَی اللّٰهِ اور اِلَی اللّٰهِ مُوْصِلْ ہو یہ صورت پرستی نہیں ہے عین حق پرستی ہے اور میں نے اس
فکر کو فکر عمدہ اس وجہ سے کہا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے لَا يَسَعُنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ اِلَّا قَلْبُ عَبْدِيَ
الْمُؤْمِنِ پھر جس کے دل میں وہ آپ سمایا ہے اس کی صورت کے تصور کرنے سے زیادہ کوئی فکر نہیں اگرچہ
فکر کی راہیں بہت ہیں اور اسکا سامنا بعینہ اللہ کا سامنا ہے اور یہ تصور ہر محب اور محبوب کے درمیان
ضروری ہے اگرچہ محبت مجازی ہو جیسے کہ مجنون وغیرہ کا حال مشہور ہے اور یہ محبت بھی محب اور محبوب
کو ایک کر دیتی ہے جیسے مجنون کا انا لیلیٰ کہنا مشہور ہے اور میرے مرشد پاک فرماتے تھے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فقط ایمان لانا اور آپ کے جمال مبارک کا دیکھنا خدا سے
مل جانے کو کافی تھا یہ ریاضتیں اور مشقتیں جو اولیا نے آپکے بعد اختیار کی ہیں نہ تھیں اس ارشاد کا
مطلب بھی وہی ہے جو میں اوپر لکھ چکا اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے مجمع السلوک میں فرمایا ہے کہ
چوں ربط مرید با پیر بسیار می شود حق تعالیٰ کہ مقلب القلوب ست دل شیخ در روحانیت شیخ را مائل بسوی
وے میدارد و مشہور ست ہر کہ با کسے بود او با وی بود و ہر کہ بہ خیال کسے باشد وے بہ خیال
وے باشد اَلْقُلُوْبُ مَعَ الْقُلُوْبِ تَتَشَاهَدُ ہمیں معنی دارد اور اس کے اوپر بہت کچھ ہے کہ شیخ کی روحانیت
سے مرید کو ہر قسم کی امداد اور فتوح حاصل ہوتی ہے اور شمائل الاتقیا میں رسالہ شمسیہ سے منقول ہے
برائے محبت خدا تعالیٰ طرق بسیار است اما بہتر و آسان تر آن ست کہ محبت شیخ در دل جا ے یابد
ازاں محبت محبت زود ترین گردد اور اسی کتاب میں رسالہ عین القضات ہمدانی سے منقول ہے کہ
اتفاق جمیع مشائخ ست کہ ہیچ عبادتے و عملی افضل تر از مراقبہ شیخ نیست اور رسالہ غیب سے

منقول ہے مراقبہ با نواع ست نخست مراقبہ شیخ بر خود لازم دو اجب بیند بدیدہ دل ہم چنین کہ شیخ را
در حضور و حیات دیدہ است ہر کہ پیوستہ دل خود با دل شیخ مراقبہ دارد و مدد طلبد فتوحات غیبی و نفحات
ربانی از درون شیخ نصیب دل او شود مِنَ الْقُلُوْبِ اِلَی الْقُلُوْبِ و درین سریت حبہ مرید اول
توجہ بحضرت عزت نتواند کرد کہ مرید را جنت بسیار ست و خو گرفتہ عالم شہادت ست و با غیر آشنائی دارد
و دل شیخ متوجہ حضرت است ہر چہ از انجا بدل شیخ می رسد بدل مرید ہم برسد وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا
طَھُوْرًا در جام ولایت شیخ ہر دو ہند کہ یُسْقَوْنَ فِیْھَا کَاْسًا کَانَ مِزَاجُھَا زَنْجَبِیْلًا بعدہ در جام نبوت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم از ساقی حق بے واسطہ بردہند چوں ایں معنی استقامت یافت اگر ہر بار خواہد کہ شیخ را
بچشم ظاہر بیند تواند دید وایں سرے عجیب و غریب است اور مکرر تمہیدات عین القضات سے لکھا ہے
کہ خدا تعالی را در آئینہ جان پیر دیدن آنست کہ مرید پیر را در دل خود تصور کند پیر آنجا حاضر آید اور
حضرت مسعود بک نے کتاب مرآۃ العارفین میں فرمایا ہے مرید را باید کہ در جان پیر خدا را بیند تا در تحقیق
با حق نشیند و پیر در جان مرید خود را بیند اور از خود بہر خود دیدن پیر در جان مرید حق دیدن مرید است چہ
سر آنست کہ خودش گم در خدا ست تا چوں او در آئینہ جان مرید خود را بیند مرید در خود خدا را بیند وایں
سرے بزرگ ست اور زمانہ آخر کے لوگوں میں اور علما کے گروہ میں مولوی ولی اللہ محدث نے قول الجمیل
میں لکھا ہے وَالرُّکْنُ الْاَعْظَمُ رَبْطُ الْقَلْبِ بِالشَّیْخِ عَلٰی وَصْفِ الْمَحَبَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ وَمُلَاحَظَۃِ صُوْرَتِہٖ
یعنے رکن اعظم ہے شیخ کے ساتھ ربط قلب اور محبت تعظیم کے ساتھ اور اسی کی صورت کا لحاظ رکھنے
کے ساتھ اور مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت میں یگانہ آفاق تھے اور فقیر کو بھی ان کی خدمت
میں نیاز غائبانہ حاصل تھا اور راہ و رسم کتابت چند بار واقع ہوئی تھی ان سے کسی نے سوال
کیا ہے اور مولوی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا دنی مطلب چاہا ہے انھوں نے بھی تسلیم کیا ہے
اور جواب شافی دیا ہے اور ان کی کتاب الفتوی میں چھپا ہے اور مولوی اسمعیل نے جو صراط مستقیم
میں انکار کیا ہے ان کا گروہ اولیا کے گروہ سے علیحدہ ہے کچھ واسطہ نہیں رکھتا اور شیخ عبد الحق
محدث دہلوی نے اپنے بعض مکتوبات میں مثل مولوی ولی اللہ ذکر کیا ہے اور مولانا عبد العزیز نے
تفسیر عزیزی میں جہاں اقسام سحر کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے اقسام سحر راز کیاے است مصطفویہ
عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ اصلاح نمودہ کفر شرک را ازاں دور کردہ استعمال کردہ اند اُس کے

بعد وہ قسمیں لکھی ہیں ان میں لکھا ہے قسم سوم ربط یا ارواح طیبہ پر صلحا و اولیاست کہ اکثر ایسے مشربان
بعمل می آرند و در حوائج خود و دیگر خلق بآں متمتع می شوند و در طریق تحصیل آں نیز طہارت و تلاوت و
ارسال ثواب صدقات برائے آں ارواح منظور می دارند چونکہ مولانا علیہ الرحمۃ نے ربط ارواح
کو اقسام سحر میں ذکر کیا ہے ہر شخص کا خیال ادھر نہیں جاتا اور تصور برزخ بھی اسی ربط کے حاصل
کرنے کا طریقہ ہے خلاصہ یہ کہ اس باب میں ہرگز دم مارنے کی مجال نہیں اور جو اسکو مخالف شرع
سمجھتا ہے بالکل علم اور عقل اور حق اور انصاف کی راہ سے الگ جاتا ہے اور اللہ والوں سے نفسانیت
رکھتا ہے اور خوب سمجھنا چاہیے کہ حضرات چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ اور نقشبندیہ کلھم اجمعین متفق ہیں
اور اسبات پر اصرار رکھتے ہیں کہ خدا سے ملنے کا نہایت سہل طریقہ یہی ہے کہ مرشد کے ساتھ
ربط قلب حاصل ہو اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے اس کی شرح میں فرمایا ہے وھو عبارۃ
عن تعلق قلب المرید بالشیخ یعنے مرید کے دل کو شیخ کے ساتھ علاقہ ہو اور حضرات نقشبندیہ اسکو
نسبت بولتے ہیں جیسا معمولات مظہریہ وغیرہ میں ہے اور سب مشایخ طبقات کی تصنیفات میں اسکا
ذکر موجود ہے اور ان سب خانوادوں میں بڑے بڑے علامہ گزرے ہیں کہ آج ان کے مثل
کوئی عالم کم دیکھا جاتا ہے اگر وہ لوگ خدا پرست نہ تھے تو دنیا میں سب ہوا پرست ہیں اور ان کی
مخالفت خدا کی مخالفت ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ یہ سب کہہ کر اب چند حدیثیں
میں سند میں پیش کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْتَنِبِ
الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ یعنے جب تم میں سے کوئی کسی کو قتل کرے تو منھ کو
بچاوے پھر ہر آئینہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے مولوی محمد قطب الدین خاں نے
لکھا ہے کہ اپنی صورت سے یہ مراد ہے کہ اسکی صفات جلالیہ اور جمالیہ کا مظہر ہے اور جب انھوں
نے باوجود علم ظاہر یہ لکھا پھر خوب سمجھنا چاہیے کہ یہ صورت محمدی ہے اور اسی وجہ سے جہنمی
مسخ ہوں گے کوئی انسان اس صورت سے جہنم میں نہ جائے گا اور جب علی العموم ہر کافر اور
مسلم کی صورت کو یہ بزرگی حاصل ہے پھر صالحین جو فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی صفت رکھتے
ہیں انکی صورت کا تصور کیونکر فیوض اور برکات سے خالی ہو سکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے خِیَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ اللہ کے نہایت نیک بندے وہ ہیں کہ

جب ان کا سامنا ہوا اور ان کے چہروں پر نظر پڑے اللہ یاد آئے اور مولوی محمد قطب الدین خاں نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جب آنکھ ان کے جمال پر پڑتی ہے خدا یاد آتا ہے اور اُن کا دیکھنا ذکر کی صفت رکھتا ہے اور نور ایمان دیکھنے والے کے دل میں ترقی کرتا ہے کہ اللہ یاد آتا ہے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں کے ایکبار دیکھنے میں ایمان کا یہ حال ہو پھر جو شخص ہر وقت ان کی صورت پیش نظر رکھیگا اسکا کیا حال ہوگا اگر کچھ بھی اثر نہوگا تو بھی کتنی ہی بدیوں سے بچیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفت میں فرمایا ہے اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی علی کے منھ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور مولوی محمد قطب الدین خاں نے لکھا ہے کہ جب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مَا اَشْرَفَ ھٰذَا الْفَتٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مَا اَکْرَمَ ھٰذَا الْفَتٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مَا اَعْلَمَ ھٰذَا الْفَتٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مَا اَشْجَعَ ھٰذَا الْفَتٰی لا الہ الا اللہ کیا شریف تر ہے یہ جوان لا الہ الا اللہ کیا عالم تر ہے یہ جوان لا الہ الا اللہ کیا شجاع تر ہے یہ جوان اور یہ حدیث حضرت علی کے حق میں گویا پیشین گوئی ہے کہ فقرا کے اکثر سلسلے حضرت علی سے ملے ہیں اور برزخ کا تصور انھیں میں ہے اور اس حدیث میں برزخ کی تعلیم پوری پوری موجود ہے اس وجہ سے کہ آپ نے عبادت کا لفظ فرما دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ اور یوں بھی فرمایا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ لِاَنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ علمای ظاہر دونوں جگہ ایک ہی معنی کہتے ہیں کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا سچ دیکھا اس وجہ سے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اور اولیاے کرام اوپر کی حدیث کو الگ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جس نے مجھ کو دیکھا اللہ کو دیکھا اور علماے حق آگاہ نے بھی اسی معنی کو قبول کیا ہے مولوی سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مولد میں یہی معنی لکھے ہیں اور یہ معنی اوپر کے حدیثوں کے مطابق ہیں اور جس طرح یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ سے ثابت ہے کہ آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اسی طرح آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے اور جہاں جہاں باصرہ کی عبادت کا ذکر کتابوں میں آیا ہے سب نے لکھا ہے قرآن کی تلاوت کرنا اور علما اور صلحا کے چہروں پر نظر کرنا اور زیارت بزرگان کفارہ گناہ ضرب المثل ہے مولانا عبد العزیز نے تفسیر عزیزی میں اوپر ہی لکھا ہے وانچہ تعلق بچشم دارد دیدن مشاہد خیر مثل

کعبہ شریفہ وقرآن مجید ودیدن بزرگان مثل انبیا علیہم السلام واولیا وزیارت قبور شہدا وصالحین کرجان خود و اور راہ خدا باختہ اند واوقات عزیز خود در یاد او گذرانیدہ الی آخرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ اور اسکے معنی جو بزرگوں نے لکھے ہیں یہ ہیں کہ مومن کے معنی صاحب ایمان اور مومن اللہ جل شانہ کا بھی نام ہے پس مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن جو پورا پورا صاحب ایمان ہے اللہ جل شانہ کی ذات پاک کا آئینہ ہے جیسا عین القضات ہمدانی کی عبارت میں میں لکھ چکا ہوں پھر اسکا دیکھنا گویا اللہ کا دیکھنا ہے ع چوں مرا دیدی خدارا دیدۂ ؛ اور اگر دونوں جگہ صاحب ایمان کے معنی لیے جائیں تو دوسری طرح سے بھی مطلب صاف ظاہر ہے کہ مرید آئینہ دل میں پیر کی صورت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھے کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور قرآن پاک میں حضرت ابراہیم کا قول مذکور ہے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ہر آئینہ میں نے اپنا منھ اسکی طرف کیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بنایا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں اور یہ بھی ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ بہت منھ اس دن اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے پھر جنکی منھ میں یہ قابلیت پیدا ہو گئی ہے انکی طرف منھ کرنا بعینہ اللہ کی طرف منھ کرنا ہے جس طرح ایک آئینہ کسی شے کے مقابل ہو اور دوسرا آئینہ کسی ترکیب سے اسکے مقابل کیا جائے تو وہ شے اس آئینہ کے پرتو سے اسمیں بھی نظر آئیگی اور شک نہیں کہ اولیا فنا فی الرسول کی صفت سے آئینہ جمال محمدی بن کر اللہ کی ذات پاک میں فنا ہو جاتے ہیں پھر انکی صورت کا تصور بعینہ اللہ اور رسول کی جمال اور جلال کا تصور ہے اور پیر کی محبت اللہ اور رسول کی محبت ہے اور پیر کا ذکر اللہ ورسول کا ذکر ہے اور اس کی فکر اللہ اور رسول کی فکر ہے سه ہر کہ او عاشق نشد بر روے پیر ؛ از خدا ہرگز نشد نعمت پذیر ؛ چوں تو ذات پیر را کردی قبول ؛ ہم خدا در ذاتت آمد ہم رسول ؛ اس سے زیادہ صاف لکھنا مصلحت نہیں مرید کو چاہیے کہ ہر وقت اٹھتے اور بیٹھتے ہر طرف مرشد کی برزخ کو سامنے رکھے کہ خدا کو نہ بھولے اور جدھر دیکھے اس خیال کو نہ چھوڑے کہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کا مصداق ہو جائے اور جب احادیث صحیحہ سے صراحتًا اور کنایۃً تصور برزخ کا ثبوت کما حقہ بیان کر دیا گیا پھر اگر کسی کو اس تفصیل پر بھی شک باقی رہے تو علاج پذیر نہیں ع در جہل مرکب ابد الدہر بماند

تعویذات اور عملیات کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقرا اور مشائخ جو تعویذات اور عملیات مریض کے لئے یا آسیب زدہ کے واسطے استعمال کرتے ہیں ان کا کرنا درست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پھونک ڈالنا اور آیات شفا کا اور چار قل کا دم کرنا اور ادعیہ ماثورہ کا دم کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ان دعاؤں میں سے ایک یہ ہے اِذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا لیجا تو سختی کو اے پروردگار آدمیوں کی اور آرام دے تو تندرستی دینے والا ہے نہیں ہے صحت مگر تیرے صحت دینے میں وہ صحت جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے اور آیات قرآنی اور اسمائے حسنیٰ اور ادعیہ ماثورہ کے علاوہ اور منتر بھی جائز ہیں اگر ان میں شرک اور کفر کے کلمات نہوں یا اُن کے ساتھ کوئی اور بات اس قسم کی نہ ہو صحابہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے اور آپ نے منتر سن کر اجازت دی ہے اور فرمایا ہے مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ یعنے جو تم میں سے قدرت رکھتا ہو کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہونچائے پھر چاہیے کہ کرے اور اگر کوئی پہلے سے اجرت ٹھہرا کر اور لیکر کرے تو بھی درست ہے اور ان سب باتوں کی تفصیل مدارج اور مشارق اور فتح العزیز اور مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے مگر میرے مرشد پاک کا یہ طریقہ نہ تھا کہ پہلے سے کچھ ٹھہرا لے البتہ دو تعویذوں میں جو چیزیں معمول ہیں یا تیل کے ساتھ تھم طلب فرماتے تھے اور اگر کوئی صالح الہام سے یا اپنی رائے سے کسی اسم الٰہی کو یا کسی آیت کو کسی ترکیب خاص سے مرض یا آسیب کے لیے استعمال کرے تو بھی درست ہے مشارق میں ہے کہ صحابہ نے اجرت لے کر سورۂ فاتحہ سے سانپ کے زہر کو جھاڑا اور جس طرح دوا ایک تدبیر ہے دعا بھی ایک تدبیر ہے مسلمان کو دونوں میں اللہ پر بھروسا کرنا واجب ہے اور دوا ہو یا دعا قطعی موثر نہیں اور اگر کوئی سمجھے کہ دواؤں میں تلخی اور شیرینی اور ترشی ہوتی ہے اور حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست پائی جاتی ہے اور یہی خاصیتیں کام کرتی ہیں دعاؤں میں کیا ہے جو اثر کریں تو یہ سمجھنا نقلاً اور عقلاً صحیح نہیں نقلاً تھوڑا سا لکھکر کتابوں کا پتہ دے چکا اور اتنا اور لکھتا ہوں کہ اللہ فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یعنے اور اتارتے ہیں ہم قرآن میں وہ چیز جس میں آرام اور رحمت ہے

ایمان والوں کے لیے اور فرماتا ہے قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ کہدے اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو وہی قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ لِكُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ یعنی سورۂ فاتحہ میں آرام ہے سب دردوں کے لیے
مگر موت کی دوا نہیں اور مَنْ لَمْ يَشْتَفِ بِالْقُرْآنِ فَلَا شِفَاءَ لَهُ جس نے قرآن سے شفا نہ پائی پھر اسکو
شفا نہیں اور عقلاً اتنی بات کافی ہے کہ دوائیں گھانس پونس ہیں انمیں تو کیا کیا فائدے ہیں پھر کلام
جس سے انسان سب مخلوقات پر شرف رکھتا ہے کسی طرح بے فائدہ نہیں ہوسکتا دیکھو بعض باتیں آدمی
کو بے اختیار ہنسا دیتی ہیں اور بعض رلا دیتی ہیں اور علی ہذا القیاس ہر طرح سے کلام اپنے موقع پر اثر
کرتا ہے اور جب انسان کا کلام ایسا ہے تو کلام الٰہی یا اسکے نقوش کا کیا ذکر اور ایک دلیل عقلاً اور
نقلاً کافی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک کل بنی آدم کافر اور مسلمان
سحر کی تاثیر کو حق جانتے ہیں اور وہ بھی چند کلمات سے مرکب ہوتا ہے اور کلام شیاطین الانس ہوتا ہے
لا محالہ اس باب میں کلام کرنا عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے اور اگرچہ بزرگ لوگ یہ سب
کرتے آئے ہیں الا اصل فقر سے اسکو علاقہ نہیں ہے اسی سے بعض خاندانوں میں یہ کچھ نہیں ؞ ؞

جن اور بھوت وغیرہ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں کے سوا دو گروہ پیدا کیے ہیں جن اور انس چنانچہ
فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اور جنوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہونا اور ایمان لانا اور اپنی قوم کو خبر دینا قرآن سے ثابت ہے إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي
إِلَى الرُّشْدِ یعنی ہر آئینہ سنا ہم نے قرآن عجیب راہ دکھلاتا ہے طرف راستی کے اور قوم جن بھی ناطق
اور مدرک ہے مگر انسان کو انپر فضل ہے جیسا اوپر گزر چکا اب جاننا چاہیے کہ انسان کے قالب
میں عنصر خاکی غالب ہے اور جنوں کے قالب میں عنصر آتشی اور مولانا عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی
میں لکھا ہے کہ روحیں تین صفتیں رکھتی ہیں جو خیر محض ہیں وہ ملائکہ ہیں اور جو شر محض ہیں وہ شیاطین ہیں
اور جنمیں نیکی اور بدی ملی ہوتی ہے وہ جن اور انس ہیں پس شیطان کا لفظ فقط جن کے واسطے نہیں
بلکہ انسان بھی اس وصف سے موصوف ہوتا ہے اور اس کے معنی سرکش اور فارسی میں جن کو پری

کہتے ہیں مرد ہو یا عورت جیسے آدمی کا لفظ کہ مرد اور عورت دونوں کے واسطے ہے اور شیطان کو
دیو کہتے ہیں اور اُردو میں جو قوم جن میں مسلمان ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور ان کی عورتوں کو پری
اور اوپر والی کہتے ہیں اور جو ان میں کافر ہیں ان کو دیو اور بھوت اور شیطان کہتے ہیں اور جو اُنمیں
بہت موذی اور نہایت سرکش اور شریر اور قوی ہوتا ہے اسکو راکس اور برم راکس کہتے ہیں اور
ان کی عورتوں کو چڑیل اور چھل پائی کہتے ہیں اور پریت اور آسیب اور خبیث یہ الفاظ مرد اور عورت
سب کے لیے مشترک ہیں اس تفصیل سے مطلب یہ ہے کہ جن اور انس کے سوا کوئی تیسری قوم نہیں
یہ سب قوم جن میں ہوتی ہیں جیسے آدمیوں میں یہود مجوس نصاری مسلمان اور قوم جن مسلمان ہوں یا
کافر انسان کے جسم میں اور انسان کے دل میں تصرف کر سکتے ہیں اور بیشک جب دل میں تصرف
کرتے ہیں وسوسہ بد پیدا ہوتا ہے اور جب جسم میں تصرف کرتے ہیں تب بیمار ہوجاتا ہے یا مرجاتا ہے
اور یہ جو مشہور ہے کہ فلاں شخص مرنے کے بعد بھوت ہوگیا اس کی اصل یہ ہے کہ جو آدمی پیدا
ہوتا ہے اسکے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے جسکو ہمزاد کہتے ہیں اور ان دونوں کی صورت
ہوبہو ایک ہوتی ہے اور حرکات سکنات بھی ایک ہوتی ہے اور عمر بھی برابر ہوتی ہے اور نام بھی
ایک ہی ہوتا ہے اور دونوں ساتھ مرجاتے ہیں مگر جسکا رسوا کرنا اللہ جل شانہ کو منظور ہوتا ہے اُسکا
ہمزاد زندہ رہتا ہے اس کی عمر زائد ہوتی ہے اور وہ جب تہمارہ جاتا ہے سب کو ستاتا پھرتا ہے اور
آدمی کی روح مرنے کے بعد اپنے ثواب یا عذاب کے ساتھ اپنی مقرین ہوتی ہے اور جس حالت سے
دنیا میں زندگی کی ہے اور جس حالت سے خاتمہ ہوا ہے وہی حالت قائم رہتی ہے پھر میرے مرشد پاک
فرماتے تھے کما تحیون تموتون وکما تموتون تبعثون کما تبعثون تحشرون یعنے جیسے جیتے ہو مروگے
اور جیسے مروگے زندہ کیے جاؤگے اور جیسے زندہ کیے جاؤگے حشر کیے جاؤگے پس جو آدمی اپنی زندگی
میں شیطان ہے اور شیطانیت کی صفات سے متصف ہے یا مرنے کے وقت ان میں یہ صفت پیدا ہوگئی ہے وہ
مرنے کے بعد بھی اسی خیال میں رہے گا یہ بات نہیں ہے کہ کوئی مرنے کے بعد شیطان ہوجائے اور بعض علما قائل ہیں
کہ بعض کافروں کی روح اور بعضے ظالم مسلمانوں کی روح جو جب مرجاتے ہیں مسخ ہوکر بھوت ہوجاتی ہے
اس سے بھی میرے مرشد پاک کا ارشاد ثابت ہے یعنی زندگی میں جو حال ہوتا ہے اسی کے موافق مسخ ہوجاتی
ہے نہ یہ کہ بعد موت خود بخود مسخ ہو اور ممکن ہے کہ کسی مردہ آدمی کی روح عذاب یا ثواب کے ساتھ

کسی زندہ کو نظر آجاے جیسا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں بطن رابع میں ہو کر نکلا دفعتہً ایک آگ چمکی اور میں بہت ڈرا اس آگ سے ایک شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا نکل آیا آیا اور بڑی مصیبت سے ان زنجیروں کو کھینچتا تھا اور پیاس کی شدت سے چلاتا تھا اور پانی مانگتا تھا اور ایک شخص اور اسکے ساتھ پکارتا تھا کہ اس کو پانی نہ دینا یہ اُبیّ ملعون ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا ہے حضرت ابن عمر کا ڈرنا ان کے بیان سے ظاہر ہے مگر اُن کا ڈرنا ایسا نہ تھا کہ بیمار ہو جاتے فوراً ڈرے پھر وہ ڈر جاتا رہا دوسرا اگر یہ حال دیکھتا تو غالباً سخت بیمار ہو جاتا اور مر جانا بھی عجب نہ تھا اور ایسے واقعات کا نظر آنا اتفاقی ہے اگر کسی کی نسبت مشیت الٰہی ہوتی ہے ہو جاتا ہے ہر شخص نہیں دیکھ سکتا البتہ جن اولیا کو کشف قبور اور کشف ارواح کا مقام حاصل ہوتا ہے وہ بالارادہ دیکھ سکتے ہیں

پیر کے ماننے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ مرید اپنے پیر کے سوا کسی کو اپنا ہادی نہ سمجھے اور یقین کرے کہ خدا اور رسول اور تمام عالم کے اولیا میری طرف توجہ نہ کریں گے جبتک میرا پیر متوجہ نہوگا اور میرا کوئی کام کسی سے نہ نکلے گا مگر اپنے پیر سے اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ خدا خدا نہیں یا رسول رسول نہیں یا کوئی ولی ولی نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے مراتب کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر ہیں الامیرے حق میں یہی خدا کا مظہر ہے اور یہی رسول کا مظہر ہے اور یہی تمام اولیا کا مظہر ہے اور خوب سمجھ لے کہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو کچھ قدرت نہیں قادر مطلق اسی کی ذات پاک ہے وحدہ لاشریک لہ انبیا اور اولیا آلہ صدور فعل ہیں جس کے ہاتھ سے اور جس کی زبان سے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جیسا تین ہزار فرشتوں سے مدد کرنا اور پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا امیدوار کرنا قرآن شریف میں ہے اور اسی طرح حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُوَیِّدُ حَسَّانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ ہر آئینہ اللہ مدد کرتا ہے حسان کی روح القدس کے ساتھ پھر ان ملائکہ کا مدد کرنا اور روح القدس کا مدد کرنا اسی قدر ہے کہ آلۂ تائید ہیں اور جب یہ بات سمجھ میں آجاے پھر جو کام پیر سے نہ نکلے اس کو یوں سمجھے کہ تمام عالم حق تعالےٰ سے دعا مانگتا ہے اور بہتیری قبول نہیں ہوتیں اس سے خدا کی خدائی میں کچھ خلل نہیں آتا اسی طرح

پیر کے مراتب میں نقصان نہیں آتا اور جس طرح خدا کو معبود برحق مان کر بے اغراض پوجنا چاہیے اسی طرح پیر کو خالصاً للہ بے غرض ماننا چاہیے اور حدیث شریف میں ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں یہ حدیث مجمع السلوک میں ہے اور جناب مولانا محمد فضل الرحمن صاحب مرادآبادی قدس سرہ بھی فرماتے تھے۔ برادرم احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر سے کہا اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور اولوالامر کی عند الطریقت مرشد اُولُوا الْاَمْرِ ہے اور اسکی اطاعت خاص اللہ اور رسول کی اطاعت ہے جب تک مرید یہ نہ سمجھے گا اعتقاد میں پورا نہیں اور مقابلہ کرنا یعنے یوں کہنا کہ میرا پیر حضرت محبوب الٰہی کے برابر ہے یا حضرت محبوب سبحانی کے برابر ہے یا فلاں ولی سے بڑھکر ہے یہ باتیں شریعت اور طریقت دونوں سے الگ ہیں پیر کی شان بہت بڑی ہے یہ خیالات تفرقہ انداز ہیں اسکی شان کو باطل کرتے ہیں بلکہ سب کو اسکا مظہر اور اسکو سب کا مظہر سمجھے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہی
چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

اور ان سب باتوں کی اصل یہ ہے کہ نسبت ارادت اور شے ہے اور نسبت محبت اور شے ہے جب مرید کو پیر کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے یہ باتیں آپ ہی پیدا ہو جاتی ہیں مخدوم شیخ سعد قدس اللہ سرہ نے مجمع السلوک میں لکھا ہے اگر در خاطر مرید سست اعتقاد بگذرد کہ در عالم جز پیر من کسی ہست کہ بخدا می رساند بالقطع شیطان ملعون در اعتقاد او تصرف کند و آں را مرید از مشغولی و محبت پیر بیروں آرد و خلل در اعتقاد او اندازد و او را چیزے نماید کہ بداں فساد اعتقاد و ارادت او باشد نعوذ باللہ منہا اور جب پیر کی شان یہ ہے تو اسکا ادب بھی اسی کے موافق چاہیے اور پیر سے پھرنا خدا سے پھرنا ہے البتہ جس مرید کے دل میں طلب صادق پیدا ہو اور پھر اس قدر دور ہو کہ وہاں نہ جا سکے یا پیر کا وصال ہو گیا ہو یا اسی کے طلب کے موافق اس کا مطلب نہ حاصل ہو ان صورتوں میں دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا اور بیعت طلب کرنا درست ہے حضرت نقشبندیہ نے فرمایا ہے کہ مقصود خداست نہ آں مرد اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے لکھا ہے پیرے کہ اہل اقتدا نہ بود مرید را درست کہ پیر دیگر کند تا خاسر ابدی نگردد مگر یہ بات اس مرید صاحب ہمت اور عاشق کے لیے ہے جو محنت اور ریاضت اور مجاہدہ سے کسی وقت منہ نہ پھیرے اور بیتاب اور بیقرار ہو نہ اس مرید کے واسطے جو تائب ہو کر فقط داخل

سلسلہ ہوا ہے اور یہ وقت ایسا نازک ہے کہ نہ پیروں میں پوری پوری پیری کی شرطیں پائی جاتی
ہیں نہ مریدوں میں مریدی کی بالفرض اگر کوئی پیر کسی مرید کو کچھ تعلیم کرتا ہے تو مرید یہ چاہتا ہے کہ
ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور عارف واصل ہو جاوے اور اگر کچھ اور کسی قدر ہاتھ پاؤں ہلائے تو چند روز
کے بعد گھبرا کر چھوڑ دینے پر مستعد ہوتا ہے اور پیر کو بدنام کرنا چاہتا ہے کہ فلاں شغل سے کچھ نہ
کھلا اور یہ راہ مردان خدا کی ہے جنھوں نے اپنی ساری عمر اسکے سلوک میں گذرانی اور کچھ کھلا یا نہ
کھلا منہ نہ پھیرا ؎ گر نہ شاید بدست براہ بردن ٭ شرط عشق ست در طلب مردن ٭ آدمی اگر
کسی آدمی پر فریفتہ ہوتا ہے تو وہ ملے یا نہ ملے اسکی تدبیریں نہیں چھوڑتا ہے نہایت حیف کی جگہ ہے
کہ اللہ کا طالب ہو کر اسکی طلب کو چھوڑ دے نعوذ باللہ منہا اس راہ کے سالک کو چاہیے کہ اپنے
دل میں نہ سمجھ لے ؎ دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید ٭
اور اسی سے کہا گیا ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ یعنی استواری کرامت پر غالب ہے اور
میرے مرشد پاک کا فرمان ہے کہ جس ستی کے سر سے ست اتر جاتا ہے وہ چہروں کے حوالہ کی جاتی ہے
رباعی در عشق تو از ملامتم ننگے نیست ٭ با بے خبراں دریں سخن جنگے نیست ٭ از بادۂ عشق تو ہمہ مردان
مست ٭ نامرداں را دریں قدح رنگے نیست ٭ خلاصہ یہ کہ مولوی ولی اللہ محدث نے قول الجمیل میں لکھا
ہے کہ بے عذر بیعت مکر کھیل ہے اور برکت جاتی رہتی ہے اور بزرگوں کا دل ایسے مرید کے تعہد سے
سے پھر جاتا ہے البتہ جو مرید مرد خدا ہوا اس کو ان صورتوں میں جو اوپر لکھی ہیں دوسرے پیر کا اختیار
کرنا درست ہے الا پیر اول کو پیر ارادت سمجھتا رہے اور ترک ادب نہ کرے اور دوسرے کو پیر تربیت
سمجھے اور حضرت مرشد پاک فرماتے تھے جسکا کھائیے اسکا گائیے اور جو مرید بے ان صورتوں کے
اپنے پیر سے پھرا وہ خدا سے پھرا اور مردود الطریقت ہو گیا اگرچہ پیر عارف واصل نہو اور حضرت مخدوم شیخ
بینا قدس اللہ سرہ نے ایسے مرید کے حق میں فرمایا ہے کہ جو انڈا ایک مرغ کے تلے گندہ ہو جاتا
ہے اگر تمام عالم کے مرغ چاہیں تو اس کی گندگی کو دور نہیں کر سکتے البتہ جو پیر فاسد العقاید ہو جائے
یا علانیہ کبائر کا مرتکب ہو اسکی بیعت توڑ دینا واجب ہے اور ارادت مرید کا فعل ہے اگر مرید
اقرار کرتا ہے بیعت قائم ہے اگرچہ پیر انکار کرے اور اگر مرید انکار کرتا ہے بیعت فاسد ہوئی
اگرچہ پیر اقرار کرے پیر کا قول اس باب میں بے اصل ہے معتبر نہیں

چار پیر چودہ خانوادوں کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پانچ آدمیوں کو خلیفہ کیا ہے حضرات حسنین کو اور حضرت حسن بصری اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد کو اور حضرت قاضی شریح کو اور بعضے خواجہ کمیل بن زیاد کو چار پیر میں داخل کرتے ہیں اور بعضے قاضی شریح کو اور حضرت حسن بصری نے دو آدمیوں کو خلیفہ کیا ہے حضرت حبیب عجمی کو اور حضرت عبد الواحد بن زید کو حضرت حبیب عجمی سے نو سلسلے جاری ہوئے حبیبیہ طیفوریہ کرخیہ سقطیہ گازرونیہ سہروردیہ طوسیہ فردوسیہ جنیدیہ اور حضرت عبد الواحد بن زید سے پانچ سلسلے جاری ہوئے زیدیہ عیاضیہ ہبیریہ ادہمیہ چشتیہ یہ سب چودہ خانوادے کر کے مشہور ہیں اور پرانی کتابوں میں ان چودہ خانوادوں کے نام میں اس قدر اختلاف ہے لیکن اصل میں ایک ہی ہیں اور قادریہ جنیدیہ کی فرع ہے اور چشتیہ ادہمیہ کی فرع ہے اور یہ سب سلسلے ائمہ علیہم السلام سے بھی ملتے ہیں اور نقشبندیہ خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ملتا ہے اور کل اہل سلاسل انھیں سب سے ملتے ہیں اور میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ یہ سب اہل سلسلہ برحق ہیں اور جس خاندان کی جو روش ہے حق ہے اور ان سب کی سوجھ بوجھ میں اگر کچھ اختلاف ہے تو بعینہٖ ایسا ہے جیسا ائمہ اربعہ کے اجتہاد میں اور اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق ہے اور میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بلا واسطہ خرقۂ خلافت پایا ہے اور مولوی ولی اللہ محدث نے اسکے انکار میں مبالغہ کیا ہے اور حضرت مولانا مولوی فخر الدین قدس اللہ سرہ نے رسالۂ فخر الحسن اس بات کے اثبات میں لکھا ہے اور قول المستحسن اس کی شرح ہے اور کیسے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں اولیا جن کے مراتب فقر میں کسی کو شک اور شبہہ نہیں اور علم ظاہر کے بھی عالم ہیں ان سب خانوادوں میں گذرے ہیں اور سب کا سلسلہ حضرت حسن بصری سے ملا ہوا ہے اور خود حضرت حسن بصری نے اپنا سلسلہ حضرت علی سے ملا کر حضرت عبد الواحد بن زید اور حضرت حبیب عجمی کو اجازت دی ہے ان سب کی تحقیقات اور سب کا واسطہ فیض باطل اور منقطع ٹھہرے جس نے اس میں اصرار کیا ہے بالکل مکابرہ ہے نعوذ باللہ من ہذا الاعتقاد اور میں نے جناب ماموں صاحب قبلہ مولوی حکیم ہدایت اللہ مرحوم کی زبان سے سنا ہے کہ مولانا فخر الدین قدس اللہ سرہ

نے رسالہ فخر الحسن مولوی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا وہ بیمار تھے کہا کہ اچھا ہوں گا تو اُس کا جواب لکھوں گا میرے سوا اور کون لکھے گا مولانا فخر الدین نے یہ سنکر فرمایا کہ وہ اچھے ہی نہوں گے آخر انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون اور مولانا عبد العزیز نے ان کے بعد اس باب میں مبالغہ نہ کیا اور کسی کسی عہد میں بعض عورتیں بھی ولیہ ہوئی ہیں حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا بہت مشہور ہیں اور سب کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں اور اب بھی مجاذیب عورتیں دیکھی جاتی ہیں یہ سب بھی انھیں خانوادوں کے مشایخ سے واسطہ رکھتی ہیں الا کبھی فرقہ مشائخ نے کبھی کسی عورت کو خلیفہ نہیں بنایا اور اجازت نہیں دی اور اسکا سبب یہ ہے کہ شریعت نے عورتوں کو شہادت میں اور میراث میں اور بہت امور میں مرد کے برابر تجویز نہیں فرمایا ارباب طریقت نے اسی کے مطابق عمل کیا ہے حضرت باباصاحب شیخ فرید الدین شکر گنج کی ایک صاحبزادی نہایت پارسا اور صالحہ تھیں آپ نے فرمایا کہ اگر عورت کو اجازت دینا درست ہوتا تو میں اپنی اس بیٹی کو اجازت دیتا یہ بات حضرت محبوب الٰہی سلطان المشایخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی ارشادات میں ہے

تکلیفات شرعیہ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اولیا اور فقرا کا پہچاننا مشکل ہے حدیث قدسی میں ہے اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ یعنے میں اپنے دوستوں کو اپنی قبا میں چھپائے ہوئے رکھتا ہوں جو مجھ سے بیگانہ ہے وہ ان کو نہیں پہچان سکتا جو پہچانتا ہے وہ ہدایت الٰہی سے پہچانتا ہے ع جسے پہچاننا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے ٭ جو لوگ لباس فقر پہن کر اور فقرا کی صورت بنا کر روپیہ کمانے کی فکر میں رہتے ہیں اور اچھا کھاتے ہیں اور اچھا پہنتے ہیں اور فقر کی سج دھج نکالتے ہیں اور چند سوال اور چند باتیں لوگوں کے بہکانے کو اور ناواقفوں کے بھٹکانے کو یاد کر لیتے ہیں اور تارک صوم وصلوٰۃ ہو کر شریعت اور علماے شریعت کو جو منھ میں آتا ہے کہتے ہیں بیشک ضال اور مضل ہیں اگرچہ مسلک صحیح رکھتے ہوں اور تکلیفات شرعیہ سے کوئی معاف اور معذور نہیں ہے البتہ وہ فقیر سالک صاحب ریاضت جو کسی حال اور کسی واردات سے متغیر الحال ہو کر نماز روزہ چھوڑ دے وہ عند الطریقت معذور ہوگا اور متغیر الحال سے یہ مراد ہے کہ اسکی سمجھ بدل جاے اور اسکو دل پر قابو نہ رہے اور شراب پینے کے سوا یا نماز روزہ

چھوڑنے کے سوا اور کوئی بد افعالی نہ کرے گا اور شراب وہی پیے گا جو محض مجذوب ہوگا اور ترک صوم وصلوٰۃ میں ایک بھید ہے کہ جو اس حال میں ہو جائے وہی جان سکتا ہے یا جو شخص فقیر کامل سے کچھ پا چکا ہو اور اس مقام کو فقرا کے اصطلاح میں مَنْزِلَةُ الْاِقْتِدَاءِ کہتے ہیں اور سالک اور غیر سالک کی صورت چھپی نہیں رہتی دونوں کے حالات سے پہچان لینا چاہیے اصل اور ہے اور نقل اور ہے۔ ؎ عاشقان خواجگان چشت را ؛ از قدم تا سر نشاں دیگر مست ؛ اور بے قابو ہونا بھی ایک قسم کا جذب ہے اور مجذوب کے واسطے گالی بکنا اور برہنہ ہو جانا ضرورت نہیں ہے یہ انتہائے جذب ہے اور عند الشریعت بے قابو آدمی بھی معذور نہ ہوگا جب تک بالکل مسلوب الحواس نہ ہو اور قرآن پاک میں ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اور عبادت کر تو اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آئے تجھکو یقین علما یقین موت کو کہتے ہیں اور حضرت مولانا سید عبد الرحمن قدس سرہ کے نزدیک یہی یقین مشہورہ مراد ہے جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مصداق ہے حضرت مولانا کے ارشاد سے بھی وہی سالک متغیر الحال مقصود ہے اور جو سالک متغیر الحال نہ ہوگا وہ خود ہی ایسا نہ کرے گا جیسے خود حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کہ پچاسی برس کی عمر تک ہر سنت اور مستحب کے ادا کرنے میں رات دن منہمک تھے مرض الموت اور شدت بخار میں وضو کرتے تھے اور اگر مخلصین جواز تیمم کو عرض کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وضو کرتے کرتے ہمارا دم نکل جائے اور یقین کے اس مرتبے تک پہونچنا اور شریعت پر قائم رہنا ایسا ہی جیسا عشرہ مبشرہ کا حال یا اصحاب بدر کا حال یا انبیا علیہم السلام کا حال کہ سب ناجی اور معصوم تھے اور جانتے تھے اور مستقل اور مستقیم تھے اور یہ وقت ایسا نازک ہے کہ کچے پیروں کے دیکھنے والے اور کامل فقیروں کے نام لینے والے شامت نفس میں مبتلا ہیں اور آٹھ پہر غافل جیسے فقیر راقم الکتاب اور میں نے یہ بات انکسار اور تواضع سے نہیں لکھی واقعی لکھی رباعی لراقمہ اعمال زبوں سے یا الٰہی توبہ ؛ اور ہمت دون سے یا الٰہی توبہ ؛ تقلید ہوائے نفس و امید نجات ؛ اس جوش جنوں سے یا الٰہی توبہ ؛ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَرْحَمْنِيْ فَاَنْتَ اَهْلٌ وَاِنْ تُعَذِّبْنِيْ فَاَنَا اَهْلٌ فَارْحَمْنِيْ يَا اَهْلَ التَّقْوٰى وَيَا اَهْلَ الْمَغْفِرَةِ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَاَحِبَّائِكَ اَجْمَعِيْنَ اللہ میرے اگر تو مجھ پر رحم کرے پھر تو اس کے لائق ہے اور اگر تو مجھ پر عذاب کرے تو میں اس کے لائق ہوں پھر رحم کر تو مجھ پر اے اہل تقویٰ اور اے اہل مغفرت بحرمت اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنے سب حبیبوں کے

فقرا کے سوالات کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ فقرا جو آپس میں سوالات کرتے ہیں انہیں سے بعضے سوال فقر کے لباس ظاہر اور وضع ظاہر سے متعلق ہیں جیسے تسمے کی آیت کیا ہے کفن کی آیت کیا ہے عصا کی آیت کیا ہے اور انکو آزادوں کے اصطلاح میں بولی ٹھولی کہتے ہیں اور بعضے سوالات تحقیقات سیر سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے شجرہ چشتیہ میں کسی کے واسطے سے ملتے ہو یا قادریہ میں کسی کے واسطے سے ملتے ہو یا چشتیہ کسکی فرع ہے اور قادریہ کسکی فرع ہے اور بعضے سوال سلوک اور منازل سلوک سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے فنا کیا ہے بقا کیا ہے یا قرب نوافل کیا ہے قرب فرائض کیا ہے یا متصوف کون ہے صوفی کون ہے اور صافی کون ہے بعضے استکشاف حال سے علاقہ رکھتے ہیں یعنی جس سے سوال کیا جاے اسکا حال ظاہر ہو کہ مرشد سے کیا کیا پایا ہے جیسے خمسہ قادریہ کیا ہے ہشت بہشت کیا ہے شجرہ زر کیا ہے اگر کسی نے اس قسم کے سوال یاد کر لیے ہیں اور جواب بھی جانتا ہے اور اپنے سرسبز ہونے کو اور دوسرے کے زک دینے کو یہ باتیں کرتا ہے تو اسکا نتیجہ محض دینا ہے للہیت سے اسکو کچھ واسطہ نہیں نعوذ باللہ منہا ذالک اور اس وقت میں اکثر یہی ہے اور اگر کسی سالک صاحب ریاضت نے یہ سوالات کار آمد اور ضروری سمجھکر یاد کر لیے ہیں تو اسکے حق میں للہیت یہ ہے کہ جب تسمہ باندھے اسکی آیت پڑھ لے اور حرام سے بچنے پر مستعد ہو اور جب لباس پہنے کفن کی آیت پڑھ لے اور موت کو یاد کرلے اور خلق کے ساتھ معاملات میں اپنے نفس کو مردہ سمجھے باقی علی ہذا القیاس اور چاہیے کہ کسی فقیر صورت سے بے ضرورت ہرگز کوئی سوال نہ کرے اور اگر کسی سالک صاحب ریاضت کو یہ سوالات یاد نہوں اور سلوک میں صاحب مجاہدہ ہو تو ان باتوں کے یاد نہونے سے اسکے سلوک میں کچھ خلل نہیں فقر اور سلوک فقر میں فقط اللہ اور رسولؐ اور مرشد کی محبت میں فنا ہو جانا درکار ہے اس کے سوا سب غلط ہے فقر ظاہر مبیں کہ حافظ را ❊ سینہ گنجینۂ محبت اوست ❊ تو مباش اصلا کمال اینست وبس ❊ تو در و گم شو وصال اینست وبس ❊ تا تو ئی

از خدا نیابی بوے ❊ چون نباشی خدا نماید روے

سماع کے حلال ہونے کا عقیدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں اور عروسی میں دف بجا کر گانے کو مباح فرمایا ہے اور رخصت دی ہے اور خود نفس نفیس سے سنا ہے اسمیں کوئی شک اور شبہہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا جو احادیث صحاح ستہ سے ثابت ہے خاصکر عورتوں کی زبان سے بہت ہے انہیں سے بعض لڑکیاں تھیں نابالغہ اور بعضی بالغہ تھیں جن کی نسبت امام غزالی نے لکھا ہی کہ ان کی آواز کا سننا بے ضرورت جائز نہیں اور جاننا چاہیے کہ سماع کی نسبت لہو کا لفظ احادیث میں آیا ہے اور اسی سے علما بھی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں اور سماع کو باب الملاہی میں ذکر فرماتے ہیں مگر اس لفظ کا اطلاق انھیں لوگوں کے سماع پر ہو سکتا ہے جو لہو سمجھ کر اختیار کریں نہ ہر شخص کی سماع پر اس وجہ سے کہ جو لہو اختیار کرے وہ لاہی ضرور ہے اور جب ثابت ہو چکا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیا ہے اگرچہ کثرت سے نہو اور رخصت دی ہے اور مباح فرمایا ہے پھر اُسپر بھی اگر کوئی سماع کو مطلقاً لہو قرار دے اور لہو سمجھے اور لہو کہے تو فقیر کے اعتقاد میں اس پر توبہ کرنا واجب ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو اسکی بے ادبی ظاہر ہے اور ایسی بات پر جراءت کرنا بہت بُرا کام ہے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ اور اسی طرح جو فقرا اپنے مرشد کی محبت میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یا اللہ جل شانہٗ کی محبت میں سماع سنتے ہیں ان کی نیت پہلے ہی سے طاعت کے ساتھ متعلق ہوتی ہے لہو سے علاقہ نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو بھی برا کہنا اور برا سمجھنا اچھا نہیں ہے اور وہی حال رکھتا ہے اور کیونکر لہو ہو سکتا ہی ایسا سماع کہ قوال کہے ؎ دریں دلے کہ جمال محمد عربیست ؛ فدای خویش نگشتم کمال بے ادبیست ؛ یا کہے چت لاگ گیو میرو سیام رنگیلے پیارے سوں ؛ اب سے نہیں میرو ینہ لگو ہے ہوں تو چت واکو بارے سوں ؛ اور سننے والے سمجھے کہ میں ایام طفلی سے محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں یا کہے اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ ؛ وَاللَّيْلُ دَجٰى مِنْ وَفْرَتِهٖ ؛ اور علی ہذا القیاس اور جو ایسا کلام سنکر بے قابو ہو اگرچہ پورا پورا اصاحب حال نہو ایسا ہو کہ دریا سے ایک قطرہ پایا ہو مگر وہ لاہی نہیں ہو سکتا اور اگر لہو اسی کو کہتے ہیں تو فقیر اپنے حق میں دعا کرتا ہے کہ اسی لہو پر میرا خاتمہ ہو آمین یا رب العالمین اب فقیر سب سے پہلے احادیث سماع کو نقل کرتا ہے پہلی حدیث ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا

يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر میرے پاس آئے اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں تھیں اور وہ دن تھے جن دنوں میں حاجی لوگ منا پر جاتے ہیں اور وہ لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں اور بعض علما نے تدفقان کے معنی یوں لکھے ہیں کہ اچھلتی کودتی تھیں اور دف بجاتی تھیں اور جو اشعار انصار نے بعاث کی لڑائی میں کہے تھے گاتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر لپیٹے ہوئے لیٹے تھے پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انکو ڈانٹا اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا اَمِزْمَارُ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ایا شیطان کا باجا رسول اللہ کے گھر میں بجاتی ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منھ کھول دیا اور فرمایا اے ابو بکر چھوڑ دے ان کو آج کل عید کے دن ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا ہر قوم کے لیے ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے **دوسری حدیث** وَعَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدٰهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ربیع بنت معوذ بن عفراء سے مروی ہے کہ جب میں بیاہ کر کے خاوند کے گھر آئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بچھونے پر بیٹھ گئے جیسے تو بیٹھتا ہے یہ بات ربیع نے خالد بن ذکوان سے کہی جنھوں نے اس حدیث کو ربیع سے روایت کیا ہے اس کے بعد ربیع نے خالد سے کہا پھر جو چھوکریاں ہمارے یہاں تھیں انھوں نے دف بجانا اور گانا شروع کیا اور ہمارے باپ دادا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے انکی شجاعت کے اشعار گائے انمیں سے ایک بول اٹھی کہ ہم میں وہ نبی ہے جو کل کی ہونی والی بات جانتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو چھوڑ دے اور جو کہتی تھی وہی کہے جا یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے **تیسری حدیث** وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ زُفَّتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ يَعْلَمُ لَهْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انصار کی قوم میں ایک عورت بیاہی گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھارے ساتھ کوئی لہو نہیں ہے البتہ انصار کو لہو اچھا معلوم ہوتا ہے لہو کے معنی کھیل اور اس سے گانا اور دف بجانا مراد ہے

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے **چوتھی حدیث** وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي جَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ
زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَا تُغَنِّيْنَ فَإِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُحِبُّونَ
الْغِنَاءَ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهٖ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک لڑکی قوم انصار کی تھی
میں نے اسکا بیاہ کیا پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عائشہ کیا تو گانے کو نہیں کہتی ہر آینہ یہ گروہ
انصار گانے کو دوست رکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ابن حبان میں ہے **پانچویں حدیث** وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَهْدَيْتُمُ
الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُوْلُ ع أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ ؛
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے ایک ناتے والی لڑکی
کو جو قوم انصار سے تھی بیاہا پھر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرمایا بھیجا تم نے لڑکی کو خاوند کے
گھر گھر والوں نے جواب دیا کہ ہاں بھیجا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بھیجا تم نے اُس کے
ساتھ کسی کو کہ گاوے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آینہ
انصار وہ گروہ ہیں جن میں غزل گائی جاتی ہے کاش کہ اس کے ساتھ تم کوئی گانے والی کو بھیجتیں کہ کہتی
آئے ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس پھر اللہ ہم کو اور تم کو زندہ رکھے یہ حدیث صحیح ابن ماجہ میں ہے
اور بعضوں نے روایت کیا ہے کہ دوسرا مصرعہ یہ ہے ع وَلَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ لَمْ تَسْمَنْ عَذَارَاكُمْ اسکے
معنی یہ ہیں کہ اگر سرخ گیہوں نہ ہوتے تو تمہاری کنواری لڑکیاں موٹی نہ ہوتیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ
دوسرا مصرعہ یہ ہے وَلَوْلَا الْعَجْوَةُ السَّوْدَاءُ مَا كُنَّا بِوَادِيْكُمْ یعنی اگر سیاہ کھجوریں نہ ہوتیں تو ہم تمہارے
گھروں میں نہ ہوتے بھوک کے مارے کہیں اور چلے جاتے **چھٹویں حدیث** وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلٰى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ
قَالَ أَوْفِيْ بِنَذْرِكِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ نقل کیا عمر ابن شعیب نے اپنے باپ سے اس نے نقل کیا اپنے
دادا سے یعنی عبداللہ ابن عمر سے یہ کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی یہ کہ جب آپ
جہاد سے پھر کر آئینگے میں آپ کے روبرو دف بجاؤں گی فرمایا اپنی نذر پوری کر یہ حدیث صحیح ابوداؤد میں ہے
اور ایک روایت میں بخاری سے اس حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ

فَاضْرِبِي فَاضْرِبَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَغَنَّتْ شعر طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ ٭ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ ٭ یعنے پھر فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے اگر تو نے نذر مانی تھی تو بجاؤ پھر اس نے بجایا دف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اور گایا اس شعر کو جو چودھویں رات کا چاند ثنیات الوداع سے ہم پر نکلا اور جو پکارنے والے نے اللہ کے لیے پکارا تھا اسکا ادا کرنا ہم پر واجب ہوا یعنی نذر کا پورا کرنا اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ دف بجانا اور گانا حلال اور مباح ہے اس وجہ سے کہ گناہ اور حرام کی نذر ماننا درست نہیں **حدیث نذر** وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ رواہ البخاری حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نذر مانا کہ اللہ کی اطاعت کرے پس چاہیے کہ اطاعت کرے یعنی نذر کو پورا کرے اور جس نے نذر مانا کہ اللہ کا گناہ کرے پس چاہیے کہ اسکا گناہ نہ کرے یعنے ایسی نذر کو ادا نہ کرے یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے **نذر معصیت کی حدیث اور اس کا کفارہ** عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کی نذر ماننا درست نہیں پھر اسکا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے یہ حدیث صحیح ابوداؤد اور صحیح ترمذی اور صحیح نسائی میں ہے **ساتویں حدیث** وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِي النِّكَاحِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ محمد بن حاطب جمحی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح میں گانا اور دف بجانا حلال وحرام کا فرق ظاہر کرتا ہے یہ حدیث امام احمد بن حنبل کی مسند اور صحیح ترمذی اور صحیح نسائی اور صحیح ابن ماجہ میں ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ جبتک گانا نہو یا دف نہ بجایا جائے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ اظہار مراد ہے اور اس اظہار کے واسطے گانے اور دف بجانے کی ترغیب الفاظ حدیث سے صاف ظاہر ہے **آٹھویں حدیث** وَفِي مُسْنَدِ أَحْمَدَ أَنَّ الْحَبَشَةَ كَانُوْا يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقُوْلُوْنَ قَالَ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ روایت کیا حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں کہ حبشی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجاتے تھے اور ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد بندہ نیکوکار ہے صلی اللہ علیہ وسلم

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہیں کسی نے کہا کہ کہتے ہیں کہ محمد بندہ نکوکار ہے نویں حدیث واخرج النسائي في سننه باسناد صحيح والطبراني في الكبير ات امرأة جاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال لعائشة أتعرفين هذه قالت لا يا نبي الله فقال هذه قينة بني فلان تحبين ان تغنيك قالت نعم فغنت اور روایت کیا ہے نسائی نے اپنی کتاب السنۃ میں اسناد صحیح سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں کہ ہر آئینہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی پھر فرمایا آپ نے عائشہ سے کیا تو پہچانتی ہے اسکو حضرت عائشہ نے کہا نہیں اے نبی اللہ پھر فرمایا یہ لونڈی فلاں قوم کی ہے کیا تو چاہتی ہے یہ کچھ گائے تیرے لیے کہا ہاں پھر گائی وہ دسویں حدیث واخرج ابن ماجة بسند رجاله ثقات ان انس ان النبي صلى الله عليه وسلم مر في بعض ازقة المدينة بجوار من بني النجار يضربن بدفوفهن ويقلن نحن جوار من بني النجار يا حبذا محمد من جار فقال النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الله اني لاحبكن اور ابن ماجہ نے اپنے ثقات راویوں کی سند سے انس سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی کسی گلی میں ہو کر نکلے کہ وہاں قوم نبی نجار کی لڑکیاں اپنے دف لیے ہوئے بجاتی تھیں اور گاتی تھیں اور کہتی تھیں ہم قوم نبی نجار کی لڑکیاں ہیں اور کیا خوب بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نگہبان اور ہمسایہ ہیں پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جانتا ہے کہ میں تم سب کو چاہتا ہوں

احادیث مرقومہ کی تاویلات کا عقیدہ

پہلی حدیث کی تاویل فقیر کے اعتقاد میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے علم اور اپنے خیال کے موافق دف کو مزمار شیطان کہکر ان گانے والیوں کو ڈانٹا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ حضرت ابوبکر کو مزمار شیطان کہنے سے نہیں روکا اور تسلیم فرمایا اس پر بھی عید کی وجہ سے گانے کی اور دف بجانے کی پروانگی دی اور فرمایا کہ اے ابوبکر ان دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے اس سے زیادہ ترا باحت کا ثبوت کیا ہوگا بہت اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ دف اگرچہ مزمار شیطان ہے الا تغیر واقعات اور تخصیص اوقات نے اسکو اس صفت سے مستثنیٰ کر دیا اور مزمار شیطان نہ رہا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رخصت نہ دیتے نہ تھوڑی نہ بہت اور علی ہذا القیاس گانا جب بری باتوں

سے الگ ہو بعض اوقات میں لہو کی نیت سے بھی درست ہے خاصکر جب طاعت کیلئے ہو اور جو علما
تفسربان کو اچھلنے کودنے کے معنی میں لیتے ہیں ان کے قول سے اچھلنا کودنا بھی جائز ٹھہرا اور
مولوی محمد قطب الدین خاں نے اس حدیث کا بہت بڑا فائدہ لکھا ہے فقیر جہاں جہاں موقع دیکھے گا
سند کے لیے حوالہ دے کر اس کے مطالب کو نقل کرے گا دوسری حدیث کی تاویل اس حدیث سے
بھی گانے اور دف بجانے کی اباحت صریح ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر شعروں میں یا راگوں میں کوئی
بری بات ہو جس کو شرع شریف جائز نہ رکھے یا اس کی تکمیل نیک طرح پر نہ ہو سکے تو اسکا گانا درست نہیں اور
یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دَعُوْنِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ فرماکر حکم دیا اور آپ کا حکم واجب
الاطاعت ہے اگر مباح نہوتا تو آپ ہرگز حکم نہ دیتے تیسری حدیث اور چوتھی حدیث کی تاویل
ان دونوں حدیثوں سے صاف پیدا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اور اپنی طرف
سے حضرت عائشہ کو آمادہ کیا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ اگر اور عورتیں سن لیں گی تو ناقص العقل سے کیا
کچھ کرینگی اور انصار کی دلجوئی کو مقدم فرمایا اور یاد دلوایا اگر اباحت نہوتی کبھی دلجوئی نہ فرماتے پانچویں
حدیث کی تاویل اس حدیث سے بھی آپ کا یاد دلوانا اپنی طرف سے ظاہر ہے اور غزل کی لفظ کا ارشاد
کرنا اور کسی گانے والے کے بھیجنے پر لَوْ بَعَثْتُمْ یعنی کاش کہ فرمانا اور وہ مصرعہ جس سے تشویق اور دعا ظاہر ہو
پڑھنا صراحت کے ساتھ بے تکلف پیدا ہے اور تیسری اور چوتھی حدیث سے اور اس حدیث سے اس فعل کا
استحباب ثابت ہے یعنی آپ نے چاہا اور یاد دلوایا اور پسند کیا اور دوست رکھا پس بیشک منجملہ طاعت ہو گیا
چھٹیں حدیث کی تاویل اس حدیث کے فائدے میں مولوی محمد قطب الدین خاں نے لکھا ہے
کہ نذر طاعت میں چاہیے اور گانا اور دف بجانا اگرچہ مباح تھا طاعت نہ تھا مگر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے سلامت آنے کی خوشی سے طاعت ہو گیا پس جب طاعت خاص ملحوظ ہو بیشک مباح ہو
ساتویں حدیث کی تاویل اس حدیث میں صوت کا لفظ اور دف کا لفظ فرمایا ہے صوت سے فقط
ذکر کرنا اور ظاہر کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور دف کی معیت سے بھی گانا بھی جیسا مولوی محمد قطب الدین خاں
نے لکھا ہے اور دف کا بجانا کوئی اور مراد نہیں رکھتا اور اسکی اباحت صاف ظاہر ہے آٹھویں
حدیث کی تاویل اس حدیث سے حبشیوں کا گانا اور دف بجانا اور رقص کرنا بے تکلف ظاہر ہے
نویں حدیث کی تاویل اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہو کہ آپنے اپنے دل سے چاہا اور فرمایا

کہ حضرت عائشہ کی دلجوئی اور محبت سے گائے اور عیدین اور عروسی سے اس کو علاقہ نہیں

دسویں حدیث کی تاویل اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عیدین کے ایام نہ تھے اور عروسی بھی نہ تھی اور گانا اور دف بجانا دونوں باتیں تھیں اور آپ کا ارشاد ۔ اللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّی لَاُحِبُّکُنَّ اِسْتِحْبَاب پر دلیل ہے

احادیث مرقومہ کی صحت کا عقیدہ اور صحابہ کے سننے کا اور تابعین کے سننے کا عقیدہ

یہ حدیثیں جو فقیر نے نقل کی ہیں انکی صحت میں کوئی شخص کلام نہیں کر سکتا اور اگر کلام کرے یا بیاں میں کچھ سبکی ظاہر کرے تو محض مکابرہ اور سخن پروری ہے ایسا آدمی تحقیق سے اور حق سے واسطہ نہیں رکھتا اور انھیں حدیثوں کی سند سے ایک گروہ اصحاب نے عیدین میں اور عروسی میں اور ان کے سوا اور وقتوں میں محض اپنے ذوق شوق سے گانا سنا ہے اور لذت حاصل کی ہے اور جن صحابیوں نے ایسا کیا ہے میرا اعتقاد یہ ہے کہ انھوں نے ہرگز لہو کے طریق سے نہیں سنا ہے اور کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابہ لہو اختیار کریں اور نعوذ باللہ لاہی ہو جائیں اور انکے تابعین متقی ہوں اور یہ باتیں کثرت سے مروی ہیں **حدیث** وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی قُرَظَةَ بْنِ کَعْبٍ وَاَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِ فِیْ عُرْسٍ وَاِذَا جَوَارٍ تُغَنِّیْنَ فَقُلْتُ اَیْ صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَھْلِ بَدْرٍ یُفْعَلُ ھٰذَا عِنْدَکُمْ فَقَالَا اِجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْھَبْ قَدْ رَخَّصَ لَنَا فِی اللَّھْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا اور وہاں لونڈیاں گاتی تھیں پھر میں نے کہا اے دونوں صحابی رسول اللہؐ کے اور اے اہل بدر تمہارے پاس یہ کام کیا جاتا ہے یعنے عورتوں کا گانا سنتے ہو پھر ان دونوں نے کہا اگر تیرا جی چاہے بیٹھ اور ہمارے ساتھ تو بھی سن اور اگر جی چاہے چلا جا ہم کو بیاہ شادی میں اجازت دی گئی ہے یہ حدیث صحیح نسائی میں ہے اور شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں لکھا ہے وگفتہ اند قائلان با باحت کہ روایت کردہ شدہ است غناء وسماع آں از جماعۂ کثیر از اکابر صحابہ کہ در ایشاں چندے از عشرہ مبشرہ اند وجم غفیر از تابعین وتبع تابعین واتباع تبع ودیگر علماے محدثین وعلماے دین کہ از ارباب زہد وتقویٰ وعلم وعبادت بودہ اند ونقل کردہ شدہ است دریں باب از ایشاں روایات وحکایات کہ

کفایت ست وراں ہیشک اسقدر لکھ کر شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنا بیان لکھا ہے و معلوم گردد کہ ائمہ دین و
اکابر اہل یقین مختلف بودند وراں اما عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سماع غنا از روے مستفیض و مشہور است
و نقل کردہ است آں را ہر کہ امعان کردہ است دریں مسئلہ از فقہا و حفاظ و ارباب تواریخ و ابن عبداللہ در
استیعاب گفتہ نمی دید وے بہ غنا باسی و بود امیر المومنین دراں زمان عم وے علی ابن ابی طالب رضی اللہ
عنہ و میر فت وے رضی اللہ عنہ در خانہ جمیلہ از مغنیات بود و سوگند خوردہ بود کہ تغنی نکند براے ہیچ کسے مگر در
خانہ خود پس تغنی کرد براے وے و خواست کہ بیابد در خانہ وے رضی اللہ عنہ و بشنواند اور او کفارت دہد از یمین
خود پس منع کرد وے رضی اللہ عنہ او را از ان و گفتہ اند کہ بودند مر عبداللہ بن جعفر را جوارے کہ تغنی میکر دند
عود میزدند براے وی و آوردہ اند کہ سعید بن المسیب کہ افضل تابعین ست ذردہ می شود بوے مثل در ورع
می شنید غنا را و متلذذ می شد بسماع آں و ہم چنیں سالم بن عبداللہ بن عمر و قاضی شریح می شنید غنا
از کنیز گان با جلالت قدر و کبر سن وے و سعید بن جبیر کہ از اعاظم تابعین ست شنید از جاریہ کہ تغنی مے کرد
و دف میزد و ہمچنیں عبدالملک بن جریح کہ از علما و حفاظ و فقہا و عباد اجماع است بر عدالت و جلالت وے
می شنید غنا را و می دانست الحان را و ابراہیم بن سعد مروی بود امام عصر خود در فقہ و روایت نمی شنوانید ایشاں را
غنا و فتوی داد و در مجلس رسید بہ تحلیل غناں جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ اکثر صحابہ بدریین اور
تابعین اور تبع تابعین نے گانا سنا ہے اور انکی صفت اور بعض کے اسما بھی شیخ کے بیان سے ظاہر ہو چکے
پھر حاجت نہ رہی کہ ان سب کے نام جو اور کتابوں میں لکھے ہیں نقل کیے جائیں مگر چند نام لکھے دیتا ہوں
عمر بن الخطاب عثمان بن عفان عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص ابو عبیدہ بن الجراح یہ پانچوں عشرۂ
مبشرہ میں ہیں اور تابعین وہ ہیں جنھوں نے اصحاب کو دیکھا اور ان سے علم حدیث پایا اور جمع کیا اور سیکھا
اور سکھلایا اور انھیں سب سے علم حدیث کی سند آئی

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا سماع سننا

شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں لکھا ہے و نقل کردہ اند کہ امام ابو حنیفہ را ہمسایہ بود کہ
ہر شب بر می خاست و تغنی می کرد و امام گوش می داشت بہ تغنی او نشنید شبی آواز او ر اپس پر سید از
حال وے چہ شد کہ شنیدہ نمی شود آواز وے گفتند کہ بیرون بر آمدہ بود وے ام شب پس گرفتند و در زندان

(حاشیہ) ا۔ حفاظ سے علم حدیث کے حافظ مراد ہیں ۲۔ مغنیہ گانے والی عورت یعنی میراثن یا کبھی یہاں پر لغوی معنی مراد ہیں اس لیے کہ ویز منونی میں کبھی کا ہونا کبھی ممکن نہیں خاص کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں البتہ کوئی عورت شوہر دار یا جاریہ آزاد پاک دامن ہو سکتی ہے ۱۲

کردند اورا پس پوشیدہ امام عمامہ خود را و برفت نزد امیر و شفاعت کرد او را و خلاص گردانید و پرسید امیر
کہ نام او چیست گفتند عمر پس برآورد او از زندان ہر کرا عمر نام بود و گفت امام باں مرد کہ باز گرد باں چہ
می کردی ہر شب و چون گوش داشت امام ابوحنیفہ بغناے او و نہی نہ کرد او را دلالت کرد بر اباحت تغنی
نزد وے و استماع وے ہر شب باآں ورع و تقوی کہ وے داشت حمل نمی تواں کرد مگر بر اباحت
پس آنچہ وارد شدہ از وے بر خلاف آن حمل کردہ شود بر غناے مقترن بفحش از برائے جمع میان قول و
فعل وے و حال آنکہ گرفتہ نشدہ است تحریم از مقتضائے فعل وے مگر از نص قول وے چنانکہ رفت
در ولیمۂ کہ در وے غنا بود و مانند آن ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا گانا سننا

مدارج میں ہے حکایت کردہ است ابن قتیبہ کہ ذکر کردہ شد نزد ابی یوسف مسئلہ غنا پس ذکر کرد قصہ جابر
وابو حنیفہ را و حکایت کردہ شدہ است از امام ابو یوسف کہ بسا کہ حاضر می شد مجلس رشید را وی می بود
روے غنا پس می شنید و می گریست

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا گانا سننا

مدارج میں ہے و حکایت کردہ اند از داؤد طائی کہ وے حاضر می شد سماع را و راست می شد پشت او
در سماع بعد ازاں کہ منحنی شدہ بود از کبر سن و بود وے رحمۃ اللہ علیہ عالم فقیہ حنفی تلمیذ امام اعظم کوفی
شیخ نے اتنا ہی لکھا ہے مگر اور کتابوں میں ہے کہ حضرت داؤد طائی نے امام ابو یوسف سے بھی علم
حاصل کیا تھا ہارون رشید نے چاہا کہ آپ سے ملے آپ نے فرمایا کہ وہ ظالم ہے اس کے منھ کا دیکھنا
دل کو سیاہ کرے گا ہارون رشید نے امام ابو یوسف کو بیچ میں ڈالا آپ گئے اور چاہا کہ مصافحہ کریں
امام داؤد طائی نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ تم ہارون رشید کے دستر خوان پہ کھانا کھاتے ہو
امام ابو یوسف علیہ الرحمہ رونے لگے اور فرمایا کہ جو علم تم نے مجھ سے پایا ہے اس کے حرمت سے
میرا کہنا قبول کرو اور ہارون رشید سے ملاقات کرلو تب آپ نے رات کو اندھیرے میں ملنا قبول کیا پھر
ہارون رشید امام ابو یوسف کو ساتھ لے کر آیا اور ہزار دینار پیش کیے اور کہا کہ یہ وجہ حلال سے ہیں آپ نے

فرمایا کہ مجھ کو حاجت نہیں اس نے اصرار کیا آپ نے فرمایا جو لوگ میرے بعد میرے سلسلے میں اُن کے سند کریں گے کہ داؤد طائی نے بادشاہوں کی نذر لی ہے اس سے نہ لوں گا امام ابو یوسف نے پوچھا کہ تمھاری وجہ معیشت کیا ہے کہا کہ اسقدر مال میں نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا وہ سب میں نے فلاں بنیے کے پاس امانت کر دیا ہے اور ہر روز اسقدر خوراک منگواتا ہوں اور قیمت مجرا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جب وہ مال تمام ہو میری عمر تمام ہو امام ابو یوسف نے مدت امانت اور مقدار مال اور خوراک معتاد کو حساب کر لیا اور خیال رکھا جس دن اور جس وقت وہ مال تمام ہوا آدمی بھیجا کہ داؤد طائی کی خبر لاؤ آپ نے اسی وقت وفات فرمائی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؂

حضرت امام مالک کا گانا سننا اور خود گانا اور دف بجانا

مدارج میں ہے و پرسیدہ شد امام مالک از سماع پس گفت دریافتم اہل علم را در بلاد خود کہ منکر نیستند آں را و می شنید از ان و گفت منع می کند و نشنود آں را مگر عامی یا جاہل یا عراقی غلیظ الطبع و ہمچنیں نقل کردہ است از وے روایتے و حکایت کردہ است اباحت را از وے امام قشیری و استاد ابو منصور و قفال و غیر ایشان و آنچہ نقل کردہ شدہ است از مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ گفت نمی شنوند آں را مگر فاسقان محمول است بر غنای کہ مقترن است بوے منکر جمعاً بَیْنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ[۱] اور اس بیان کی اوپر ابراہیم بن سعد کے ذکر میں ہے و پرسیدند از وے از احوال مالک پس گفت خبر داد مرا کہ دعوتے بود در بنی یربوع و با قوم و خوف بود و عودہا کہ تغنی می کردند و لعب می نمودند و بود با مالک دف مربع کہ می زد و آں را از ان تغنی می نمود ؂

[۱] یعنی ان کا قول و فعل جمع کرنے کی نظر سے ۱۲

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گانا سننا

مدارج میں ہے و امام مالک شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است غزالی کہ تحریم غنا مذہب او نیست و تتبع کردم چندیں از مصنفات وے را ندیدم در الضیٰ بہ تحریم ولے و استاد ابو منصور بغدادی گفتہ کہ مذہب وی اباحت سماع است بہ قول و الحان چوں بشنود مرد از مرد یا از جاریہ خود یا از امراۃ کہ حلال ست نظر بوی یا بشنود در خانہ خود یا خانہ بعضے اصدقاے خود و نشنود آں را در میان راہ و مقترن نگردد سماع بہ چیزے از منکرات و ضائع نکند بسبب آں اوقات نماز را و روایت کردہ است ابو منصور بغدادی از یونس بن عبد الاعلیٰ

کہ شافعی استصحاب کرد مرا بسوے مجلسی کہ درو ے قینہ بود کہ تغنی میکرد چوں فارغ شد قینہ گفت شافعی آیا خوش کردی ترا ایں را گفتم نہ گفت اگر راست می گوئی نیست ترا حس صحیح اس عبارت کے بعد شیخ محدث خود فرماتے ہیں یعنی خوش داشتن غنا علامت سلامت طبع و حس است و ناخوش داشتن آں نشاں اعوجاج طبیعت و نقصان حس و از ینجا معلوم می شود کہ دلیلے شرعی بر حرمت و کراہت آں نیست اگر آں بودے خوش داشتن طبع آں را چہ فائدہ کردی و در تاثیر نغمہ در طبائع ہیچکس را سخن نیست کہ در حیوانات موجود است چہ جاے آدمیاں اسکے بعد شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول شافعی کا لکھا ہے اور آخر میں خود فرمایا ہے و بالجملہ بہ تحقیق صحیح شدہ است از قول و فعل شافعی چیزے کہ صریح است در اباحت و نیست نص در تحریم ؛

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا گانا سننا

مدارج میں ہے واما امام احمد بن حنبل صحیح شدہ است روایت کہ وے شنیدہ است غنا را نزد پسر خود ش کہ نام وے صالح ست روایت ست از ابو العباس فرغانی کہ می گفت شنیدم صالح بن احمد بن حنبل را کہ می گفت بودم من کہ دوست می داشتم سماع را و بود پدر من کہ ناخوش می داشت آں را پس وعدہ کردم ابن جناوہ را کہ باشد نزد من شبے پس باشید نزد من تا دانستم کہ خواب کرد پدر من پس شروع کرد ابن جناوہ در تغنی پس شنیدم آواز پاے برابر بام پس برآمدم بالای بام و دیدم پدر خود را بالاے بام کہ می شنود غنا را و دامن در زیر بغل اوست و وے می خرامد بالاے بام گویا کہ رقص می کند و مثل ایں قصہ از عبد اللہ بن احمد بن حنبل نیز منقول است و ایں دلالت دارد بر اباحت سماع نزد وے رحمۃ اللہ علیہ و انچہ منقول است از وے مخالف ایں محمول ست بر غناے مذموم مقترن بہ فحش و منکر و روایت کردہ شدہ است از احمد کہ وے شنید قوالے را نزد پسرش صالح و انکار نکرد پس گفت پسر وے اے پدر آیا نبودی تو کہ انکار می کردی و مکروہ می داشتی تو آں را گفت بمن چناں رسانیدہ اند کہ استعمال می کنند باد وے منکر را۔

مولوی قطب الدین خاں کا بیان

مولوی محمد قطب الدین خاں نے حدیث اول کے فائدے میں جہاں غنا کی حرمت لکھی ہے اور سننے والوں کی خرابیاں لکھی ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے جو کچھ شیخ محدث علیہ الرحمۃ کے بیان میں اوپر گذر گیا یعنی صحابہ بدرئین

اور تابعین اور تبع تابعین اور علماے دین اور اجلۂ محدثین کا سننا بھی ذکر کیا ہے اور مشایخ کبار کا سننا اور حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الحق والدین بدایونی کا بے مزامیر سننا بھی لکھا ہے اور انھیں باتوں کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعضوں کو اس میں کشود خوب ہوا ہے

یوسف بن یعقوب کے گھر میں مغرفہ کا بجنا

مدارج میں ہے وگفت یحیی بن معین کہ از اعاظم علماے حدیث است کہ می آمدیم ما یوسف را و ماجشون را پس تحدیث می کرو ما را در خانہ و جواری وے میزوند مغرفہ را در خانہ دیگر وایشاں علماے ثقات از اہل حدیث اند کہ مخرج اند در صحاح وگفتہ اند عبد العزیز بن سلمہ ماجشون کہ مفتی اہل مدینہ بود و روایت می کند ائمہ از وے وتخریج کردہ اند از وے در صحیحین رخصت می کرد وے در عود

دف اور شبابہ یعنی نے اور عود یعنے بربط کی اباحت

مدارج میں ہے دہمچنیں صاحب اتباع در آلات ومزامیر سخن کردہ وگفتہ کہ معروف در مذاہب ائمہ اربعہ مزامیر ست باوجود ان از بعضے علماے مذہب شافعی واصحاب ظواہر وغزالی وامثال وے خلا فہا نقل کردہ وانواع آلات ومزامیر ذکر کردہ اما دف مختلف فیہ است بعضے مطلق مباح گفتہ و بعضے مطلق حرام داشتہ بعض فرق کردہ در جلاجل دار وغیر آں وصواب اباحت اوست در نکاح و بعضے اعلان آں بدف مستحب داشتہ و در شبابہ کہ بمعنے نی ست نیز اختلافہا ذکر کردہ دیگر از مزامیر عود است کہ آں را بربط نیز گویند و تارہا دارد کہ آنہا را زیر و بم گویند و دروی نیز اختلافہا ذکر کردہ وگفتہ کہ معروف در مذاہب اربعہ آنست کہ زدن آن وشنیدن آں حرام ست و رفتہ اند طائفہ از علما بجواز آن وحکایت کردہ اند سماع آنرا از عبد اللہ بن جعفر و عبد اللہ بن عمر و حکایت کردہ شدہ است کہ درآمد عبد اللہ بن عمر بر عبد اللہ بن جعفر پس یافت نزدوی جاریہ را کہ میزد عود پس گفت عبد اللہ بن جعفر مر عبد اللہ بن عمر را آیا می بینی دریں باسی گفت لا باس بہذا و نقل کردہ اند سماع آنرا از عبد اللہ بن الزبیر و معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن العاص و حسان بن ثابت واز غیر صحابہ عبد الرحمن بن حسان و خارجہ بن زید کہ از فقہاے سبعہ مدینہ است و نقل کردہ است استاد ابو المنصور از زہری و سعید بن المسیب و عطا بن ابی رباح و شعبے عبد اللہ بن ابی عتیق و اکثر

فقہائے مدینہ مطہرہ وحکایت کردہ است خلیلے از عبد العزیز ماجشون کہ وی رخصت می کرد در عود وحکایت کردہ است ابن سمعانی از طاؤس وحکایت کردہ است از ابراہیم بن سعد کہ در آمد بر رشید وگفت ارید العود یعنی چاہتا ہوں میں عود پس گفت رشید عود الجرام عود المزمر قال لَا بَلْ عُوْدُ الْمُزَمِّرِ یعنے انگیٹھی والا عود جسکا نام اگر ہے یا بجنے والا عود کہا نہیں بلکہ بجنے والا عود پس طلبید رشید عود را و نواخت آں را ابراہیم بن سعد و فتوی داد اباحت غنا و عود و نقل کردہ است فاکہی در تاریخ مکہ معظمہ بسندے کہ دارد از موسی بن المغیرا الجمحی کہ خواند وے عطا بن ابی رباح را پس در آمد و بودند در آنجا قومی کہ میزدند عود را تغنی میکردند چوں دیدند عطا را کہ در آمد باز ماندند ازاں پس گفت نمی تشنیم تا عود نکنید بانچہ می گردید پس بنشست و تغذی کرد صاحب امتاع ہمیں عود را اصل ساختہ و مزامیر دیگر را براں قیاس کردہ و بالجملہ وے دریں باب از وسعت و خلاعت خالی نیست و خلاعت کے معنی پریشان ہونا اور بے سامان ہونا یعنے بات کو بہت بڑھایا ہے اور وہ باتیں کی ہیں جن سے فقہا کا اجتہاد باطل ہوتا ہے اور یہ بات بے سامان ہونے کی اور پریشان ہونے کی باعث ہے اور تیسری معنی فسق اور فجور کرنا یہ معنی ہرگز مراد نہیں اس دلیل سے کہ شیخ چند سطروں کے بعد تفسیق اور تشنیع کو منع کرتے ہیں اور سب کو رد کئے ہیں پھر خود کیونکر کرتے یہ سمجھنا غلط ہے اس کے بعد لکھتے ہیں و اجتماع آلات و مزامیر نیز نقل کردہ و گفتہ اختلاف است از میان قائلین بہ تحریم کہ آن کبیرہ است یا صغیرہ و متاخرین از شافعیہ براں اند کہ صغیرہ است ایں چند کلمہ از کتاب مذکور نقل کردہ شد والعہدۃ علیہ و غرض از نقل جز آں نیست کہ اگر احیاناً ازیں طائفہ چیزے ازاں نقل کردہ شود مبالغہ در تشدید و تجہیل و تشنیع و تفسیق و تضلیل نمایند و ستر عیوب و زلات قوم شعار خود سازند و اما عامہ را انگذارند کہ تقلید ایشاں کنند فالحق اَحَقُّ اَنْ یُتَّبَعَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ و ایں ضعیف دریں مسئلہ تکلم در مواضع متعدد کردہ است و در ہمہ طریقہ تفصیل و تردید و توسط نگاہ داشتہ بادنی میلے بجانب حرمت و یا کراہت و دریں کتاب نقل اقاویل جانب اباحت غالب افتاد زیرا کہ آں جانب دیگر مشہور و مقرر شدہ است در او ہان حاجت بہ نقل ندارد و نیت ہمان ست کہ گفتہ شدہ عیب می چوں ہمہ گفتی ہنرش نیز بگوے ؛ نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند ؛ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے فقط سماع کا ذکر کر کے یہ عبارت لکھی ہے و مقصود کاتب الحروف از نقل اقاویل اباحت آنست کہ تا معلوم شود کہ مسئلہ مختلف فیہ است جزم کردن بریک جانب و ترجیح آن و تعصب نمودن دراں مناسب طریقہ اختلاف نیست

اگر یکے را اصلاح وقت دراں نماید کہ توقف کند وملاحظہ واحتیاط نماید ودر ورطہ خلاف ونزاع نیفتد وسلامت حال خود دراں بیند واحتیاط وتقویٰ دراں اندیشد مبارک باد اما باید کہ زبان قال وحال از طعن وتشنیع وتضلیل وتقبیح بزرگان وافتادن در ایشان باوجود تعارض ادلہ وتباین طرق ووجود علماء وفقہاء وعرفا دراں جانب دیگر قطع نظر از راجح ومرجوح نگاہ دارد وسررشتہ انصاف رہا نہ کند ؎ صحبت وعافیت گرچہ خوش افتاد اے دل ٭ جانب عشق عزیز است فرومگذارش ٭ جو شخص ذرا بھی غور کرے اور تحقیق اور انصاف سے کام لے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ بیان اور یہ شعر اس محل میں شیخ علیہ الرحمۃ کے مذاق سے بے تکلف خبر دیتا ہے اگر سماع نہ سنتے ہوں نہ سہی الا انکا دل بیشک ذوق سماع سے بھرا ہوا تھا اور سماع والوں کی طرف تھا اور ذکر سماع کے بعد مزامیر کا ذکر کرکے اور صاحب امتاع کے اقوال سولا کر خلاعت کا لفظ لکھا ہے جس کی شرح گذر چکی اس کے بعد والعہدۃ علیہ کا جملہ لکھا ہے یعنے اس بیان کا ذمہ صاحب امتاع پر ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ صاحب امتاع نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ خود عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا حال اور ان کا عود سننا اور ان کے سوا اور صحابہ کا حال اوپر لکھ چکے ہیں اور اگر یہ باتیں صحیح نہیں ہوتیں تو ہرگز نہ لکھتے اور صاف لکھ دیتے کہ صحابہ پر تہمت ہے اور میری اس تقریر کو خود شیخ کا بیان ثابت کرتا ہے ودریں جا نقل اقاویل اباحت غالب افتاد اور جب یہ بات ثابت ہو چکی تو والعہدۃ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ فقہا نے کل مزامیر کو حرام کیا ہے اور صاحب امتاع نے سب کو جائز اور مباح کہا ہے پس شیخ نے یہ کلمہ لکھ کر اپنی ذات کو مخصوں سے الگ کر لیا اور اس کل بیان کے بعد کس بلاغت اور کس لطافت سے حافظ علیہ الرحمہ کا شعر لکھا ہے جس سے ان کا ذوق درونی ٹپک رہا ہے الا اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے اسکی حلاوت کا مزہ پایا ہے اور فی الواقع شیخ کا یہ شعر لکھنا اور ذکر مزامیر کے بعد اس کو لانا ایسا ہے جیسا حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غزل میں دوسرا شعر کہا ہے ؎ قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست ٭ بوسہ چند بیامیز بدشنامی چند ٭ اور شیخ کا یہ فقرہ کہ ایں ضعیف دریں مسئلہ تکلم در مواضع متعدد کردہ است گواہی دیتا ہے کہ شیخ کا قول آخر اور فیصلہ آخر یہی ہے اور تحقیق اور انصاف اسی میں ہے اور ان کتابوں کے اقوال فقہا کے طریق پر ہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ کا خاص بیان سماع اور مزامیر کی نسبت انکی تقریر خاص

شیخ محدث علیہ الرحمہ فقط لفظ سماع کے ذکر میں لکھتے ہیں وبالجملہ دریں جا سہ طریقہ ست یکے مذہب فقہا
است وایشاں انکار می کنند اشد انکار وسلوک می کنند مسلک تعصب و عناد والحاق می کنند فعل آں را بذنوب
وکبائر واعتقاد آں را بکفر وزندقہ والحاد وایں افراط است وخروج است از طریقہ اعتدال و انصاف
ونمی باید براں جرأت کرد خصوصاً در موضع خلاف نعم نقل کردہ شدہ است از علمائے مذہب انچہ دلالت
دارد بر حرمت و بر کراہت دوم طریقہ محدثین ست وایشان می گویند کہ ثابت نشدہ است در تحریم آں حدیث
صحیح ونص صریح بلکہ ہرچہ وارد شدہ است دریں باب از احادیث یا موضوع است یا مطعون وہمچنیں آیات
قرآنی اگرچہ تفسیر کردہ اند آں را بعضے مفسرین بہ چیزے کہ دلالت می کند بر حرمت غنا اما آں را تاویلات
ومحامل دیگر ہم ہست کہ ذکر کردہ اند غیر ایشاں از علما وچوں ثابت نگردد حرمت ثابت شود حل واباحت
بدلالت قوی وے سبحانہٗ وَاُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وبعضی گویند ثابت نشدہ است نہ بر حرمت و نہ بر اباحت
آں دلیل قطعی شرعی پس مسئلہ مبنی گردد بر اصل در اشیا کہ خطر است یا اباحت سوم طریقہ سادہ صوفیہ ومذہب
ایشاں دریں باب مختلف وافعال مجتنب آمدہ وبعضے اجتناب کردہ وبعضے مباشرت نمودہ وباید کہ انکار
ایشاں اشد باشد واجتناب وتشدید اقوی باشد زیرا کہ مذہب ایشان اخذ بہ عزیمت و احتیاط
در افعال واقوال است در جمیع اوقات واحوال ولیکن بر بعضے از ایشاں غالب آمدہ ولع وشوق وسکر
محبت وصفح حال وجد وہیجان وحکم ایشان حکم والہ وسکران است وشک نیست در تاثیر نغمات در نفوس
وتطریب قلوب واثارت کوامن بواطن وایں معلوم است بمشاہدہ وعیاں حتی در حیوانات وبلہ وصبیان
پس تمکنات ایشاں ثابت اند بر بساط حکم وادب با رسوخ قدم ومتلونان از اہل شوق مترجح ومعتشر بہ
غلبہ وجد وعزام پہلے شیخ علیہ الرحمۃ کے بیان سے فقہا کا تعصب اور عناد صریح اور طریقہ اعتدال اور
انصاف سے ان کا خروج صاف ظاہر ہے پس انکے اقوال تحریم سماع میں معتبر نہیں اور ان کی باتوں
کا برا ماننا بھی بے سود ہے دوسرے محدثین کے نزدیک تحریم سماع کے باب میں کسی حدیث صحیح کا
وارد نہونا بی تکلیف ظاہر ہے پھر جتنی حدیثیں اس باب میں مشہور ہیں اور کتابوں میں درج ہیں وہ سب
یا موضوع ہیں یعنے بنائی ہوئی ہیں یا مطعون ہیں یعنے ان کے راوی معتبر نہیں بلکہ متہم اور مشکوک ہیں
تیسرے صوفیہ کا دو گروہ ہونا ایک گروہ کا انکار اور دوسرے گروہ کا ارتکاب بے تامل ثابت ہی اور ان دونوں
گروہوں کا اپنی اپنی جگہ پر مستقل اور مستقیم ہونا بھی شیخ کے بیان سے واضح ہی اور اُن تینوں باتوں کے

علاوہ بعض مفسرین قرآن کا بعض آیات کو حرمت غنا پر سند کرنا اور جمہور مفسرین کا اور معنے لکھنا اور حلت سماع کا ثابت ہونا اور بعض کے نزدیک حلت اور اباحت دونوں کا قرآن سے ثابت نہونا پیدا ہے اور اس عبارت کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مزامیر کا ذکر کر کے سماع اور مزامیر کو ملا کر یہ لکھا ہے و حقیقت حال و منشار اختلاف آں می نماید کہ سرود شنیدن و آلات مزامیر زدن در زمان قدیم کار دبار بے قیدان ولاہیان و فاسقان و شراب خواراں بود ولہذا در حدیث صحیح آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود فرستادہ شدہ ام من و امر کردہ شدہ ام من کہ محو کنم معازف را کہ نام آلات و مزامیر ملاہی ست و نہی کنم از شرب خمر و زنا و در اصل نام غنا لہو است و ذکر دے در باب ملاہی می کنند و بعد از محو و محق آثار ایں امور و رفع و ازالہ منکرات چوں آں رسم و عادت نماند و مسلمانان و صالحان و پارسایان نیز در آں افتادن وازاں محفوظ گشتند بے ملابست بہ فسق و منکرات و مخالطت باہل فسق و فجور یہاں تک شیخ کے بیان سے تین باتیں ظاہر ہیں ایک تو خاص اس حدیث کا جسکا ترجمہ لکھا ہے صحیح ہونا دوسرے مسلمانوں کا اور صالحوں اور پارساؤں کا سرود آلات اور مزامیر میں مبتلا ہونا اور اس سے لذت حاصل کرنا تیسرے ان سب لوگوں کا فسق اور منکرات سے الگ ہونا اور اہل فسق و فجور سے جدا رہنا پس عند التامل صاف ظاہر ہے کہ شیخ کے نزدیک آلات اور مزامیر فسق اور منکرات میں داخل نہیں ہیں اگرچہ اور علما کے نزدیک ہوں اس کے بعد کہتے ہیں و جماعہ دیگر چوں دیدند کہ ایں عادت فاسقان و نشاں بے قیدی است و مشابہتے بحال ایشاں وارد و بخوف آں مبادا سرے بآنجانب کشد اجتناب کردند و تحذیر نمودند و از شارع نیز اگر بایں ملاحظہ تحذیرے و منعی و وعیدی صادر شدہ باشد دور نباشد اس بیان سے بھی وہی بات پیدا ہے فاسقان سے فاسقان قدیم مراد ہیں اور سرود اور مزامیر کو ان کے حال سے مشابہ فرمایا ہے اور سرے بآں جانب کشد اس فقرے سے شراب خواری اور بدکاری کی طرف اشارہ کیا ہے پس سرود اور مزامیر دونوں فی نفسہ فسق سے الگ ہیں اسکے بعد لکھتے ہیں و آنکہ محدثان گویند کہ نہی از شارع بہ ثبوت نہ پیوستہ و ہیچ حدیثے دریں باب بہ صحت نرسیدہ بعد از تقریر آنکہ دائرہ صحت باصطلاح ایں طائفہ تنگ ست مراد آں خواہد بود کہ نہی آں علی الاطلاق و تحریم آں لذاتہ ثابت نشدہ چنانکہ از خمر و زنا و امثال آں اس بیان سے اوپر کا مطلب بالکل واضح ہوگیا یعنے محدثین جو کہتے ہیں کہ سرود اور آلات اور مزامیر کے باب میں کوئی حدیث درجہ صحت کو نہیں پہونچی ہے ان کا یہ کہنا اس نظر سے ہے کہ صحت کا دائرہ

ان کے بیان کے موافق تنگ ہے وہ قیدین جو صحت کے لئے انھوں نے مقرر کی ہیں سخت ہیں پس حدیثوں کا ہونا ضرور ثابت ہے جیسا خود شیخ علیہ الرحمہ ایک حدیث اوپر لکھ چکے ہیں الا محدثین کے انکار کا مطلب یہ ٹھہرے گا کہ کوئی ایسی حدیث جس میں خاصکر سرود اور مزامیر کی حرمت آئی ہو جس طرح شراب اور زنا کے لیے آئی ہے صحت کو نہیں پہونچی ہے اور یہ دونوں بذاتہ حرام نہیں ہیں اور مطلقا حرام نہیں ہیں اگر ان کے ساتھ شراب خواری ہو اور بدکاری ہو تو اس کے ساتھ حرام ہو جائیں گے اس کے بعد فرماتے ہیں وآنکہ بعضے از اہل ظواہر گفتہ اند کہ ہیچ حدیثے وارد نشدہ ایں سخن خالی از مکابرہ نیست اس سے بھی بعض حدیثوں کا ہونا ثابت ہے پھر فرماتے ہیں ومثال ایں حال قصہ ظروف واوانی ست کہ آنہارا ختم و زفت و نقیر و دُبّام نام ست کہ در وقت اباحت خمر استعمال آں می کردند و شراب دراں می خوردند چوں شراب حرام شد استعمال ایں قسم اوانی و خوردن مشروبات دیگر دراں چندگاہ حرام ساختند از برائے محو و قمع آثار آں و چوں حرمت خمر ثابت و مقرر شد احتیاج بر قمع و قلع آثار و علامت آں نماند منع و نہی ازاں اوانی نیز نماند و باوجود آں علما و ائمہ دین دو فرقہ شدند جمعی بمنع رفتند از استعمال آں اوانی و قومی بر تجویز کما ذُکِرَ فِی مَوضِعِہٖ و در ما نحن فیہ نیز مانند ایں دو فرقہ آمدند قومے بہ لحاظ عادت شریف قدیم کہ ایں صورت نشاں اہل فسق ست منع در رسم احتیاط را گرفتہ ایستادند و جمعی نظر بر معنی و حقیقت حال انداختند کہ اگر بلابست فسق و منکرات است حرام و اگر نہ چنیں ست مباح وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ شیخ علیہ الرحمہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ علما اور محدثین وغیرہ کا ایک گروہ اس طرف ہے کہ اگر سرود اور آلات اور مزامیر کے ساتھ شراب اور بدکاری نہو تو مباح ہیں جس طرح شراب کے برتنوں کی اباحت اور ایک گروہ کے نزدیک سرود اور مزامیر اور شراب کے ظروف سب سے اجتناب کرنا چاہیے

اختلافات سماع اور اختلاف مزامیر کا عقیدہ

میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ مسئلہ سماع اور مسئلہ مزامیر دونوں میں صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد سے اب تک اختلافات سخت واقع ہیں ایک گروہ نے سماع اور مزامیر دونوں کو لہویات میں داخل کر کے مطلق حرام کہا ہے اور قرآن کی جن آیتوں میں لہو کا اور لہو کے باتوں کا ذکر ہے ان کو سماع پر وارد کیا ہے دوسرے گروہ نے جواب دیا ہے کہ قرآن میں ہے اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَہْوٌ وَّلَعِبٌ یعنے ہر آئینہ دنیا کی زندگی کھیل کود

ہے پھر اگر سب لہویات ہیں تو ہمارا کھانا اور پینا کل باتیں جو زندگی کے ساتھ ہیں حرام ہیں اور اس کے دلائل کو احادیث اور آیات سے مضبوط کیا ہے اور قرآن شریف میں ہے اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ یعنے جو لوگ سنتے ہیں قول کو اور پیروی کرتے ہیں نہایت اچھے قول کی یہ آیت صالحین کے حق میں ہے ایک گروہ علما قول سے فقط استماع قرآن مراد لیتے ہیں اور ایک گروہ مشائخ اور علما کہتے ہیں کہ لفظ قول عام ہے قرآن ہو یا اقوال ہوں اور اسکے معنی گفتار جس کو اردو میں بات وغیرہ کہتے ہیں اور لفظ احسن سے یہی سب اچھی باتیں مراد ہیں آیات قرآنی ہوں یا اسی کے علاوہ جیسے نعت اور اسی کے مثل یہ سب قول احسن ہیں داخل ہیں اور یہ آیت ان کے نزدیک سماع کیلیے سند ہے شیخ محدث نے اس آیت کو مدارج کے فصل سماع میں اور پر ہی لکھا ہے اور جتنے علما اہل فتاوا ہیں ان سب کی تصنیفات میں حرمت اور لہویت مذکور ہے اگرچہ کسی کسی بات میں اختلاف ہو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو متاخرین میں مستند ہیں وہ بھی مالا بد منہ میں لکھتے ہیں سرود حرامست کہ باز دارندہ از ذکر الٰہی و مہیج شہوت ست اور دف کو اعلان نکاح کے لیے اور طبل کو غازی کے لیے جائز کہا ہے اور فقط سماع کو درویش مطمئن النفس کے حق میں تجویز فرمایا ہے اور ایک گروہ نے سماع اور دف کو عیدین اور عروسی میں مباح کہا ہے اور ایک گروہ نے اور اوقات سرور میں بھی مباح کہا ہے اور ایک گروہ نے تخصیص کی ہے کہ جس دف میں جھانجھ لگی ہو باتفاق حرام ہے اور بعض نے اسکو بھی مباح کہا ہے اور بعض علما اور مشائخ نے کوئی تفصیل نہیں کی ہے اور مطلق سماع کو مباح کہا ہے مدارج میں ہے وطائفہ باباحت رفتہ واطلاق کردہ قول را دراں و تفصیل نکردہ میان رجال ونساء و مردان و تسویہ کردہ میان آن ولیکن بشرط امن از فتنہ و وقوع دراں و بعضے فرق کردہ اند میان قلیل و کثیر در رجال ونساء اور محدثین کے نزدیک جو حدیثیں حرمت سماع میں آئی ہیں اور بہت علما ان کو سند کرتے ہیں وہ سب یا موضوع یا ضعیف صاحب امتاع نے ان سب احادیث کے باب میں لکھا ہے کہ ایک جماعت ظاہریہ اور مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ نے ضعیف کہا ہے اور ائمہ اربعہ اور سفیان ثوری اور داؤد طائی نے ان حدیثوں کو حجت نہیں کیا اور یہ لوگ بڑے بڑے مجتہد ہیں اور اصحاب مذاہب ہیں جن کے مذہبوں کا اتباع کیا جاتا ہے اور ابو بکر بن عربی نے کتاب احکام الاحادیث میں یہی لکھا ہے اور ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ تحریم غنا کی سب حدیثوں میں کچھ صحیح نہیں اور علامہ مجید الدین فیروز آبادی محدث صاحب قاموس نے

سفر السعادۃ کے خاتمے میں کہا ہے دور باب ذم سماع حدیث صحیح وارد نشدہ اور اسی طرح تحریم آلات لہویہ کے
حدیثوں میں ابو بکر اور ابن طاہر نے لکھا ہے کہ کوئی حرف ان حدیثوں کا صحیح نہیں ہے اور علاء الدین قونوی
نے شرح تعریف میں محمد بن خزم کا قول بیان کیا ہے کہ اس باب میں کچھ صحیح نہیں اگر کوئی حدیث
آئی ہوتی تو پہلے ہم قائل ہوتے اور جو کچھ اس باب میں وارد ہے سب موضوع ہے اور اس پر قسم
کھائی ہے اور شیخ محدث علیہ الرحمۃ کے بیان میں فقط سماع کے ذکر ہیں اور سرود اور آلات دونوں
کے ذکر میں محدثین کا انکار کرنا موجود ہے جس کو مشرح لکھ چکا ہوں اور مکرر لکھتا ہوں خاص تحریم غنا
اور خاص تحریم آلات کے باب میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے اور اگر ہے تو ادر علتوں کے ساتھ ہے
اور اس بات کو شیخ نے بھی مانا ہے اور ظروف شراب کے ساتھ مشابہت دی ہے جیسا مشائخین مجوزین
کہتے ہیں اور جن کے نزدیک مزامیر حرام ہیں انھوں نے ان سب کو فسق اور منکر میں داخل کیا ہے اور
جن کے نزدیک مباح ہیں انھوں نے مزامیر کے سوا شراب اور بدکاری وغیرہ کو فسق اور منکر میں شمار کیا ہی
اور وہ گانا جسکی صفت میں وارد ہے اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ گانا اگاتا ہے
نفاق کو دل میں جیسے اگاتا ہے پانی ترکاری کو یہ وہ گانا جو فواحش سے مقترن ہو اور سننے والے
کو اللہ سے کچھ واسطہ نہو اور لونڈیوں کا مول لینا اور انکو تعلیم دلوانا اور گانا سکھلانا قلتبانوں کا کام ہی
اور اس کی نہی جو حدیث میں ہے حق ہے حضرات مشائخ کے سماع سے اس کو کیا علاقہ اور یہ باتیں
اہل دنیا کے نزدیک بھی بری ہیں اور یہ ہمیشہ کسی کے نزدیک اچھا نہیں خلاصہ یہ کہ سماع اور مزامیر دونوں
کے باب میں چاروں مذہب کے فقہا اور محدثین اور سب علمائے ظاہر اپنے اپنے طور پر مختلف فیہ ہیں
اور اسی طرح مشائخ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ اور نقشبندیہ بھی کلہم مختلف فیہ ہیں حضرت ابو سعید ابو الخیر
نے سنا ہے لطائف اشرفی میں مذکور ہیں اور شیخ حماد قادری کا معصیت سمجھنا مولوی قطب الدین نے
ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے مشائخ چشتیہ میں حضرت محبوب الٰہی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے سب نے
مزامیر سنا ہے اور ان کے اہل سلسلہ جن میں سے ایک شمائل اتقیا کے جامع مولانا رکن الدین ابو الفتح ہیں
انھوں نے مباح لکھا ہے اور حضرت بہاء الدین نقشبند کا قول مشہور ہے نہ ایں کار می کنم ونہ آں کار می کنم
اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر نے لطائف اشرفی میں فرمایا ہے دور مجلس خواجہ بہاء الدین نقشبند
شاہین در باب ونائے دفے حاضر می کردہ اند اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں سب کچھ

لکھا ہے اور صاحبزادہ والا تبار سے وصیت کی ہے یا بُنَیَّ لَا تُنْکِرِ السَّمَاعَ فَاِنَّ لَہٗ اَرْبَابٌ یعنے اے بیٹے میری سماع کا منکر نہو پھر یہ ہرآئینہ سماع کے سننے والے اچھے اچھے لوگ ہیں حضرت جنید سید الطائفہ ہیں آپ نے فرمایا کہ فقرا جب سماع سنتے ہیں رحمت نازل ہوتی ہے شیخ محدث نے صاحب امتاع کے قول سے لکھا ہے اور حضرت جنید وہ ہیں جن کے حق میں جلال الدین سیوطی محدث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وَنَحْنُ نَعْتَقِدُ اَنَّ طَرِیْقَ الْجُنَیْدِ وَصَحْبِہٖ طَرِیْقٌ اَقْوَمُ یعنے اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہرآئینہ جنید کی راہ اور اسکے یاروں کی ٹھیک راہ ہے اور امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دف کے ساتھ گانا سننے کو حرام کہے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے انکار کیا وہ کافر ہے فقہا کا سامع سماع کو کافر اور زندیق کہنا شیخ محدث کی عبارت میں موجود ہے مختصر یہ کہ جو کتابیں فقیر نے دیکھی نہیں ان کا ذکر نہیں جتنا اختلاف فقیر کی نظر سے گذر چکا ہے اگر ان سب اقوال کو مفصل لکھوں تو ایک کتاب الگ مرتب کروں اور اسی سے شیخ محدث نے جب سماع اور مزامیر کے بحث کو مدارج میں ختم کیا ہے تو لکھا ہے امریست مختلف فیہ ودر امر مختلف فیہ عیب یکدیگر نباید کرد وہر یکے را بحال خود باید گذاشت فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلاً جو لوگ ان اختلافات سے خبر نہیں رکھتے اور یہ باتیں ان کی نظر سے نہیں گذری ہیں وہ جانتے ہیں کہ فقرا اور مشایخ بلکہ خلاف شریعت گانا سنتے ہیں اور مزامیر کو جائز اور مباح کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ حرام کا فاعل فاسق ہوتا ہے اور فاسق ولی نہیں ہوسکتا اور فقرا اور مشایخ کے گروہ میں بڑے بڑے علامہ متبحر فقیہ محدث متکلم گذر چکے ہیں اور ہر وقت میں ہوتے رہے ہیں شیخ محدث نے صاحب امتاع کا قول لکھا ہے کہ بہ تحقیق بودند در صوفیہ جماعۂ از اہل فقہ وحدیث ومعرفت بانواع علوم شرعیہ مثل استاد ابو القاسم قشیری و شیخ ابو طالب مکی وشیخ شہاب الدین سہروردی وذکر کردہ اند ایشاں در رسائل وتصانیف از انچہ دلالت می کند بر اباحت سماع قولاً وفعلاً اور بہت علمائے معتبر اور مشایخ مستند کی کتابیں اس بیان میں ہیں جن سے سب اختلافات کا پتہ لگتا ہے اور سماع مزامیر کی حرمت اور اباحت کا حال واضح ہوتا ہی

مزامیر کی اباحت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ دف کے ساتھ گانا سننا عیدین میں اور عروسی میں اور اوقات سرور میں

اور جب جی چاہے بیشک حلال اور مباح ہے جیسا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور وہ حدیثیں قولی اور فعلی دونوں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے کسی گانے والے کو بھیجنے کو ارشاد فرمایا ہے اور قولی بالنبی کنت تقولین بھی فرمایا ہے اور خود سنا ہے اسمیں کسی کا اجتہاد نص کے مقابل ٹھیک نہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے کہ اگر میرے قول کو قرآن اور حدیث سے الگ دیکھو قبول نہ کرو اور خود امام صاحب کا فقط سماع سننا اوپر گذر چکا اور دف کے علاوہ عود کا سننا عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہم سے ثابت ہے اگر اسکا سننا حرام سمجھا جاوے تو فسق لازم آتا ہے لامحالہ اسکے اباحت میں بھی شک نہ رہا اور مغرفہ کا بجنا ان علما کے گھر میں جو صحیحین کے مخرج ہیں شیخ عبد الحق محدث کے بیان سے ثابت ہے یہ بھی ویسا ہی ہے جیسا عود اور اگر یہ نہ سمجھا جاوے تو وہی فسق لازم آتا ہے اور صحیحین کا مخرج باطل ہوتا ہے اب رہے اور مزامیر خاص ان کی تحریم میں محدثین کے نزدیک کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہے اور اگر ہے تو شراب اور زنا کے ساتھ اور شیخ کی تحریر سے ثابت ہے کہ علما اور ائمہ دین اس کے اجتہاد میں دو گروہ ہیں ایک گروہ کے نزدیک ظروف شراب کے مثل مباح ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک مزامیر اور ظروف شراب دونوں ناجائز اور اجتہاد میں ہر گروہ برابر ہے اور جو خطا کرے وہ بھی ثواب سے خالی نہیں اور متبعین کو ایک دوسرے پر طعن کرنا نہ چاہیے اور شبابہ یعنے نے بھی خاصکر انھیں میں داخل ہے اور شیخ محدث علیہ الرحمۃ نے مدارج میں لکھا ہے کہ یہ بھی بعضوں کے نزدیک مباح ہے پس فقیر انھیں لوگوں کے مذہب پر ہے جن کے نزدیک مزامیر مباح ہیں ؂ عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا ؛ ما ہمہ بندہ وایں قوم خداوند انند ؛ فقیر کے پیر بیعت حضرت فتح علی شاہ ہیں قدس سرہ اور آپ حضرت مولانا سید عبد الرحمن پنجابی لکھنوی کے صاحب سجادہ ہیں اور حضرت مولانا سید عالی نسب نجیب الطرفین اور عالم متبحر تھے اور مزامیر کے ساتھ مسجد میں سماع سنتے تھے آپ مسجد کے در میں بیٹھے تھے اور قوال صحن مسجد میں علماے شہر نے اعتراض کیا اور منع کر بھیجا آپ نے فرمایا کہ اگر فقیر کے نزدیک یہ سب حلال اور مباح نہوتا تو کبھی اس کے پاس نہ جاتا علمانے کہا کہ بالفرض حلال سہی مگر اپنی منکوحہ کے پاس جانا بھی حلال ہے اور مسجد کی تعظیم سے وہاں ناروا ہے حضرت مولانا نے فرمایا کہ تری مانع ہے اگر یہ علت نہ ہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا اور یہ بھی فرمایا کہ گانا سننا ہماری عبادت ہے اور مسجد عبادت کیلئے مختص ہے

اور ہمارا گھر بھی ہے اور کوئی جگہ نہیں ورنہ ہم یہاں نہ سنتے اور اس وقت تک مسجد اور صحن مسجد کے سوا
کوئی حجرہ وغیرہ وہاں نہ تھا اور مخدوم سید اشرف جہانگیر نے بھی مسجد کو سماع کیلئے اولی کہا ہے لطائف
اشرفی میں ہے اور حضرت امام احمد غزالی نے بھی یہی فرمایا ہے اور آپ لڑکپن میں پڑھنے کو گھر سے نکلے
اور خدا کے طالب تھے اور بحر العلوم مولانا عبد العلی کے پاس مدراس میں فراغ حاصل کیا اور حصور اور متقی
رہے پھر فقر کی طرف متوجہ ہوئے اور پچاسی برس دنیا میں رہے آخر عمر میں فرماتے تھے کہ ہم نے اپنی بہت
عمر مفت ضائع کی اگر ہم جانتے کہ پڑھنے سے خدا نہیں ملتا تو ہرگز نہ پڑھتے فقط سورہ فاتحہ اور سورۂ اخلاص
کافی ہے اور آپ آخر عمر تک صاحب ریاضت تھے ماش کی دال غیر مقشر اور چھٹانک بھر کی یا کسی قدر
زیادہ کی ایک ٹکیا کھاتے تھے اور آپ قصیدہ بردہ کے عامل تھے اور اسی کے عمل میں خبط ہو کر نمک نہ کھاتے
اس وجہ سے بے نمک کی دال کھاتے تھے اور اسکے سوا کوئی شے نہیں کھاتے تھے اور آخر عمر میں اکثر
تھوڑا سا دودھ پی لیتے تھے اور اسی پر قانع رہتے تھے جسکو آپ کا تبحر علمی دریافت کرنا ہو مفتاح التوحید
جہد المقل کلمۃ الحق کاسرۃ الاسنان آپ کے رسائل دیکھے یہ سب کلمہ طیب کی شرح میں دیوے کے
مولوی ذوالفقار علی نے وحدت وجود کے علت سے آپ کے قتل کا فتوا دیا اور مولانا عبد العزیز کو لکھا
مولانا عبد العزیز نے جواب دیا کہ ایک شخص تمہارے جوار میں خدا کا پہچاننے والا ہے تم اسکے قتل کا فتویٰ
دیتے ہو پھر مولوی ذوالفقار علی کے خیالات بدلے اور باز آئے آپ کے کرامات سے ایک بات کافی ہے
جس پر کسی وہمی کو استدراج کا شبہ نہیں ہو سکتا آپ نے آٹھ دن پہلے جمعے کے دن فرمایا کہ جمعہ
آئندہ کو ہمارا انتقال ہے نصیر الدین حیدر بادشاہ کا وقت تھا لکھنؤ فرقہ شیعہ سے بھرا ہوا تھا مجتہد صاحب
کو بھی علاقہ قلبی تھا اور علماے اہل سنت کو بھی سماع اور مزامیر اور وحدت وجود کے سبب سے خیالات تھے
یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی دوسرے جمعہ کو ایک عالم امنڈ پڑا اور آپ نے عصر اور مغرب کے درمیان رحلت
فرمائی فقیر کے والد ماجد منشی محمد یحییٰ علی خاں علیہ الرحمۃ والغفران آپ کے مرید مخلصی تھے فقیر نے یہ سب
ان کی زبان سے سنا اور فقیر کے پیر تربیت جنھوں نے محض اپنے کرم سے مجھ سے ناپاک بے حقیقت کو
عزیز فرمایا مظہر انوار احمدی حضرت خادم صفی محمدی ہیں آپ کا بھی یہی مشرب تھا اور فرماتے تھے کہ حضرت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے گاے کا گوشت تناول نہیں فرمایا ہے اور امت پر حلال کر دیا ہے یہاں تک کہ
اوجھڑی تک کھا جاتے ہیں اسی طرح آپ کا دف کے ساتھ چند بار سن لینا ہر قسم کے سماع اور مزامیر کے

حلت کو کافی ہے اور آپ کو سماع کے باب میں اور وحدت وجود کے باب میں نہایت مبالغہ تھا اور فرماتے تھے کہ جس کو فقیر کے مشرب میں شک ہو فقیر کے میدان میں آئے اور فقیر نے کتاب مخزن اولیات آپ کے حالات میں لکھی ہے یہاں سب کمالات سے قطع نظر کر کے ایک بات لکھتا ہوں جس سے عالم ہو یا جاہل مخالف ہو یا موافق کسی قسم کا شک نہ کر سکے رجب کی تیرھویں کو اتوار کے دن صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور سنیچر گزر کر بارھویں تاریخ کے شام کو آپ نے فرمایا تھا کہ صبح کو تماشا دیکھنا اور رات بھر پوچھتے رہے کہ اب کتنی رات ہے جب صبح ہوئی اور آفتاب نکل آیا آپ الٹے پہلو پر لیٹے ہوئے تھے دفعتاً سیدھے ہو کر لیٹ گئے اور سر مبارک سیدھے کاندھے تک پھیر کر لا الہ فرما کر الا اللہ کو قلب شریف پر ضرب فرمایا اور آنکھیں بند کر لیں اور واصل ہو گئے سارا مکان آدمیوں سے بھرا تھا فقیر بھی سامنے حاضر تھا کسی نے ایسا انتقال کم دیکھا ہوگا دیکھنے والوں کو بے تکلف معلوم ہوتا تھا کہ یہ جانا اختیاری ہے مجبوری سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا پھر جب آپ مدفون ہوئے اور چہرہ انور کھولا گیا سنی اور شیعہ ہر مذہب کے اعزا و اقربا اور مریدین اور مخلصین جمع تھے میر عابد علی صاحب اثنا عشری رئیس صفی پوری نے آپ کا روی روشن دیکھ کر پکار کر کہا کہ پاک کمائی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے حضرت مولانا کا حال اور حضرت خادم صفی محمدی کا حال ایسا نہیں ہے کہ جس پر انکی نگاہ پڑی ہے وہ گرفتاران وہم و خیال اور قایلان قیل و قال کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو سکے اور ان کے راہ سے پھر اسکے ؎ عیب رنداں مکن اے زاہد پاکیزہ سرشت ؛ کہ گناہ دگراں بر تو نخواہند نوشت ؛ اور حضرت مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی عالم متبحر صاحب فتوا تھے اور سب مزامیر سنتے تھے انھوں نے تیرہ سو سات ہجری میں وفات فرمائی ہے اور فقیر نے بہت سی تاریخیں ہر قسم کی لکھی ہیں اور حضرت مولانا عبد الوالی علیہ الرحمۃ کے جانشین تھے اور مولانا عبد الوالی صاحب نے فقیر کی بسم اللہ کی تھی اور جب ان کا روضہ تیار ہوا فقیر لکھنؤ میں تھا نواب عبد الباسط خاں صاحب مرحوم مولانا محمد عبد الرزاق صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے فقیر سے تاریخ لکھوائی اور وہ تاریخ ان کے روضہ کے پشت پر کندہ ہے پھر اور تاریخیں مولانا محمد عبد الرزاق کے کہنے سے لکھوائیں اور کھدوائیں اور چونکہ مولانا عبد الوالی علیہ الرحمۃ نے میری بسم اللہ کی تھی مجھ کو اپنی خدمت سے محروم نہ رکھا الحمد للہ علی ذلک خلاصہ یہ کہ یہ گروہ حرام سمجھ کر نہیں سنتے حلال سمجھ کر اور عبادت جان کر سنتے ہیں جس کے نزدیک یہ سب حرام ہوں اور دوسرے گروہ کے روش پر ہو س کو اجتناب واجب ہے آدمی کو ایک طرف ہونا چاہیے

سماع کے موسیقی اور غیر موسیقی ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ کوئی قسم غنا قواعد موسیقی سے الگ نہیں اس وجہ سے کہ جن جن چیزوں پر غنا لفظ بولا جاتا ہے غزل ہو یا قصیدہ یا رباعی ماہیٹہ یا خیال یا دھرپد یا ٹھمری یا دادرہ یا ہولی یہ سب چیزیں راگنی سے اور آواز کے گھٹاؤ بڑھاؤ سے خالی نہیں ہوتیں جس طرح کوئی قسم شعر قواعد عروض سے الگ نہیں اور کوئی قسم کلام قواعد صرف ونحو سے الگ نہیں قواعد موسیقی اور قواعد عروض اور قواعد صرف ونحو پیچھے سے منضبط ہوئے ہیں اور غنا اور شعر اور کلام یہ تینوں پہلے سے عالم میں ہیں اور وہ غنا جو قواعد موسیقی کے ایجاد سے پہلے تھا اب بھی ہے اور ان قواعد سے الگ نہیں اور وہ اشعار جو قواعد عروض کے اختراع سے پہلے تھے اب بھی ہیں اور ان قواعد سے الگ نہیں اور وہ کلام جو قواعد صرف ونحو کے ابداع سے پہلے کیا جاتا تھا اب بھی منقول ہے اور ان قواعد سے الگ نہیں پس غنا بے قواعد موسیقی ونہیں ہوسکتا جیسے شعر بے قواعد عروض نہیں ہوسکتا اور کلام بے قواعد صرف ونحو نہیں ہوسکتا رہی یہ بات کہ کمال کسی علم اور کسی فن کا بے سیکھے ہوئے حاصل نہیں ہوتا کمال غنا بھی بے سیکھے ہوئے نہیں آتا ہر گانے والا مطرب اور گویا نہیں ہوسکتا جیسے ہر شاعر عروضی نہیں ہوتا اور ہر متکلم صرفی ونحوی نہیں ہوتا کمال غنا کو اصل غنا کے وجود سے علاقہ نہیں اور قرآن جو کسی لہجہ میں پڑھا جاتا ہے اگرچہ راگنی اسمیں بھی پائی جاتی ہے اور سمجھنے والا سمجھتا ہے الا وہ گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں ہوتا اور اسکو پورا پورا غنا نہیں کہہ سکتے اور باوجود اسکے چونکہ ایک چیز یعنے راگنی پائی جاتی ہے مجازاً اسپر بھی غنا کا لفظ وارد کیا جاتا ہے نہ حقیقۃً جیسا حدیث صحیح میں ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ ہرگز ہم میں سے نہیں جو شخص قرآن کو غنا کے ساتھ نہ پڑھے یعنے خوش آوازی نہ کرے اور دوسری حدیث میں ہے لِکُلِّ شَیْءٍ حِلْیَۃٌ وَّحِلْیَۃُ الْقُرْاٰنِ حُسْنُ الصَّوْتِ ہر چیز کا ایک زیور ہے اور قرآن کا زیور خوش آوازی ہے اور تیسری حدیث میں ہے وَاُعْطِیْتُ مِزْمَارًا مِّنْ اٰلِ دَاوٗدَ اور دی گئی مجھ کو ایک مزمار آل داؤد کی یعنی نائے اور نائی سے خوش آوازی اور لہجہ مراد ہے اور چوتھی حدیث میں ہے مَا اَذِنَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَّتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ نہیں سنتا اللہ کسی چیز کو جیسا سنتا ہے نبی کی خوش آوازی کو قرآن کے پڑھنے میں اور انھیں وجہوں سے شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے دور مغنی اقسام غنا ہمہ یکیست و راجع بصوت حسن است نعم در قرات

قرآن تفاوتے می کنند کہ در غنای موسیقی تمطیط و تغیر بسیار است و مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر السعادۃ کے آخر میں لکھا ہے در باب قراءۃ قرآن بالحان و تغنی چیزے ثابت نشدہ بلکہ خلاف آں در صحیح وارد است وَھُوَ اَنَّ النَّبِیَّ دَخَلَ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَھُوَ یَقْرَءُ سُوْرَۃَ الْفَتْحِ وَیُرَجِّعُ فِیْھَا قَالَ الرَّاوِیْ وَالتَّرْجِیْعُ آآآ اور وہ یہ ہے کہ ہر آئنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے فتح مکہ کے دن اور وہ سورۂ فتح کو پڑھتے تھے اور ترجیع کرتے تھے اسمیں کہا راوی حدیث نے کہ ترجیع آآآ کو کہتے ہیں اور ان تینوں الف ممدودہ سے آواز کو اونچا نیچا کر کے گھٹا بڑھا کر مخارج مختلف سے نکالنا مراد ہے اور بے اس کے لہجہ ممکن نہیں اور اصطلاح موسیقی میں اسی کو سُر کہتے ہیں

اقسام اشعار کے خوبی کا عقیدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند فرمانے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الشعر کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح شعر کلام ہے جو اس میں اچھا ہے اچھا ہے اور جو برا ہے برا ہے اور جو قرآن شریف میں ہے وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوُوْنَ اور شاعر پیروی کرتے ہیں ان کے گمراہ لوگ یہ شعرائے کفار کے حق میں ہے اور اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کیے یہ وہاں بھی موجود ہے اور خلیل احمد عروضی کی روایت سے شمائل اتقیا میں ہے وَکَانَ الشِّعْرُ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کَلَامِ الْکَثِیْرِ شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام سے زیادہ تر پسند تھا اور غزل یعنے اعضائے معشوق کی صفت کرنا اور اسی کے انکار و اقبال کا ذکر کرنا یا اس کی شوخیوں اور عادتوں کا بیان کرنا یا اس کے ہجر اور وصال کا حال کہنا یہ کچھ ممنوع الشرع نہیں ہے کعب زہیر صحابی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدہ بانت سعاد لکھا ہے اس میں پہلے معشوقہ کی صفت کی ہے گرانی سُرین اور باریکی کمر کا ذکر اور اس کا پیٹھ پھیر لینا بیان کیا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھی ہے اور یہ قصیدہ آپ نے سنا ہے اور پسند فرمایا ہے یہ بات شمائل اتقیا سے لکھی گئی ہے اور کعب زہیر نے کہا تھا ع وَالْعَفْوُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَامُوْلٌ آپ نے اصلاح فرمایا ع وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَامُوْلٌ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشعار کہے ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اَیْنَ مُوْسیٰ اَیْنَ عِیْسیٰ اَیْنَ یَحْییٰ اَیْنَ نُوْحٌ ؛ اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْلِ ؛ یعنے کہاں ہیں موسیٰ کہاں ہیں عیسیٰ کہاں ہیں یحییٰ کہاں ہیں نوح ؛ تو اے صدیق گنہگار توبہ کر خدا کی طرف ؛ علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ طَلَبَ الدُّعَاءَ بِغَیْرِ زُھْدٍ ؛ کَرَامِی اللَّیْلِ یَرْمِیْ بِالذُّبَابِ ؛ یعنے جس نے بے زہد دعا مانگی وہ ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اندھیری رات میں مکھی پر تیر لگائے عائشہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات کے مقابلہ میں فرمایا ہے تَبَدُّ الْحَسُوْدِ تَقَطَّعِیْ تَدَا بَاتَ مَنْ اَھْوٰی مَعِیْ ؛ یَا لَیْلُ طُلْ یَا نَوْمُ زُلْ یَا شَمْسُ قِفْ لَا تَطْلُعِیْ ؛ یعنے کلیجے کٹ گئے حاسدوں کے ہر آئینہ رہا میرے پاس رات کو وہ شخص جس کو میں چاہتا ہے اے رات تو بڑھ جا اے نیند تو ذلیل ہو اے سورج تو ٹھہر جا نکل اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مرثیہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلق میں مشہور ہے جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا ؛ صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا ؛ یعنے گرائی گئیں مجھ پر وہ مصیبتیں کہ اگر وہ دنوں پر گرائی جاتیں تو رات ہو جاتیں اور عمرو ابن شرید سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں سوار تھا آپ نے فرمایا کہ تجھ کو امیہ بن صلت کے شعروں میں سے کچھ یاد ہے میں نے کہا کہ ہاں پھر فرمایا کہ پڑھ میں نے ایک بیت پڑھی پھر فرمایا اور پڑھ میں نے بھی ایک بیت پڑھی پھر فرمایا کہ پڑھ کوئی اور بیت یہاں تک کہ میں نے سو بیتیں پڑھیں یہ حدیث صحیح مسلم سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے امیہ بن صلت کافر تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو اشعار اچھے ہوں ان کا سننا اور انکی رغبت سنت ہے اگرچہ کہنے والا کافر ہو اور فقیہ ابو اللیث کے بستان سے شمائل اتقیا میں ہے کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَالنَّبِیُّ جَالِسٌ بَیْنَھُمْ یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب گاتے تھے یا پڑھتے تھے شعر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں بیٹھے ہوتے تھے اور مضمرات میں بھی ہے شَھَادَۃُ الشَّاعِرِ اِذَا لَمْ یَقْذِفْ فِیْ شِعْرِہٖ مَقْبُوْلَۃٌ لِاَنَّ الشِّعْرَ لَیْسَ بِفِسْقٍ یعنے شاعر کی گواہی مقبول ہے جب تک کہ وہ اپنے کلام میں گالی نہ بکے اس لیے کہ شعر کہنا فسق نہیں ہے اس بیان سے غرض یہ ہے کہ نثر اور نظم دونوں کلام کی قسمیں ہیں اور دونوں یکساں ہیں اور اسی طرح پڑھنا بھی دونوں کا اور یہ خیال یہ سب کلام کی قسمیں ہیں اگر ان میں گالیاں ہوں یا شرک اور کفر کی باتیں ہوں یا وہ باتیں ہوں جو شرع شریف کے خلاف ہیں یا ہجو ہو یا مبالغات شاعرانہ کے سوا

جھوٹی باتیں یا وہ باتیں ہوں جن کی تحمیل اچھی باتوں پر نہ ہو سکے تو ان صورتوں میں نظم اور نثر دونوں برابر ہیں اور گانے کی خصوصیت نہیں یوں بھی یہ سب باتیں ممنوع ہیں اور اگر ایسی چیزیں گائی جائینگی تو گانا فی نفسہ حرام نہیں ہے مگر ان کی وجہ سے حرام ہو جائے گا اور کافر اور مسلمان کی تخصیص نہیں جسکا کلام ایسا ہو برا ہے اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ارباب قال یعنے علما کے اصطلاحات اور ہیں اور ارباب حال یعنے عشاق کے اصطلاحات اور ہیں ع ہر یکے را اصطلاحے دادہ ایم ؛ حضرت جامی قدس سرہ نے کہا ہے ؎ روحی فداک اے صنم البطحی لقب ؛ آشوب ترک شور عجم فتنۂ عرب ؛ میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی نے فرمایا ہے دادرہ مورے آئے کنہیا گھر آج ؛ دیکھ لے گوالن ؛ چھوٹی سی گوالن چھوٹی سی کنہیائی ؛ کیسا بنا ہے یہ ساج ؛ کہت خادم اپنے صفی سون ؛ محمد صاحب سرتاج ؛ بس جو ایسی باتوں پر اعتراض کرے اسکو مقام انس حاصل نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ یعنے بہت سخت میری محبت میں وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے اور ان کا حال یہ ہوگا کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے لڑکے بالے اور اپنا مال سب مجھ پر تصدق کر دیں بس یہ صفت ہر شخص کو نہیں دی جاتی ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ایسے لوگوں کے دل پر محبت کا نشہ غالب ہوتا ہے اور وہ بے اختیاری میں ایسی باتیں کرتے ہیں اور جو لوگ ایسی لوگوں کے محب ہوتے ہیں اور انکی صحبت میں رہتے ہیں وہ بھی انھیں کے ڈھنگ پر ہو جاتے ہیں ؎ ہر سر موے مرا با تو ہزاراں کار ست ؛ ما کجائیم و ملامتگر بیکار کجاست ؛

سماع حلال اور سماع حرام کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ سماع حلال بھی ہے اور حرام بھی ہے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سماع علی الاطلاق حرام نیست و علی الاطلاق حلال نہ بر عوام حرام ست کہ بلہو و لغو شنوند و بر زہاد مباح است و بر اہل تصوف مستحب است و بر عشاق حلال و ہم خدمت خواجہ حسنؒ می فرماید سماع بر چہار قسم است یکے حلال آنکہ شنوندہ را تمام میل بجانب حق بود و بمجاز ہیچ میلے نہ دوم مباح آنکہ صاحب سماع را میل بسوے حق بیشتر و جانب مجاز اندکے سوم مکروہ است آنکہ میلے سوے مجاز بسیار باشد جانب حق اندک چہارم حرام است آنکہ میل او جانب حق ہیچ نباشد و ہمہ میل بسوی مجاز بود مجازی کہ ممنوع

شرع است تا اگر یکے میل بحلال کنیزک خود دارد آں مباح باشد نہ حرام چہ میل در مشروع می کند فاما صاحب سماع باید کہ فرق میان حلال و حرام و مکروہ و مباح کردن بداند ھٰذا امرٌ بینَ السّامعِ والحقّ اور یہ ایک بھید ہے سننے والے کے اور خدا کے درمیان یا حق بات کے درمیان اور اصل یہ ہے کہ سماع فی نفسہ حرام نہیں ہے اور دوجہوں سے حرام ہو جاتا ہے جیسے راگ میں یا شعر میں گالیاں اور بیحیائی کی باتیں ہوں یا وہ باتیں ہوں جن سے خواہش نفسانی پیدا ہو یا گانے والا وہ ہو جس کی طرف میل آئے یا سننے والا خدا سے واسطہ نہ رکھتا ہو اور علیٰ ہذا القیاس۔

شرایط سماع کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اولیاے برحق نے سماع کے لیے تین شرطیں مقرر فرمائی ہیں اخوان زمان مکان اخوان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ارباب طریقت ہوں اور ہمراز اور ہمدرد اور ہمدم ہوں اغیار اور ناآشنا ہوں اور وہ لوگ نہوں جو سماع کو لہو اور لغو سمجھ کر جی لگانے کا مشغلہ جانتے ہیں اور زمان سے وہ اوقات مراد ہیں جن وقتوں میں فرائض اور سنن میں ہرج نہ واقع ہو یا کھانے پینے کا یا سونے کا وقت نہو کہ دل اودھر ہو اور مکان سے وہ جگہ مراد ہے کہ راہ نہو اور اغیار وہاں نہوں یہ شرط اب ممکن نہیں رہی اور اگر اس کا برتاؤ کیا جاوے تو فساد پیدا ہو ایک بار فقیر حضرت مرشد پاک خادم صفی محمدی کے حضور میں حسب الامر ایک کتاب پڑھ رہا تھا اس میں بھی شرطیں لکھی تھیں اور یہ بھی تھا کہ وہاں عورتیں نہوں فقیر کے دل میں آیا کہ یہ شرط نہیں پائی جاتی معاً آپ نے فرمایا کہ متقدمین ان شرطوں کو ادا کر سکتے تھے اب ممکن نہیں اور میں نے پیرو مرشد سے پوچھا تھا کہ یہ باتیں کماحقہ دشوار ہیں پھر کیا کرنا چاہیے فرمایا کہ اگلوں کو سہل تھا ہم کو مشکل ہے پھر ہم کسی شرط کے نہونے سے اپنے پیروں کی روش کو نہ چھوڑیں گے اور جب ہم نے دل کو سب طرف سے الگ کر لیا اور متوجہ الی اللہ ہو گئے سب شرطیں مہیا ہو گئیں

آداب سماع کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ مشایخ رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کے لیے آداب مقرر کیے ہیں سامع کو ان آداب کی رعایت کرنا ضرور چاہیے پہلے میں وہ باتیں لکھتا ہوں جو حضرت مرشد پاک خادم صفی محمدی میں دیکھیں آپ باوضو گانا سنتے تھے اور محفل سماع کی ابتدا و انتہا میں قرآن شریف پڑھا جاتا تھا اور کھانا کھا کر نہیں

سنتے تھے اور کسی شے کے کھانے کا کیا ذکر کیسے ہی پیاس ہو پانی نہیں پیتے تھے اور کسی بات یا کسی کام کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ صاحبزادہ گذر گیا اور آپ کو خبر کی گئی سن کر پھر سماع کی طرف متوجہ ہو گئے جب محفل برخاست ہوئی تب اٹھے اور جنازہ قبرستان میں جا چکا تھا وہاں تشریف لیجا کر شریک ہو گئے اور امیر آئے یا رئیس کسی کی آؤ بھگت نہ فرماتے تھے اور قوالوں کے پاس بیٹھتے تھے اور کیسی ہی گرمی ہو پنکھا نہ ہلایا جاتا تھا اور مسند تکیہ نہ رکھتے تھے اگرچہ بعض مشایخ رکھتے ہیں اور جب تک محفل ختم نہ ہوتی تھی محفل سے باہر نہ جاتے تھے اور ہر صاحب حال کی تعظیم کرتے تھے اور آخر عمر شریف میں امراض کے سبب سے بہت بے طاقت تھے اسپر بھی عشا کے بعد سے قریب فجر تک کھڑے رہتے تھے اور الگ جا کر دم نہ لیتے تھے اور بیٹھتے نہ تھے ایک بار ضعف کے باعث سے سنبھالنے والوں کے سنبھالنے سے نہ سنبھلے اور جن مریدین اور محبین کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑے تھے وہ بھی جھک گئے اور آپ بے اختیارانہ بیٹھ گئے اور معًا فرمایا کہ اٹھاؤ اور پھر کھڑے ہو گئے ایک بار آپکے پائے مبارک کی انگلی پکی ہوئی تھی چلنا مشکل تھا کسی صاحب حال کا پاؤں پڑ گیا خون بہ نکلا اور تمام فرش ٹھکانے ٹھکانے تر ہو گیا اور ختم محفل تک کھڑے رہے اور ہر مرید کی طرف خیال رکھتے تھے جس غزل یا جس ہندی چیز سے اسکے دل کو علاقہ ہوتا جب تک قوال اس کو نہ کہتا اور اسکو حال نہ آتا منتظر رہتے یا خود قوال کو یاد دلواتے اور وہ چیز کہلواتے جب سب کو ذوق اچکتا تب محفل برخاست فرماتے جتنی باتیں اس وقت یاد آئیں لکھیں اب چند باتیں کتاب شمائل اتقیا سے نقل کرتا ہوں رسالہ ترجمہ قشیری چنانچہ در سماع طہارت ظاہر واجب ست طہارت باطن نیز می باید و آں ازالہ خطرہ غیر ست رسالہ بوارق اگرچہ صاحب سماع را وارد نے روے دہد و در خاطر ایثاری بر قوال و اقران بگذرد و در حال بے توقف و تا خیر بے تامل و تا لے بعمل مقرون کند تا موجب حرمان و مستوجب ہجران نہ گردد رسالہ ترجمہ قشیری اگر کسے را وارد وے روے داد و ذوق باقی باشد اگر اصحاب مجلس بر نشیند او ہم موافقت کند تا ملالت بکسے نرسد و اگر نشستہ حرکتے می کند روا باشد آداب دیگر اگر درویشے از سر وجد برخاست اصحاب باید کہ موافقت کنند و ہمہ بخیزند کہ ایں عادت محمودہ است و سنت حسنہ مخالفۃ آں ترک حرمت باشد آداب دیگر اگر یکے را بیتے وصوتے ذوق داد و مکرر می کناند روا باشد و اگر بوجہ طلب تسلیم شود و مکرر نکناند حق تعالیٰ در دل گوینده الہام کند تا او بی تقاضاے آنکس تکرار کند آداب دیگر اگر شیخے با صاحب کشفے بر حالت یکے واقف باشد

کہ وجد و حال او بحق نیست و حرکات با دب بلے نمی کند بظاہر خاموش باشد و بباطن مدد نماید تا او ازاں حال و بے ادبی باز آید رسالہ دیگر آداب دیگر در ابتدا و انتہای سماع قرآن خوانند تا برکت آں قایل سماع مغفور گردند رسالہ کشف المحجوب سامع در خاستن تکلف نکند یعنے بے ارادہ نخیزد و بجہت خاستن از کسے چشم ندارد و اگر مساعدۃ کنند منع ہم نکند و در ابیات امتحان نکند کہ چہ شنیدی و چہ تحمیل کردی کہ در آں پراگندگی خاطر با باشد و برکتے در جمیع نماند خدمت شیخ ما فرمودہ کہ از کسی تحمیل پرسد خود بگوید آداب دیگر اگر قوالے سماعی ناخوش می کنند عیب نگیرد و نگوید کہ صوت دیگر بگو وادرا در میانہ نہ بیند و حوالہ بحق کند و اگر یکے را سماع درگرفت و ترا وقت نیست تنگ نباید آمد نیاز مندی کن تا ترا وقت پیدا شود آداب دیگر در سماع بہ تکیہ نہ نشیند و عیب بریائے نہ رساند ارشاد شیخ زین الدین قدس سرہ اگر صد صوفی در سماع باشد چناں رود کہ دامن او بدامن دیگرے نرسد و حالات دروغ نیارد و برائے نمودن کسی رقص نکند و حالت نیارد ترجمہ قشیری اگر وجد و حال و حرکات او بہوائے نفس باشد بعد سماع بخلوت اورا تنبیہ کنند اگر قبول نکند و اعراض نماید زدہ باشد کہ در جمیع فضیحت شود و بطلان حالت ہائے او ظاہر گردد چہ ہر کہ مردود اولیاء و اہل معنے بود مردود باشد

آثار سماع کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ غنا یعنے اچھی آواز میں جس سے راگ اور راگنی مراد ہے فی نفسہ بیخود کرنے کی تاثیر ضرور ہے آدمی کا کیا ذکر حیوانات بھی مست ہو جاتے ہیں سانپ تونبی کی آواز سے اور اونٹ حدی سے سعدی علیہ الرحمۃ اشتر بشعر عرب در حالتست وطرب ؛ تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری ؛ اور امام غزالی نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہے فلاں شخص فارسی عربی نہیں جانتا پھر فارسی عربی سن کر حال کیوں لیتا ہے اس ابلہ کو اونٹ سے پوچھنا چاہیے کہ تو زباں تازی نہیں جانتا حدی سے کیوں مست ہو جاتا ہے یہ تاثیر غنا عام ہے اور اسمیں حیوان اور انسان برابر ہیں اور جب سماں بندھ جاتا ہے اس وقت درویش اور غیر درویش سب کے دل پر اثر کرتا ہے دوسری تاثیر یہ ہے کہ جب نغمات میں وہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی کی واردات سے متعلق ہوتی ہیں غنا ان کے ساتھ ملکر کام کرتا ہے اور یہ مطابقت کبھی صاف صاف ہوتی ہے اور کبھی تحمیل کے ساتھ تحمیل کے معنے کسی شے کو کسی سے اٹھوانا اور مرادی معنی کسی بات کو کسی طرف

ڈھالنا مثلاً قوال کہے ؎ مدامم مست می دارد نسیم جعد گیسویت ؛ خرابم می کند ہر دم فریب چشم جادویت ؛
اگر محبوب صاحب گیسو ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تحمیل کی حاجت نہیں اور اگر کسی کا علاقہ دل
اپنے مرشد کے ساتھ ہے اور وہ صاحب گیسو نہیں ہے تو تحمیل کر سکتا ہے کہ وہ سلسلہ جو میرے دل کو تیرے
ساتھ متعلق رکھتا ہے اور اس تعلق سے تیری خوشبو میرے دماغ میں سمائی ہے باعث مستی ہے اور یہ باتیں
کبھی پہلے سے دل میں ہوتی ہیں اور کبھی سماع میں سمجھنے سے آجاتی ہیں اور کبھی بے سمجھے اچانک دل میں
آجاتی ہیں اور یہ تاخیر انسان ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اور حیوانات اسمیں شریک نہیں اور اسمیں
دل کا تعلق ضروری ہے اللہ کے ساتھ یا رسول اللہ کے ساتھ یا مرشد کے ساتھ یا کسی کے ساتھ اور جو لوگ
صاحب منزل اور صاحب مقام ہوتے ہیں ان پر سماع میں انوار بھی نازل ہوتے ہیں اور اسرار بھی کھلتے ہیں
اب چند باتیں کتاب شمائل الاتقیا سے لکھتا ہوں **قول شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس**
سرہ سماع بر دو نوع است یکے آنکہ بمجرد سماع بیت وحسن صوت سامع را در جنبش آرد دوم غیر آنکہ
چوں سماع بشنود تحمیل افتد و ایں تحمیل بر شیخ بر حق وغیر آں باشد **رسالہ غریب** چوں در سماع از فہم
و تحمیل فارغ شوند حال روے نماید و ایں حضور باشد و فہم و تحمیل غیب بود **رسالۂ خواجہ ذوالنون**
مصری حق تعالیٰ الحان خوش وحسن صوت اور دلہاے مصفا وجان ہاے مزکی ودیعت نہادہ است تا
بواسطہ آں آلایش بشریت و کدورت انسانیت از بواطن ایشان مضمحل گردد **رسالہ سر اللہ** تلذذ احوال
در سماع مختلف فیہ است بر ونق مقام روح قدسی لذت تواند یافت و ایں حاصل نشود مگر اہل معرفت را کہ جمیع
حیوانات بسماع مائل اند زیرا کہ ہر ایک را بر اندازہ خود روحیست کہ بداں روح زندہ است و آنرا صد ہزار لذت است
رسالہ تمہید بعضے را در سماع حال غالب می آید چنانچہ تمیز نمی ماند و بعضی را با آنکہ حال روید او مغلوب نمی شود ایں
کمال است **ایضاً منہ** در حال سماع و تلاوۃ سہ قسم سعادت نزول می یابد اول از فیض بر عالم جبروت
بعد آں در دل اثر می کند آنرا احوال گویند و آں میان ملک و ملکوت است ازاں بجائے [illegible] ظاہر می شود
آں را آثار گویند از ملک بجوارح می رسد **رسالہ ذوالنون مصری** اَلسَّمَاعُ وَارِدُ حَقٍّ يُزْعِجُ الْقُلُوْبَ
اِلَى الْحَقِّ یعنے سماع وارد حق است کہ دلہا را بسوی حق بر انگیزد **رسالۂ لوائح** وارد ضعیف دیدا منزل انداز د
وارد قوی در وے اندازد **رسالہ حجۃ الاسلام امام غزالی** حق تعالیٰ در دل آدمی اسرار نہادہ است چنانکہ
آتش در دل سنگ چوں حقیقت بدو رسد آتش تیز و سماع تیز چوں زد او ہر دل بی قابل برسد انوار نسبت

ازو بیروں جہد و تواند بود ایں انوار از بسیاری ریاضت حاصل نہ شود کہ سماع مکاشف گردد **فوائد الفواد**
در سماع سعادتے کہ حاصل می شود بر سہ قسم است انوار و احوال و آثار انوار بر ارواح و احوال بر قلوب و آثار
بر جوارح نازل می شود و گریہ و جنبش ظاہر از آثار است **رسالہ شیخ جنید** حق تعالیٰ ذریات بنی آدم را در
روز میثاق خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کرد ہمہ ارواح در لذت سماع مستغرق شد چوں دریں عالم آمدند ہرگاہ کہ
صوت حسن شنوند ارواح ایشاں بیاد آں کلام در اضطراب آیند زیرا چہ در حسن صوت نیز تاثیر آں کلام است
قول محقق حسن صوت بدل چیزے در نیارد و فاما آنچہ در دل است بجنباند و بتحرک آرد درختانے کہ در
بہشت اند از ہر یکے صوتے و لحنے خوش مختلف بروں می آید **ایضاً منہ** ہر عضوی را از سماع حظے و نصیبے
است نصیب چشم گریستن و نصیب زباں خروشیدن و نصیب دست خرق جامہ و نصیب پاے رقص کردن
است **قول ابن عطا** اَلْحَرَکَۃُ فِی السَّمَاعِ عَلٰی ثَلٰثَۃِ مَعَادٍ اَلطَّرَبُ وَالرَّجَاءُ وَالْخَوْفُ در طرب رقص
و دست بر دست زدن از فرحت است و در رجا عبث و اضطراب و فریاد است و در خوف گریہ و طپانچہ
بر روے زدن و جستن **ارشاد حضرت مرشدی خادم صفی محمدی** صاحب سماع بیہوش
نمی شود بیخود می شود و اگر بیہوش گشت لطف نیست بیہوشی چنانست کہ گویا بخواب رفت **ایضاً** ضرب
دہل در سماع بر دل می افتد و مہ الیست کہ آتش دل را تیز تر می کند اسکا مطلب یہ ہے کہ ڈھولک کی تھاپ سے
اللہ اللہ یا ہو اللہ یا حق یا حق یا ایسا ہی اور کچھ صاحب سماع کی سمجھ میں آتا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ یعنے اور کوئی چیز نہیں ہے مگر تسبیح کرتی
ہے حمد الٰہی کے ساتھ الا تم نہیں جانتے ہو کہ تسبیح کرنا اُسکا **قول شیخ اکبر از مدارج** شیخ ابن عربی
گفتہ است کہ تاثیر نغمہ بالذات بر روح حیوانیست کہ حرکت و اضطراب کار اوست و روح انسانی منزہ
است ازاں کہ محل ورود معانی ست و سکون و اضمحلال و توانی صفت اوست اس کے بعد شیخ محدث
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اما اینجا کس را می رسد کہ بگوید گفتم تاثیر نغمہ بالذات بر روح حیوانی باشد اما اگر
بواسطہ جواری و اتصالے کہ میاں روح حیوانی و روح انسانیست حال ایں سرایت باں کند چہ مانع ست
یہ بات مختصر شیخ محدث علیہ الرحمۃ نے نہایت عاقلانہ اور عالمانہ اور منصفانہ اور واقعی اور جامع لکھ دی ہے
کہ بدیہی ہے کہ جب امراض جسمیہ سے روح حیوانی ضعیف ہو جاتی ہے تب روح انسانی میں بھی اُسکا
اثر پیدا ہوتا ہے آدمی کا بولنا کم ہو جاتا ہے اور اچھی ہیچ بات بھی نہیں سمجھتا جیسا مشہور ہے

رائے علیل اور بعض مرضوں میں فقط مدرکہ اور بعض میں فقط ناطقہ اور بعض میں دونوں باقی نہیں رہتیں اور بعض میں دونوں باقی ہوتی ہیں الانقصان کے ساتھ اب فقیر ان دونوں قولوں کی تطبیق اور تشریح کرتا ہے جاننا چاہیے کہ حرکت کرنا یعنے اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا روح حیوانی کا کام ہے اور یہ سب حیوانات میں ہے اور روح انسانی جس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں محل ورود معانی ہے یعنے عقل اور ادراک اور نطق اس کی شان ہے اور عقل اور ادراک کے ساتھ سکون ضروری ہے اگرچہ کسی شے کا اثر بھی اس پر ہو مثلاً رنج کا یا خوشی کا البتہ جس وقت جس شے کا اثر اسپر ہوتا ہے اس وقت اسکے سوا اور کسی بات کی طرف التفات نہیں کرتی اور جب یہ سکون کو بالکل چھوڑ دیتی ہے اور اپنی جگہ سے حرکت کرتی ہے تو انسان سوجاتا ہے یا بیہوش ہوجاتا ہے یا جب مرجاتا ہے تب حیوانی اور انسانی دونوں قائم نہیں رہتیں اور یہ سب باتیں بدیہی ہیں اور فقیر کی سمجھ میں روح انسانی کے بہت تغیرات روح حیوانی کی وجہ سے ہیں اور وہ ایک لطیفہ ملکوتی ہے پس شیخ اکبر کے قول کا مطلب یہ ہے کہ پورا پورا تغیر جیسا روح حیوانی میں پیدا ہوتا ہے کہ سب کی نظر میں آجاتا ہے ایسا روح انسانی میں نہیں ہوتا اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے نزدیک روح حیوانی مثل مرکب ہے اور روح انسانی مثل راکب اور ممکن نہیں کہ مرکب ہلے اور راکب نہ ہلے لامحالہ شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ کا قول اصح ہے اور عند التامل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول بھی حق ہے کہ راکب کی جنبش ذاتی اور ہے اور مرکب کی جنبش سے اسکا جنبش کرنا اور ہے اب غور کرکے سمجھنا چاہیے کہ شیخ اکبر نے اس بات کی نفی نہیں کی کہ روح انسانی نغمات کو سمجھتے نہیں یا اس سے لذت نہیں پاتے بلکہ ان کے قول سے خاص یہی بات ثابت ہے کہ اسپر ورود معانی ہوتا ہے اور اگر سکون نہو تو اُن معانی کو ادراک کیونکر کرے پس وہ معانی کو ادراک کرتی ہے اور باوجود استلذاذ ساکن رہتی ہے اور تحمیل اسی بات کا نام ہے اور اسی کی لذت اسی کے ساتھ مخصوص ہے اور جس وقت یہ اس لذت کو حاصل کرتی ہے اس وقت روح حیوانی ان فیوض کی تاب نہیں لاتی اور متحمل نہیں ہوتی اور سکون میں اس کا اتباع نہیں کرتی جیسا اور وقتوں میں کرتی ہے اور خود اسکی بیخودی بھی بدیہی طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ روح حیوانی کے روکنے پر قادر نہیں ہوتی جیسا اور وقتوں میں ہوتی ہے اور میرے مرشد پاک کے فرمان سے بھی یہی بات پیدا ہوتی ہے کہ جب روح انسانی غافل ہوگئی لذت کون حاصل کرے اور اولیائے متقدمین کے ارشادات اور حضرت محبوب الٰہی کا ارشاد سب اوپر لکھ چکا ہوں انکے تطبیق سے یہی بات نکلتی ہے اور

شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بالعموم ہے یعنے وہ حالت جو عام طور سے دیکھی جاتی ہے اور مجھی جاتی ہے اور اگر بالخصوص خیال کیا جائے تو بہت مردان خدا نے سماع میں انتقال کیا ہے اور انکی روح حیوانی اور انسانی دونوں نے وہ جنبش کی کہ قالب کو چھوڑ دیا خواجہ عماد کاشانی حضرت قطب الدین بختیار کاکی مخدوم نظام الدین میں مخدوم الہدیہ خیرآبادی حضرت مخدوم شاہ صفی کے پوتے اور اسی طرح لطائف اشرفی میں اوراو کتابوں میں چند اولیا مذکور ہیں اب میں شیخ اکبر قدس سرہ کے ارشاد کو اور شیخ محدث کے جواب کو اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت محبوب الٰہی اور اولیا کے ارشادات کو تطبیق دے کر اپنی سمجھ کے موافق اس مثال سے واضح کرتا ہوں جب پانی کا طشت قریب سایہ آفتاب کے مقابل ہوتا ہے تو ہوا کی تحریک سے آفتاب ہلتا ہوا نظر آتا ہے اور اس کا عکس بھی ہلتا ہے اسی طرح روح انسانی آفتاب ہے اور روح حیوانی جس کا منبع قلب ہے ظرف کے مثل اور قلب کا رقیق ہونا پانی کے مثل ہے اور عشق ہوا کے مثل ہے اور خود عشق کا نام ہوا بھی ہے پس جیسے ہوا کی تحریک سے آفتاب کا ہلنا پانی میں نظر آتا ہے اور اسکا عکس بھی ہلتا ہے اسی طرح عشق کے ہلانے سے قلب ہلتا ہے اور اسکی حرکت اعضا میں اثر کرتی ہے اور فی الواقع آفتاب ہو یا روح انسانی دونوں کو جنبش نہیں ہوتی اسکے بعد ایک اور بات لکھتا ہوں جس سے یہ سب مطالب بہت اچھی طرح سمجھ میں آجائیں جب یہ ثابت ہے کہ حرکت کرنا روح حیوانی کا کام ہے پھر ہاتھ سے کسی شے کا لینا اور پاؤں سے چلنا یہ بھی اسی کا کام ہے اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے چیز کو لیتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے اور وہ کسی حال میں بے میرے نہیں ہوتا اور جب روح حیوانی نے یہ صفت پیدا کی پھر سمجھنا چاہئے کہ انسانی ہو یا حیوانی جب اللہ جل شانہ کرم فرماتا ہے دونوں کا حال کچھ اور ہی ہو جاتا ہے اور تاثیر سماع اس پر ہو یا اس پر یا دونوں پر ہر طرح سے رحمت ہے اور فقیر نے حضرت مرشد پاک کے فیض روحانی سے یہ دونوں باتیں لکھیں اور شیخ اکبر کے قول کو ذم یا ذم اہل سماع سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ ایک بات حکمت آمیز خاصیت سماع کے ذکر میں فرمائی ہے جیسا حضرت محبوب الٰہی کے ارشاد میں گذر چکا کہ آثار بر جوارح جو شخص ان کے طرز بیان سے کچھ اور سمجھے گا دراصل مدعا نہ سمجھے گا اور وہ بیخودی جو روح انسانی کو ہوتی ہے یعنے وہ حالت جو ورود معانی کے ادراک سے صاحب سماع کو غافل کرتی ہے کالبرق خاطف لحظہ لحظہ آتی جاتی ہے جبتک انسان تمیز نہ کرے نہیں جان سکتا حضرت جنید نے فرمایا ہے الاحوال کالبروق فان بقی فحدیث النفس یعنے حال بجلی کے مثل

ہوتا ہے اور اگر ٹھہرے تو حدیث نفس ہے حدیث نفس جی کا اپنی ذات سے آپ بات کرنا اور یہ بات اسوقت سمجھ میں نہیں آتی پیچھے سے سمجھ میں آتی ہے اور اسکا اثر روح حیوانی کو برابر متحرک رکھتا ہے اور یہی بیخودی اپنی صفت کے ساتھ اگر بڑھ جاوے تو بیہوشی پیدا ہو جاوے اور حد سے زیادہ بڑھ جائے تو موت آجائے فتامل فافہم

وجد اور حال اور رقص کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ سماع میں جو حال پیدا ہوتا ہے وہ ثمرہ محبت ہی خواہ محبت وہبی ہو خواہ محبت کسبی جیسا محبت کے ذکر میں گذر چکا یا ثمرہ القا ہوتا ہے یعنے کوئی مرشد کامل اپنے مرید کی طرف یا کسی اور کی طرف توجہ کرے اور شاذ یہ بھی ہے کہ کسی کی خلقت میں صلاحیت ہو اور وہ فقرا کی محفل میں آجاے اور گرمی ہنگامہ اسپر بھی اثر کر جائے اور آدمی ایسی صورتوں میں بیتاب ہو کر روتا ہے یا ہنستا ہے یا کودتا ہے یا لوٹتا ہے یا منہ سے کچھ کہنے لگتا ہے یا ناچتا ہے اور جو واقف ہوتا ہے یا مناسبت طبع رکھتا ہو وہ ڈھولک کی تھاپ پر پانوں مارتا ہے اور حرکات غیر منضبط کرتا ہے جو اس حال سے پہلے اور پیچھے اس سے ممکن نہیں اور جب تک اللہ یا رسول یا مرشد یا کسی اور کے ساتھ علاقہ دلی نہ رکھتا ہو نہیں کر سکتا اور اس حال کو توجد اور وجد کہتے ہیں وجد وہ ہے کہ انسان ارادہ نہ کرے اور سماع کے سنتے ہی اسکا تعلق قلبی خود بخود اسکو بیتاب کر دے یہ وہب ہے اور اسکو ہاجم کہتے ہیں اور تواجد وہ ہے کہ انسان مرشد کی طرف یا اللہ یا رسولؐ کی طرف دل کو متوجہ کرے اور ارادہ کرے کہ ذوق پیدا ہو اور جو بات تھوڑی سی دل میں پیدا ہو اس کو بڑھالے کہ پوری پوری لذت پائے اور وجد کی صفت پیدا ہو جائے یہ کسب ہے اور اس کو غیر ہاجم کہتے ہیں اور میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی کا فرمان ہے ؏ جھٹ مٹ ناچے سچا ہووے :: سچ سچ ناچے ہرلا کووے :: اسکا مطلب یہ ہے کہ تواجد سے وجد پیدا ہوتا ہے اور جو شخص پہلے ہی سے وجد کی صفت رکھتا ہو کم ہوتا ہے اور یہ صفت اسمیں ہوتی ہے جو سمجھا بوجھا اور عارف ہوتا ہو اب چند باتیں کتاب شمائل اتقیا سے نقل کرتا ہوں ترجمہ رسالہ قشیری تواجد طلب کردن وجد است باختیار خود و آں کمال نباشد و قومی کہ پیوستہ مترصد یافت وجد باشند در حق ایشاں این حدیث است فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا یعنے اگر شمارا گریہ نمی آید خود را بگریہ کردن مانند کنید منہ وجد از لطائف حق ست و تواجد از وظائف بندہ فاما وجود آنست کہ بعد ترقی وجد روے دہد تواجد بدایت ست و وجود نہایت و وجد واسطہ میان ہر دو یافت آنگاہ است

کہ غائب شوند از یافت خود با نچہ پیدا می آید بر آدمی از حاضری او **قول شیخ ابو علی دقاق** تواجد
مثال آب ست و وجد بر مثال غرق شدن و وجود ہلاک شدن ست در آب **رسالہ سر اللہ** یعنے وجد
یافتن ست یعنے حالتے یافتہ شود کہ پیش ازیں نبودہ باشد و وجد کہ بہ تکلف بود نفاق باشد مگر آں کہ بہ تکلف
بود نفاق باشد مگر آنکہ بہ تکلف کردن اثرے از وجد پیدا آید و ایں واقع ست کہ از تکلف وجد رو می نماید
چنانچہ در خبر ست کہ بخواندن و شنیدن قرآن باید کہ گریہ و زاری کنند و اگر گریہ نیاید بہ تکلف گریہ آرند یعنے
اسباب حزن بہ تکلیف در دل گذرانند کہ آں را اثر ہاست قال علیہ السّلام اَبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا و تواجدا ہم
بریں حدیث درست ست **رسالہ غریب الوجد** اظہار الحال و احوال الباطن مختلفہ یکے را فرق و یکے
را امید وصال و یکے را خوف و یکے را رجا چوں حال بر سر غلبہ کند بر وفق حال حرکتے پدید آید تواجد تکلف
بود در اتیاں بوجد انچہ در ظاہر پدید آید وجد است و انچہ در باطن پیدا آید حال است چوں حال درست شد وجد
بر حال دلیل کند وجدے کہ از صحت حال نبود از بت پرستی صعب تر است **روایت عمدۃ الفقہ** الرقص مباح
عند بعض العلماء چوں نزدیک بعضے علماء مباح باشد در مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پس ہر کہ مطلقاً حرام گوید
صاحب مذہب را بہ فسق نسبت کردہ باشد قال علیہ السلام اختلاف امتی رحمۃ **روایت ذخیرۃ الفقہ** سماع الغناء
والرقص وسماع الدف وان کان فیہ جلاجل لیس بحرام **رسالہ حجۃ الاسلام امام غزالی** حضرت رسالت
صلے اللہ علیہ وسلم امیر المومنین علی را فرمودہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ و نیز زید رضی اللہ عنہ را گفت اِنَّکَ اَخُوْنَا و
مَوْلَانَا و جعفر رضی اللہ عنہ را گفت اَشْبَہْتَ بِخَلْقِیْ وَخُلُقِیْ ہر سہ ازیں شادی حجل کردند و یعنے حجل رقص
است چند بار پاے بر زمین زدند چنانچہ عادت عرب باشد و مہتر داؤد علیہ السلام تابوت سکینہ را رقص کناں
استقبال کرد اور حبشیوں کا ناچنا اور محمد عبد صالح کہنا اور گانا اور دف بجانا حضرت امام حنبل کی حدیث
میں اوپر گذر چکا ہے اور حضرت امام غزالی نے کیمیاے سعادت میں بھی بہت کچھ لکھا ہے **رسالہ**
غوث الاعظم رَاَیْتُ الْاَرْوَاحَ کُلَّھَا یَرْقُصُوْنَ فِیْ اَقْوَالِھِمْ بَعْدَ قَوْلِہٖ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ
یعنے دیکھا میں نے سب روحوں کو رقص کرتے ہوے اپنے اپنے قول میں بعد قول حق تعالے کے جو
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ہے قیامت تک اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے ستر ہزار فرشتوں کا عرش کے سامنے
ناچنا اور مناجات کرنا لکھا ہے اور حضرت آدم جب زمین پر آئے تب ان فرشتوں کی جدائی سے
آپ کا محزون ہونا لکھا ہے اور اسکے بعد لکھا ہے کہ رقص فرشتوں کا فعل ہی اور فرشتوں کے فعل سے انکار نہ چاہیے

اصل حال اور نقل حال کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص اپنے مرشد کی محبت سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے یا اللہ جل شانہ کی محبت سے تواجد اور وجد کرتا ہے اس کا حال حق اور صحیح ہے اور جسکو اسکے سوا کسی اور وجہ سے بے اختیاری پیدا ہو اسکو حقانیت سے علاقہ نہیں اور جسکو کسی سے کچھ علاقہ نہو اور تواجد کرے وہ یا مکار اور نقال اور منافق ہے یا مجنون ہے مگر ہمارے مرشدان طریقت کا مذہب یہ ہے کہ اگر محفل سماع میں کوئی مکاری اور نقالی کرے تو اسکے ساتھ بھی موافقت کرنا چاہیے جیسا حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کے حالات میں مذکور ہے کہ ایک حجام شراب پیے ہوے حال کی نقل کرتا ہوا آپ کے حضور میں آیا آپ اٹھ کر کھڑے ہوے لوگوں نے آپ کو اس کے حال سے آگاہ کیا فرمایا کہ ہمارے پیروں کی نقل کرتا ہے ہم کو ادب کرنا چاہیے ؀

مرشدان طریقت کے القا اور توجہ کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جس طرح انسان محبت وہبی یا کسبی رکھتا ہو اور ریاضت اور مجاہدہ کرتا ہو اور اسکے اثر سے حال پیدا ہو اسی طرح مرشد کامل کی نظر اور توجہ قلبی سے اسکی محبت اور اللہ رسول کی محبت دل پر غلبہ کرتی ہے اور انوار اور اسرار بھی کھلتے ہیں بلکہ القا ریاضت سے بڑھ کر کام کرتا ہے ؎ یک زمانہ صحبتے با اولیا ؀ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ؀ تا نیفتد بر تو مردے را نظر ؀ از وجود خویش کے یابی خبر ؀ اور یہ بات سماع میں بھی واقع ہوتی ہے اور بے سماع اور وقتوں میں بھی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے جادوگر اور جوگی اپنے تصرفات سے آدمی کو بیہوش کر دیتے ہیں اولیا کی نظر بھی ایسا ہی کرتی ہے اللہ ان پر رحم کرے اس سے تو اللہ اور رسول کی محبت دل پر غلبہ کرتی ہے اور گناہوں کی وحشت اور ندامت اور ترک دنیا کی رغبت اور علی ہذا القیاس اچھی باتوں کی نسبت دل میں آتی ہے ؎ یارب آں زاہد خود بین کہ بجز عیب ندید ؀ دود آہیش در آئینہ ادراک انداز ؀ یہ باتیں جادوگروں اور جوگیوں کے تصرفات سے کہاں پیدا ہوتی ہیں یہ وہی بات ہے کہ منکروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہا جادوگروں کے اعمال کو اولیا کی کرامات سے کیا نسبت شاید ان خیال پرستوں نے مولانا کا ارشاد نہیں سنا ؎ ہر دو گوں آہو گیا خوردند آب ؀ زاں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب ؀ اور اگر سنا ہے تو سمجھے نہیں اور اگر سمجھے ہیں تو نفس پرستی اور حق پوشی کرتے ہیں اور بالفعل مسمریزم کا بہت چرچا

ہے اس سے ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور مسمریزم والے مسلمانوں کا ایمان بھی یہی ہے چنانچہ ایک جنتری میرے پاس آئی ہے اسمیں لکھا ہے کہ جس بات کے لیے مرید لوگ برسوں پیروں کی خدمت کرتے ہیں وہ بات مسمریزم سے چند روز میں پیدا ہوتی ہے اور عجب ہے کہ اس بات کا لکھنے والا مسلمان ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؛ اور بعضے کم ہیں اس بات کو فی حد ذاتہٖ تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور تحقیر سے کہتے ہیں کہ فلاں کسب اور فلاں شغل اسلیے ہے کہ دوسرے کو نظر سے گرادیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ نسبت لازمی یعنے ذاتی کا پیدا ہونا مشکل ہے ، نسبت متعدی تو بہت بڑی قدرت ہی منہ سے کہہ دینا اور بات ہے اور ریاضت کرنا اور بات ہے جبتک انسان برسوں محنت نہیں کرتا اور کھانا اور پینا اور سونا اور لا یعنے باتیں نہیں چھوڑتا اور دل کو ایک طرف نہیں رکھتا اور حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتا یہ صفت نہیں پیدا ہوتی ہے ؎ مردان زجد و جہد بجائے رسیدہ اند ؛ تو بیخبر کجا رسی از نفس پروری ؛ باقی رہے مکار اور منافق یہ لوگ انبیا کے وقت میں بھی ہوتے رہے اولیا کی صحبت میں ہوتے ہیں لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ مخلصین کیلئے ہے ان کے لیے نہیں

محبان مشائخ اور مریدان مشائخ کے سماع کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ مریدان مشائخ اور محبان مشائخ پر بھی سماع مباح ہے شمائل اتقیا میں ہے رسالۂ شیخ جمال الدین طوسی سماع مراہل معرفت را واجب است و مریداں را مستحب محبان مشائخ را مباح قال علیہ السلام مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَھُمْ جو کسی قوم سے دوستی رکھتا ہے اسی قوم کے ساتھ حشر کیا جائے گا رسالۂ کشف المحجوب سماع تائب را ندامت بر معاصی گذشتہ باشد و حسرت بر طاعت آیندہ بود و محب را انقطاع علایق کند و مشاق را مایہ شوق رویت باشد و تمثیل این با آفتاب ست کہ بر ہمہ تابد یکی را بسوزد و یکی را افروزد و یکی را گداز د و رسالۂ حجۃ الاسلام امام غزالی اگر مرید عامی در مجلس شیخ باشد او را نیز سماع مباح ست کہ بشنود قال علیہ السلام ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم یعنے مشائخ بر حق قومی اند کہ ہمنشین ایشان بدبخت نشود

تلوین اور تمکین کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو حال سماع میں پیدا ہوتا ہے اسکو سماع کے ساتھ خصوصیت نہیں بلکہ اور اوقات

میں بھی ہوتا ہے کبھی بے سبب کبھی کسی سبب سے مثلاً کسی اچھی بات کے سننے سے یا کسی اچھی چیز یا اچھی صورت کے دیکھنے سے یا قرآن مجید کے سننے سے اور سماع بھی ایک سبب ہے اور محرک ہے جس کو اور اوقات میں کوئی حال نہ پیدا ہو اسکا حال مستقل اور معتبر نہیں ہے ؎ نہ بم داند آشفتہ ساماں نہ زیر ٭ بآواز مرغے بنالد فقیر ؛ جس کے دل کو مرشد اور اللہ اور رسول کے محبت سے کبھی کبھی حال پیدا ہوتا ہے اور اکثر اوقات نہیں ہوتا وہ صاحب تلوین ہے اور جو ہر وقت یا اکثر اوقات مستغرق ہے وہ صاحب تمکین ہے اور انھیں دونوں کو ابن الحال اور ابو الحال بھی کہتے ہیں ابن الحال کے دل پر جبتک کوئی واردات نہ آوے بیخود نہیں ہو سکتا اور ابو الحال ہر وقت یا اکثر اوقات صاحب واردات ہوتا ہے اسکو ذرا سی تحریک کافی ہوتی ہے اور ابن الوقت اور ابو الوقت بھی انھیں کو کہتے ہیں صاحب تلوین مغلوب اور مضطرب ہو جاتا ہے اور اسکا حال زائل ہو جاتا ہے اور اُسکا اثر اس کے دل پر نہیں رہتا اور صاحب تمکین مغلوب نہیں ہوتا اور اسکا حال اختیاری ہو جاتا ہے کہ جب چاہے ظاہر کرے اور جب نہ چاہے نہ ظاہر کرے ضابط رہے اور اسکے دل پر اسکا اثر بنا رہتا ہے اور کسی وقت زائل نہیں ہوتا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حال کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے قرآن مجید سن کر روتے تھے حضرت صدیق نے فرمایا کُنَّا کَمَا کُنْتُمْ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُنَا ہم بھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو پھر ہمارے دل سخت ہو گئے اس سختی سے یہ مراد نہیں کہ ہمارے دل سے قرآن کا ذوق جاتا رہا یا اسکے سننے کا شوق نہ رہا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ بلکہ یہ مراد ہے کہ ہمارا دل ہر وقت ذوق شوق سے بھرا ہوا ہے اور ہم نے برداشت کی قوت پیدا کی اب سمجھنا چاہیے کہ آدمی اگرچہ عارف واصل ہو جائے مگر ہر وقت برابر ایک حال میں نہیں رہ سکتا اور ممکن نہیں کہ کچھ فرق نہ ہو حدیث شریف میں ہے اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ ہر آئینہ میرے دل پر پردہ ڈالا جاتا ہے غین دل کے پردے کو کہتے ہیں اولیا نے اس غین کی حقیقت اپنی اپنی سمجھ کے موافق بیان کی ہے امام اصمعی محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غین عین ہے میں اسمیں کلام نہیں کر سکتا اور حق فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال جو غین کی حالت میں ہے وہ کسی غوث اور قطب کو عین کی حالت میں نہیں ہو سکتا فقیر اسکی توجیہات اور تشریحات سے الگ ہو کر اپنا مطلب بیان کرتا ہے کہ کسی طرح سے ہو اور کچھ بھی ہو اور سمجھ میں آئے یا نہ آئے الا حدیث پاک سے غین کا ہونا ضرور ثابت ہے اور آپکے ارشاد پر ایمان ہے اور غین اگرچہ مطلق فرق نہ پیدا کرے اور دوام وصال میں خلل نہ ڈالے لیکن کمی بیشی ضرور ثابت کرتا ہے پھر دوسرے کیونکر برابر ایک حالت میں

رہ سکتا ہے اور اسی کے مطابق دوسری حدیث میں ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ یعنے میرے اور اللہ کے درمیان ایک وقت ہے اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے وقتے بجبرئیل ومیکائیل نپرداختے ووقتے بحفصہ وزینب درساختے پس سماع کی تحریک سے صاحب تمکین کا یہ فرق دفع ہوتا ہے اور ترقی ذوق اسکو بھی متحرک کرتی ہے اور اس بات سے تمکین میں کوئی نقصان نہیں آتا بلکہ زیادتی ہوتی ہے اور اسکے سوا حق تعالیٰ کی تجلیات ذاتی اور صفاتی ابد الآباد تک منتہے نہیں مولانا مغربی فرماتے ہیں ؎ یار ما ہر ساعتے آید بازار دگر ؛ تاشود حسن وجمالش را خریدار دگر ؛ کسوت دیگر بپوشد جلوہ دیگر دہد ؛ مظہرے دیگر نماید بہر اظہار دگر ؛ از زبان جملہ ذرات عالم مغربی ؛ می کند بر چہرہ ویش ہر دم اقرار دگر ؛ لا محالہ عارف عاشق کا عشق بھی منتہی نہیں اور اضطراب عشق کا خاصہ ہے اگرچہ آدمی صاحب تمکین ہو فخر الدین عراقی فرماتے ہیں ؎ غرق آبیم وآب می جوئیم ؛ باوصالیم وبےخبر زوصال ؛ گنج در آستین ومیگردیم ؛ گرد ہر کوی بہر یک مثقال ؛ مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست ؛ ہرچہ بروی میرسی بروے مایست ؛ اور حضرت صدیق کا تہجد کے وقت مراقبہ کرنا اور آہیں کھینچنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کا جوش کرنا روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور آپ کا غلبہ حال کے وقت حضرت عائشہ سے کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا فرمانا حضرت حسام الحق مانکپوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے خلاصہ یہ کہ صاحب تمکین کا حال صاحب تلوین کے حال سے بہت قوی تر ہوتا ہے اور متعدی ہوتا ہے کہ اوروں میں وہی حال پیدا کر سکتا ہے اور صاحب تلوین کا حال لازمی ہوتا ہے یعنی اسکا اثر اسکی ذات میں ہوتا ہے دوسرے کو نہیں پہونچا سکتا اور اگر کہا جائے کہ عارف واصل کو نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے اطمینان نفس میں حرکت کیسی اور اضطراب کیسا تو وہی دونوں باتیں جو اوپر گذر چکی ہیں جواب میں کافی ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی نہیں اور اللہ جل شانہ کی تجلیات منتہے نہیں اور عارف کا عشق منتہی نہیں اسپر اتنا اور اضافہ کرتا ہوں کہ عشق وہ شے ہے جسکا ظہور ذات سے ہوا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ یعنے تھا میں ایک خزانہ چھپا ہوا پھر چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں ؎ بہر جاہست حسن اینش تقاضاست ؛ نخستین جنبش از حسن ازل خاست ؛ پھر حرکات عشقیہ سے اطمینان اور معرفت کی زیادتی ہوگی جیسا کشف المحجوب اور رسالہ شمسیہ کی عبارت سے ظاہر ہے جو شخص ہر صاحب حال کو صاحب تلوین سمجھتا ہے اگر وہ فقیر ہے تو جامد الطبع اور صاحب مشیخت ہے اور ذوق سے خالی ہے نہ صاحب تلوین ہے نہ صاحب تمکین

سلہ بات کرو مجھ سے اے حمیرا یعنی گوری

اور اگر اہل دنیا ہے تو ناواقف ہے اور فقیر نے حضرت مرشد برحق فتح علی شاہ اور حضرت مرشد پاک خادم صفی محمدی کو آخر عمر شریف تک صاحب حال دیکھا اور حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن کو پچاسی برس کی عمر تک والد مغفور کی زبان سے سنا اور قبلہ و کعبہ محمد حفیظ اللہ شاہ کو اسی برس کی عمر تک دیکھا اور حضرت داؤد طائی کی پشت مبارک کا جھک جانے کے بعد حال میں سیدھا ہو جانا اور حضرت محبوب الٰہی کا رقص کرنا اور حضرت خواجہ پاک قطب الدین بختیار کاکی کا تڑپ تڑپ کر انتقال فرمانا اور علی ہذا القیاس بہت اولیا کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں اگر یہ لوگ صاحب تمکین نہ تھے تو اب کوئی صاحب تمکین نہیں اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ فقیر تلوین یا تمکین رکھتا ہے یہ صفتیں ارباب ریاضت اور اہل سکونت میں ہوتی ہیں مجھ کو اس سے بہرہ نہیں فقیر کا ولولہ اسی قدر ہے کہ جب حضرت مرشد پاک کی صورت سامنا کرتی ہے اور نگاہ کرم یاد آتی ہے بیتاب ہو جاتا ہوں ؎ چشم مستش بغمزہ جادو ٭ میزند تیر بر نشانہ ہنوز ٭ **کشف المحجوب** حال وارد ے بود بر وقت کر مراد را مزین کند چنانچہ روح مر جسد را و وقت آں بود کہ بندہ بداں از ماضی و مستقبل فارغ باشد و چوں وارد الٰہی بدل رسد گذشتہ و آیندہ بیاد نیاید واگر باندیشہ وی و فرد امشغول گردد از وقت محجوب ماند و حجاب پراگندگی آرد پس لا محالہ قیام وقت بحال باشد و قیام حال بوقت ہر گاہ صاحب وقت صاحب حال شود تغیر ازو منقطع گردد وقت را بے حال زوال روا باشد چوں حال بیوقت بپیوست جملہ روزگارش وقت گردد و زوال روا نبود در رسالہ قشیریہ التمکین ترفع التلوین تمکین عبارت است از اقامت محققان در محال کمال و درجہ اعلیٰ و قرارگاہ منتہیان ست و در بیشگاہ و تلوین درجہ مبتدیان ست از منازل راہ حضرت موسیٰ علیہ السلام متلون بود تجلی بر طور شد و از بیہوش گشت و حبیب اللہ علی مرقدہ افضل الصلوٰۃ متمکن بود از مکہ تا قاب قوسین در تجلی رفتہ بود و از حال برنگشت و مراد از تمکین آں نیست کہ بندہ متغیر نشود بسبب آنکہ بشریت باقیست تغیر پذیرد ولیکن مراد از تمکین آنست کہ آنچہ بر آدا از حقیقت منکشف شود ہرگز پوشیدہ نگردد بلکہ زیادہ شود و تلوین برعکس اینست یعنی تغیر پذیرد اگر چیزے کشف شود پوشیدہ گردد۔

محفل سماع کی حقیقت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہارون کو جمع کر کے بطریق تقلید سماع نہیں سنا جیسا شیخ محدث نے لکھا ہے اور خود ہی جواب بھی لکھا ہے کہ آپ کا مقام ارفع اور اعلیٰ ہے اور اولیاے امت مشارب مختلف رکھتے ہیں اور ہر ایک کی طرح عشق اور محبت میں اور ذوق اور شوق میں اور زہد اور ورع میں اور ہے اور

یہ جواب کافی ہے الا میں اسقدر اضافہ کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ شانیں رکھتے تھے شان نبوۃ اور شان ولایت شان نبوت مقتضے نہ تھی کہ آپ صحبت سماع منعقد کریں اور امور نبوت اور اسکے انتظامات خلفاے اربعہ کے وقت تک ختم نہ تھے وہ ولایت پر مقدم تھے اسی سے خلفاے ثلثہ رضی اللہ عنہم نے ولایت کو نہیں پھیلایا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ بھی آخر عہد خلافت میں ادھر متوجہ ہوئے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سننا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا سننا ثابت ہی پھر مسنون ہونے میں کوئی شک نہیں اور فعل مسنون عبادت ضرور ہی اب رہا صحبت منعقد کرنا یہ سنت مشایخ اور سنت خواجگان چشت ہے اور جب اس صحبت کے جمع کرنیوالے ایسے ایسے ہیں جیسے حضرت جنید اور حضرت داود طائی اور حضرت ابو اسحاق شامی چشتی اور حضرت ابو یوسف چشتی اور حضرت ابو احمد چشتی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی اور علی ہذا القیاس اور اولیاے متقدمین اور متاخرین جن کے حالات اور زہد اور تقوی اور ہر قسم کی کرامتیں ضرب المثل ہیں اور جب ایک ایسا گروہ امت اس طرف ہے پھر یہ صحبت بیشک اور بے شبہہ ان حدیثوں کی مصداق علیہ ہی کہ مَا رَآہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَناً فَهُوَ حَسَنٌ یعنے جس بات کو مومنوں نے نیک جانا پھر وہ بات نیک ہی اور مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا یعنی جسنے نیک بات کی طرح نکالی پھر اسکو اسکا عوض ملیگا اور جو اسپر عمل کریگا اسکا ثواب بھی اسکو ملیگا اور یہ وہ اجر ہی جو نقد ہی نسیہ نہیں ہی اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ يَدِيْ جو لوگ اولیا کی جناب میں گستاخی کرتے ہیں اور آوارہ لوگوں کو دیکھ کر وہ باتیں کرتے ہیں جن سے اولیا اور افعال اولیا کی اہانت پیدا ہوتی ہی اچھا نہیں کرتے ؎ اولیاء اللہ و اللہ اولیاء ٭ ہیچ فرقے درمیاں نبود روا ٭ اور فقیر نے جتنی باتیں اس کتاب میں لکھی ہیں خاصکر عقاید سماع میں سب اولیا کے متعلق لکھی ہیں یا انکے ان مریدین اور طالبین اور محبین اور مخلصین کی نسبت جو انکی راہ پر چلنا چاہتے ہیں اور حتی الامکان جہد کرتے ہیں اگرچہ ٹھیک ٹھیک چلنے پر قادر نہوں اور جو لوگ یہ صفت نہیں رکھتے اور انکا دل اولیا کے ساتھ یک رنگ نہیں ہی میری کوئی تقریر انکے حق میں نہیں ہی اگرچہ لباس فقیر پہنے ہوں

مسئلہ سماع کے لب لباب کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ہر شخص ذوق سماع نہیں رکھتا یہ مذاق انھیں لوگوں کو دیا جاتا ہی جو خراباتی کہے جاتے ہیں اور ایمان کی بات اور حق حق بات فقیر کے اعتقاد میں یہ ہے کہ جتنے اختلافات مسئلہ سماع اور مسئلہ مزامیر میں واقع ہیں چنانچہ مختصر میں لکھ چکا ہوں اور جو کچھ فقہا اور محدثین اور علماے دین متقدمین اور متاخرین نے فرمایا اور انکے علاوہ

مشائخ طبقات اور فقرای امت جسقدر آپس میں مختلف فیہ ہیں اگران سب باتوں سے قطع نظر کر کے غور کیا جائے
تو وہ تین شرطیں یعنے زمان مکان اخوان جو مسلم سمجھی گئی ہیں اور بیشک ضروری ہیں وہ بھی جیسی چاہیے مہیا نہیں
پھر وہ مشائخ اور فقرا یا وہ مریدین اور طالبین جن کا دل سماع اور مزامیر میں خالصًا مخلصًا للہ الجھ گیا ہے
اور وہ اس ذوق میں مبتلا ہو کر مجبور ہو گئے ہیں اور انکی طبیعت حقیقت کے سوا کسی وقت مجاز کی جانب مائل نہیں
ہوتی ان کو حلال اور مباح ہے اور وہ اس فعل میں سکر محبت سے معذور ہیں ؎ برو بکار خود ای واعظ اینچہ
فریادست ؛ مرافتادہ دل از کف تراچہ افتادہ است ؛ اور ایسے لوگوں کے علاوہ عوام الناس جو ہمیشہ لہو اور لغو
سمجھ کر دل کے بہلانے کا مشغلہ جانتے ہیں ان کو حرام اور ناروا ہے اور علما رحمۃ اللہ علیہم اگر نفسانیت سے الگ
ہو کر اولیا کی جناب میں گستاخی نہ کریں اور حقانیت سے عوام کو روکیں تو ان کا کارمنصبی ہے جزاہم اللہ خیراً اور یہ
وقت ایسا نازک ہے کہ دنیا کے طلب اور حبِّ جاہ ہر طرح سے سب کے دلوں پر غالب ہو گئی ہے نہ علما خدا
کے طالب ہیں نہ فقرا اِلّا ماشاءَ اللہ اور نہ علما کو حق گوئی اور حق شناسی سے واسطہ ہے نہ فقرا کو حق دانی اور
حق بینی سے اِلّا ماشاءَ اللہ اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی ذات کو مستثنیٰ کرتا ہوں نَعُوْذُ بِاللہ مِنْ ھٰذَا الْکِبْرِ
میں نہ عالم ہوں نہ فقیر۔ انکسارنا کیسا بلکہ واقعی بات بیان کی گئی ہے اور اگر فقیر ہوں تو اسی قدر کہ میرے مرشد نے
مجھ کو فقیر فرمایا ہے اللہ جل شانہ اس ارشاد کے طفیل سے میرا خاتمہ بخیر کرے اس سے زیادہ نہیں اور میں اپنے
حق میں پسند نہیں کرتا کہ عورتوں کا گانا سنوں دو وجہوں سے ایک تو کم ظرف ہوں اگر کسی کے گانے سے
دل قابو میں نہ رہے تو اسکے رو برو حرکات بے اختیاری کا سرزد ہونا اچھا نہیں استخفاف طریقت ضروری
دوسرے میرا دل وساوس اور خطرات سے پاک نہیں اور اگر کبھی اتفاق ہو گیا ہے یا ہو جاتا ہے یا ہو جائے گا
تو ندامت اور توبہ میرا ایمان ہے اور جو شخص میری رائے پر عمل کرے وہ بھی اسکی عادت نہ کرے اور احتیاط کو
اولیٰ سمجھے اور اختلاط کو قطعًا برا جانے اس کی خرابی بہت بڑی ہے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ میں اپنے نفس پر
قیاس کرتا ہوں اور اسکے جواز اور ثبوت کی انتہا یہ ہے کہ اگر سب علما کے اقوال سے اور سب فقرا کے اختلافات
سے درگذریں اور یہی سمجھ لیں کہ درست ہے تو بھی علت مطلقہ جس میں کسی کو کلام نہو اور سب کے
حق میں ہر وقت یکساں ہوں ہرگز ثابت نہیں اور اباحت اور رخصت سے زیادہ قرار نہیں دے سکتے
وہ بھی کبھی کبھی اور کم کم اور اسکے لیے جسکے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہو اور مخدوم شیخ سعد نے فرمایا ہے کہ اباحت
اور رخصت میں مرید مبتدی کو پیر کا اتباع ممنوع ہے کسی اور کا کیا ذکر المختصر جو مرد کامل صاحب دل ضبط کر سکے

اور نفس مطمئنہ رکھتا ہو اسکے حق میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے سننے کو سند جانتا ہوں اور اس کو کافی سمجھتا ہوں اگر وہ جائز تھا تو یہ بھی جائز ہے دل کا وسوسوں سے خالی ہونا شرط ہے اور میرا عقیدہ ہی کہ ارباب ہوا جو فقرا کے حال سے واقف نہیں انکا گانا سننا اور ناچ دیکھنا اور مغنیات کے بھاؤ پر نظر کرنا اور ایسے اشعار یا ایسی چیزوں کا سننا جن میں بیحیائی کی باتیں یا برے مضامین ہوں یا گالیاں ہوں یا اشارات اور کنایات سے ایسے بیانات ہوں جن سے خرابی کا اندیشہ ہو اور انکے سننے سے سامع کا دل خیالات فاسد میں مبتلا ہو یہ سب باتیں قطعی حرام ہیں اور میں ان کی اباحت کا معتقد نہیں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا اور بزرگوں نے سب کچھ کہہ دیا ہے اس بیت کا خلاصہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا ہے ؎ بگویم سماع اے برادر کہ چیست ؞ مگر مستمع را بدانم کہ کیست ؞ گر از برج معنی بود طیر او ؞ فرشتہ فرو ماند از سیر او ؞ دگر مرد لہوست و بازی ولاغ ؞ قوی تر شود دیوش اندر دماغ

وحدت وجود کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ وحدت وجود حق ہے اور یہ مسئلہ ذوقی اور وجدانی ہے یعنی جب تک دل اس کا مزا نہ پائے تب تک فقط زبان سے کہنا کچھ نتیجہ نہیں رکھتا مولانای رومی قدس سرہ ؎ صد کتاب و صد ورق در نار کن ؞ سینہ را از عشق او گلزار کن ؞ اور اسکا ادنی درجہ علم الیقین ہے یعنی مرشد کی تعلیم سے مرید کا دل یقین کرلے کہ حق یہی ہے اور شک باقی نہ رہے اور دل ڈانما ڈول نہو اور فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ ایمان ہو جائے یعنی پھر سیدھا کھڑا ہو تو جس طرح حکم دیا گیا ہے تجھ کو اور قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ دل پر نقش ہو جائے یعنی کہہ تو اللہ نے پھر چھوڑ دے تو انکو اپنی باتوں میں کھیلتے ہوئے اور اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ کے معنے حل ہو جائیں یعنے مستقل ہونا کرامت سے بڑھکر ہے اور اوسط درجہ عین الیقین ہے یعنے مرشد سمجھانے کے بعد کچھ دکھلا بھی دے اور زیادہ تر پکا کردے اور اعلیٰ درجہ حق الیقین ہے کہ دیکھنے والا مستغرق ہو کر اپنی ذات کو نہ دیکھے اور وحدت کو موجود دیکھے میرے اعتقاد میں علم الیقین ایمان حقیقی ہے اور عین الیقین کشف ہے اور یہاں تک پہونچنا بھی ایسا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ مگر اس لیے کہ میرا دل قرار پکڑے اور حق الیقین کرامت ہے اور جب تمام انسان اسی کا ہو جاتا ہی اور رات دن اسی میں غرق رہتا ہی اسی قدر ہر قسم کے کمالات پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر غافل رہتا ہی تو علم الیقین یا عین الیقین کے مرتبے میں رہتا ہے

اور یہ مسئلہ وہ ہے کہ جبتک مرشد اپنی توجہ سے قائم نہ کرے ہر شخص کا دل اسپر مستقل نہیں ہو سکتا اور زبان سے کہنا کتاب میں لکھنا سہل ہے اور عین الیقین یا حق الیقین تک پہونچنا سخت مشکل ہے پہلے مرشد کامل درکار ہے اور اسکی توجہ پھر جیتے جی مرجانا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ اولیاے برحق اور مشایخ کامل اور علماے عارف سب کا مذہب یہی ہے اور سب کا اتفاق اسی پر ہے اگرچہ طرز بیان الگ الگ ہو امام غزالی نے کیمیاے سعادت کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ہمہ ازوست بلکہ ہمہ اوست اور شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مرج البحرین کے آغاز میں لکھا ہے کہ حقیقۃ الحقائق اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک ہے اور شاہ عبد القادر دہلوی نے اپنی تفسیر اُردو میں لکھا ہے اور سب چیز کی اصل اللہ ہے اور مولانا عبد العزیز کی کتاب الاستفتا میں اسکا ایک استفتا ہے اور آپ نے مستفتی کو جواب دیا ہے کہ میرا مذہب اور میرے اساتذہ صوری و معنوی کا مذہب وحدت وجود ہے اور بحر العلوم مولانا عبد العلی کا ایک رسالہ خاص وحدت وجود کے اثبات میں ہے اور علی ہذا القیاس سب متقدمین اور متاخرین کی کتابوں میں اور رسائل میں اسکی تحقیق اور تشریح موجود ہے اور لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً اسکی علم یقین کی انتہا ہے یعنے اگر کھول دیا جاوے پردہ نہ بڑھوں میں یقین میں ؛؛

وحدت وجود کے اصل یعنی توحید علمی کا بیان

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر وحدت وجود کے قائل ہیں انکی توحید بے اصل ہے اور چمر توحید ہے یعنی جس طرح چمار کی ذات ذاتوں میں ناقص سمجھی جاتی ہے ویسی ہی یہ توحید بھی اپنی ذات میں ناقص ہے وحدت وجود کی اصل کلمہ طیبہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کوئی موجود نہیں اور کچھ وجود نہیں مگر اللہ اور اسنے اپنی ذات اور صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کی صورت میں ظاہر فرمایا حدیث صحیح میں ہے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِيْ یعنے میں اللہ کے نور سے ہوں اور سب چیزیں میرے نور سے ہیں اور یوں بھی ہے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّيْ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک جسکے تنزیہ میں عقیدہ اول میں لکھ چکا ہوں مقام احدیت میں تھے اور فقرا اپنی اصطلاحات میں اسکو غیب الغیوب اور ازل الآزال اور ابد الآباد اور عین کافور اور قدم اور طوفان محض اور ہویت مطلقہ اور غیب مطلق اور کنز مخفی اور جمع الجمع اور مجہول النعت اور لامکان اور لاہوت اور علی ہذا القیاس کہتے ہیں اور اس مرتبے میں اسکا پہچاننا ممکن نہیں اسوجہ سے کہ اسوقت تک نہ عارف تھا نہ معروف تھا اور نہ معرفت تھی نہ وقت تھا فقط سمجھنے اور سمجھانے کیلئے وقت کا لفظ یا وہاں کا لفظ بولا جاتا ہے اور معروف کے نہونے سے یہ مطلب

کہ معروف کا وجود نہ تھا بلکہ یہ مقصود ہے کہ تعینات کا ظہور نہ تھا اور کوئی شے نہ تھی حدیث صحیح میں ہو کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیٌٔ غَیْرَہٗ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ یہ حدیث رسالہ مکیہ میں انھیں الفاظ سے ہو اور اسکے معنی یہ ہیں تھا اللہ اور کوئی شے اسکے سوا نہ تھی اور اسکا عرش پانی پر تھا اور یہ حدیث بھی ابتدای آفرینش پر دال ہو اس سے پہلے کی خبر اسی قدر ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا تھا میں ایک خزانہ چھپا ہوا پھر جب اسنے چاہا کہ اپنی خدائی کو ظاہر کروں مقام احدیت سے مرتبہ وحدت اور واحدیت میں نزول فرمایا اور اپنے نور کی طرف خطاب فرماکر کُنْ مُحَمَّدٌ کہا اور صورت انسانی ظاہر فرمائی اور یہ مرتبہ تشبیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ظہور اول اور مظہر اول ہو اور منشا کثرت ہے اور قدم اور حدوث اور عدم اور وجود اور ممکن اور ممتنع اور تعین اور اطلاق کے درمیان واسطہ اور حد فاصل ہو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ یعنے چلائے دو دریا ملتے ہوئے درمیان انکے ایک حائل ہو کہ وہ دونوں اپنی اپنی حد سے نہیں بڑھتے اور فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ مرتبہ احدیت اور مرتبہ وحدت دونوں ایک ہی ہیں اور میرے اس اعتقاد کی تصدیق یہی شمائل اتقیا میں منقول ہو رسالہ حضرت جنید فی الکلمات القدسیۃ اَنَا ذَاتٌ وَمَا سِوَاکَ خلق اگر تو نمی بودی ما ربوبیت خود ظاہر نمی کردیم تمہیدات عین القضات قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ نُوْرِیْ مِنْ نُّوْرِ عِزَّتِہٖ خلق اینجا بمعنی ظہور رویداوست یہانتک مغایرت تامہ نہیں ہو وحدت وجود کے لفظ خاص مطلب یہی ہو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے تمام موجودات کو پیدا کیا جیسا سب کتب معتبرہ میں ہو اور اس بات میں علما اور فقرا کلہم متفق ہیں کسی کو اختلاف نہیں اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اسمای الٰہی اور صفات الٰہی اور ملائکہ اور عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور اعیان ثابتہ اور عقول اور نفوس اور ہیجدہ ہزار عالم نے وجود پایا اور سب کا وجود اپنی اپنی حقیقت موجودہ کے ساتھ ظاہر ہوا اور ہوتا جاتا ہے اور ہوتا جائیگا اور ابدالآباد تک ختم نہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے معنی حقیقی یہی ہیں اور معنی مجازی آغاز ہی میں لکھ چکا ہوں اور میرے مرشد برحق کا ارشاد ہو کہ جو کچھ ہو صورت محمدی میں ہے اسکے سوا کہیں کچھ پتہ نہیں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎ تو اصل وجود آمدی از نخست؛ دگر ہرچہ موجود شد فرع تست؛ اب اپنے قول کی سند میں حضرت قطب الدین دمشقی کے ارشاد کو اور حضرت مخدوم شیخ سعدی کی شرح کو مجمع السلوک سے نقل کرتا ہوں فَاِنْ قِیْلَ مَا اَصْلُ التَّوْحِیْدِ یُقَالُ اِثْبَاتُ مَا لَمْ یَزَلْ وَاِسْقَاطُ مَا لَمْ یَکُنْ پس اگر گفتہ شود چیست اصل توحید گفتہ شود در جواب آں توحید اثبات چیزے کہ ہمیشہ بود و ہمیشہ باشد وہو اللہ تعالیٰ و دور کردن چیزے کہ نبود وَھُوَ اللّٰہُ نیا وَمَا فِیْھَا بَلْ نَفْسُہٗ تا در وجود جز یکے را نہ بیند و ایں اشارتست بر قصہ صدیقان ؎ مگو با من چہ دینداری خوشم با دین توحیدش؛ کہ در دین یکی گویان دو گفتن ناروا دیدم؛ پس موحد کسی بود کہ از نفس

خود فانی گردد تا او را آرزوی نماند و جز او را نہ بیند۔ وَقَالَ بَعْضُهُمُ التَّوْحِيْدُ تَمْيِيْزُ الْحَدَثِ عَنِ الْقِدَمِ وَالْاِعْرَاضُ
عَنِ الْحَدَثِ وَالْاِقْبَالُ عَلَى الْقِدَمِ حَتّٰى لَا يَشْهَدَ لِنَفْسِهٖ فَضْلًا عَنْ غَيْرِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ شَهِدَ نَفْسَهٗ فِيْ حَالِ تَوْحِيْدِ
الْحَقِّ لَكَانَ مُثْنِيًا لَا مُوَحِّدًا۔ و گفتہ اند بعضے صوفیان توحید جدا کردن ست حادث را و ھوا لممکنات از قدم و ھو اللہ تعالےٰ
و اعراض کردن ست از حادث و روآوردن ست بر قدم تا نہ بیند نفس خود را فضل و زیادت از غیر خویش یعنی موحد آنست
کہ غیر را در نظر نیارد بلکہ موحد آنست کہ نہ بیند نفس خود را از نفس فانی گردد و بدو باقی گردد تا جز او را نہ بیند زیرا کہ موحد اگر
بہ بیند نفس خود را و حال توحید حق ہر آئینہ باشد دو گوینده و دو بیننده نہ یکی گوینده و نہ یکی بیننده و ایں در دین موحده درست
نیاید ع کہ در دین یکی گویاں دو گفتن نا روا دیدم۔ اب دو چار باتیں کتاب شمائل اتقیا سے نقل کرتا ہوں **تمہیدات
عین القضات** وحدت بر دو نوع ست وحدت کثرت وحدت صرف وحدت کثرت چنانکہ ذات تو یکیست و لے
اعضاے بسیار دارد پس ہر چہ در اشیاے موجودات حق را بینی وحدت کثرت باشد فاما وحدت صرف آنست کہ جمیع
موجودات و مخلوقات را معدوم دانی و نفی دانی و خود را و افعال و اقوال خود را از میانہ برداری آنگاہ وحدت صرف شود
مَا رَاَيْتُ شَيْئًا سِوَى اللّٰهِ سر ایں معنی ست **قول محقق** نزدیک موحد در توحید بیگانگی آشنائیست و آشنائی بیگانگیست یعنی
ہر دو یکی باشد ے نہ فراواں نہ اندے باشد۔ یکی اندر یکے باشد۔ سر ایں امر است **قول خواجہ حسین منصور** موحد را
توحید کثرت حجابست۔ اَلتَّوْحِيْدُ حِجَابُ الْمُوَحِّدِ عَنْ كَمَالِ الْاَحَدِيَّةِ غرض ایں معنی است **توحید حقیقی** **ترجمہ تیسیری**
حقیقت توحید فراموش کردن توحید است ایں حالتی باشد کہ بندہ بہ یگانگی حق قائم گردد و در مکاشفہ افتد **توحید خاص**
سیر کردن ست در شواہد صورت و روح و عالم صغری کہ چند حق و باطل آنجا اندازو نایم و حمایہ دار خود رفتن است بحق کہ صورت
آدم عالم معانیست و جمیع کون را۔ بوجود حق محو بیند موجودات را و در ربوبیت او معدوم داند و فرق میان توحید عام و خاص
آنست کہ عوام توحید را بشواہد عقل بازیابند و خاص چوں حق را دانستند فنائے خود را در بقائے حق یابند **رسالہ کشف الاسرار**
حَقِيْقَةُ التَّوْحِيْدِ الْفَنَاءُ فِي التَّوْحِيْدِ یعنی وجود را موجودی حق فانی داند کہ در یگانگی دوئی نگنجد **مؤلف** تا توئی
در میانہ ہست دوئی۔ او و تو ایں یگانگی نبود۔ محو شو تا شوی یگانہ بحق۔ او بماند توئی تو بر رود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وحدت وجود کے ساتھ شریعت محمدی کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو لوگ وحدت وجود کو خاک دھول سمجھکر شرع شریف کو ہلکا سمجھتے ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ
ان کی توحید جبر توحید ہے اور یہ لوگ اولیا کی روش پر نہیں اور انکا قول و فعل کچھ سند نہیں اگر حواس نہ رہیں یا حواس ہوں

مگر دل قابو میں نہ رہے اور بیخودی غالب ہو جائے اور کوئی بات منھ سے نکلے تو خود شرع شریف نے معذور فرمایا ہی
مگر ہلکا سمجھنا کسی طرح ٹھیک نہیں حضرت علی نے فرمایا ہی اَنَا الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اور حضرت ابو سعید ابو الخیر قدس
سرہ کا ارشاد ہی لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ اور منصور نے کہا اَنَا الْحَقّ اور علی ہذا القیاس مگر یہ سب شریعت کے ایسے پابند
تھے کہ دوسرے کو ایسا ہونا دشوار ہے اور وحدت وجود ہرگز اسکا نام نہیں کہ ماں کو ماں نہ جانے یا بہن کو بہن نہ سمجھے
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی ٭ اور حالت جذب میں کسی کا شراب پینا یا نماز روزہ چھوڑ دینا
اور چیز ہی اور از خود خلاف باتیں کرنا اور چیز ہی نعوذ باللہ منہا اور میرے مرشد پاک کا ارشاد یہی ہی اور میں آپکے ملفوظ شریف
میں لکھ چکا ہوں کہ اگر یکے بر آب سیر وود بر ہوا می پرد و دقیقہ از دقائق شرع عمل فرو میگذارد باعتبار نسزد و بر کشف و کرامت
او فریفتہ نباید شد کہ استدراجست اور جو لوگ وحدت وجود کو شریعت سے الگ سمجھتے ہیں مغز حقیقت سے بیخبر ہیں
اور خیال نہیں کرتے کہ اس تیرہ سو برس میں ہزاروں بلکہ لاکھوں اولیاے امت جن میں سیکڑوں عالم متبحر بھی ہیں گذر چکے
ہیں اور انکا زہد اور تقوی مسلم ہے اور انکا کشف اور انکی کرامتیں زبان زد اور باوجود اسکے انکا مذہب یہی تھا پھر اگر
وحدت وجود کا مشرب خلاف شرع ہوتا تو یہ سب ولی کیونکر ہوتے یہ سمجھنا خلاف عقل ہی اور انکار اولیا کا نتیجہ اچھا نہیں
اب سمجھنا چاہیے کہ اصل توحید قرآن مجید ہے یا حدیث اور اصل شرع بھی یہی دونوں ہیں اور شریعت ہو یا وحدت وجود
دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کو پہونچے ہیں صاحب گلشن راز فرماتے ہیں ؎ چو جاناں دید کز من
دیدہ بستند ٭ سراسر غافل از عہد الست اند ٭ لباس انبیا را کرد در بر ٭ شد اینہا را بسوی خویش رہبر ٭ اور وہی نعت
میں فرماتے ہیں ؎ ز احمد تا احد یک میم فرق است ٭ جہانی اندراں یک میم غرق است ٭ اور مولانای روم
فرماتے ہیں ؎ چوں محمد پاک شد از نار دود ٭ ہر طرف رو کرد وجہ اللہ بود ٭ البتہ اگر شریعت اور طریقت میں کسی قدر
فرق ہے تو یہ ہے کہ توحید چار درجے رکھتی ہے ارباب شریعت دوسرے درجے میں اور ارباب طریقت تیسرے درجے
میں اور ارباب حقیقت چوتھے درجے میں ہیں اور اگرچہ ارباب طریقت کی سوجھ بوجھ وحدت وجودی ہوتی ہی الا اسکا
کمال منتہا ارباب حقیقت کو حاصل ہوتا ہے جو فناء الفنا کے بعد مرتبہ بقا باللہ میں پہونچتے ہیں جیسا حضرت مخدوم
شیخ سعد کے ارشاد سے ظاہر ہے بدانکہ توحید را چہار مرتبہ است مرتبہ اول از توحید آنست کہ آدمی بزباں گوید لا الٰہ
الا اللہ و دلش ازاں غافل باشد یا منکر بود چوں توحید منافق دوم آنکہ معنی لفظ را بدل تصدیق نماید چنانچہ عموم مسلمانان
تصدیق نمودند و آں اعتقاد است سوم آنکہ بطریق کشف بواسطہ نور حق آں را مشاہدہ کند و آں مقام مقربانست و
آں بداں باشد کہ چیزہای بسیار بیند ولیکن با بسیاری آں بیند کہ یکی در بسیار ظاہر شدہ است چہارم آنکہ در وجود جز یکی را

نہ بیند و آں مشاہدہ صدیق آنست و صوفیاں آنرا فنا خوانند در توحید چہ ازاں روی کہ جز یکی را نہ بیند نفس خود را
ہم نہ بیند چوں نفس خود را نہ بیند بدانچہ مستغرق یکی باشد از نفس خود در او فانی شود بمعنے آنکہ از دیدن نفس خود فانی شدہ
است توحید اول چوں پوستے کہ بالای جوز باشد دوم چوں پوستے کہ فرود باشد سوم چوں مغز جوز است چہارم چوں
روغنی کہ از مغز بیروں آید مختصر یہ کہ وحدت وجود خلاصہ توحید شریعت ہے اور ان لوگوں سے زیادہ کوئی شریعت سے اور
اللہ اور رسول سے واسطہ نہیں رکھتا ؎ راز درون پردہ ز رندان مست پرس ٭ کیں حال نیست زاہد عالی مقام را ٭ اس
مختصر میں اس قدر کافی ہے اب شمائل اتقیا سے تھوڑی عبارت نقل کرتا ہوں رسالہ رموز ابو الحسن بر مقتضی کلام ربانی
کہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ ہرگاہ کہ فرماں میشود کہ ہر چہ ہست از نزدیک حق است پس موحد اوست کہ بر ذمائم کفر و عیوب
ظاہر و باطن ہیچکس طعن نکند و نظر خود بر علم و حکم و ارادات و مشیت حق دارد نہ بر صاحب عیوب تا اگر از معیوب داند
مشرک باشد فاما از روی امر تنبیہ کردن واجب است کہ جمیع انبیا و اولیا و اہل دعوت عمل براں کردہ اند و گرنہ
در شرائع خلل افتد کما قال اللّٰہ تعالیٰ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

عالم کثرت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ عالم کثرت میں اضداد ہوں یا اجناس اعراض ہوں یا جواہر علویات ہوں یا سفلیات
سب مظاہر وحدت ہیں پس کثرت ظاہر وحدت ہے اور وحدت باطن کثرت اور وجود محض ان سب پر محیط ہے اور
اسی وجود محض سے یہ سب موجود ہیں وجود محض حقیقۃ الحقائق اور جمع الجمع اور نور حقیقی اور ذات مطلق اور کنز مخفی اور
غیب الغیوب ہے اور ان اسما کے علاوہ اور اسما کے ساتھ بھی نشان مندہ ہے اور موجودات اور متعینات کے اسمای تفصیلی کا
احاطہ ناممکن ہے کُلُّهُمْ أَجْمَعِينَ ان دو اسم اجمالی کے ساتھ مسمی ہیں دنیا اور آخرت اور سب اشکال مظاہر اسی کی شکلیں
ہیں اور کل اسمار مظاہر اسی کے اسمار ہیں ع بہر نامی کہ خوانی سر بر آرد ٭ مرتبہ تعین میں مشبہ ہے اور مرتبہ اطلاق میں منزہ
؎ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ٭ گر فرق مراتب نکنی زندیقی ٭ اور باوجود اسکے تنزیہ ہو یا تشبیہ دونوں سے پاک ہے
تَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيرًا ؎ اے ہمہ و بے ہمہ و با ہمہ ٭ از ہمہ تنہا و بر تنہا ہمہ ٭ ہیجدہ ہزار عالم اسکی ہستی کے محتاج ہیں
اور وہ انکی ہستی کا محتاج نہیں اور یہ کل مظاہر اور تعینات اسکی ہستی سے ظاہر اور متعین ہیں اور اسی کی ہستی میں نیست
ہیں اور وہ ان سب کی ہستی اور نیستی سے بے پروا ہے اور جب کل کی ہستی محض مجازی اور فرضی ہے اور ہستی حقیقی
اسی کے لیے ہے اور ان سب کی ہستی مجازی اور فرضی بھی پھر اسکی ہستی میں فانی ہے اور کُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ بخبر ہے

پھر غیر کون ہے اور کہاں ہو سے غیرتش غیر در جہاں نگذاشت ؛ لاجرم عین جملہ اشیا شد ؛ حلول اور اتحاد اور اتصال اور انفصال سب سے میرا ہے اور یہ باتیں جب ثابت ہوں کہ غیر کا وجود سمجھا جائے اور جب غیر معدوم ہی پھر کچھ نہیں اور کوئی نہیں مگر وہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ ؛ **رباعی** ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست ؛ در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست ؛ در انجمن فرق و نہانخانہ جمع ؛ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست ؛ ہر لحظہ کروڑوں صورتیں عالم غیب سے عالم شہادت میں آتی ہیں اور کروڑوں عالم شہادت سے عالم غیب میں جاتی ہیں ازل سے ابد تک یہی حال ہے اور کوئی صورت کسی سے نہیں ملتی اور علی ہذا القیاس ہر آواز الگ الگ پہچانی جاتی ہے اور ہر ذرہ کائنات یہی صفت رکھتا ہے اور اسی کو تجدد امثال کہتے ہیں وہی تنزیہ مشبہ ہے اور یہی تشبیہ منزہ اللہ اللہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی ہرگز نہیں ہے اسکے مثل کوئی چیز پہلے کثرت وحدت میں مخفی تھی اب وحدت کثرت میں نمودار ہو اپنا ہی اخفا ہے اور اپنا ہی اظہار ہے اکیہ در پردہ ببازار جہاں می آئی ؛ ما و تو بودیم ازیں پیش و تو اکنوں مائی ؛ ہمہ اعیان جہاں روی ترا آئینہ ہا است تا ہر آئینہ بائیں وگر آرائی ؛ اب حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی کے ارشاد سے اپنے قول کو مستند کرتا ہوں اکنوں بدانکہ ایں نور حقیقی است نا محدود و نا متناہی ست ذات و وجہ و نفس دارد نظر بہستی ایں نور دیگر است و نظر برایں نور کہ عام است موجودات را دیگر است و نظر بمجموع ہر دو مرتبہ دیگر است چوں ایں نظر او واقعی ہستی ذات ایں نور است و مجموع ہستی ہر دو مرتبہ نفس ایں نور ست و صفات ایں نور در مرتبہ ذات اند و اسامی ایں نور در مرتبہ وجہ اند و افعال ایں نور در مرتبہ نفس اند ای عزیز ایں نور عام ست تمام موجودات را و بقای موجودات ازیں نور ست ہیچ ذرہ از ذرات موجودات نیست کہ نور خدای باں نیست و بداں محیط نیست ایں عموم را و ایں احاطہ را وجہ ایں نور گویند پس ہر کہ روی آوری بوجہ ایں نور روی آوردہ باشی فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ہر کہ بدیں نور حقیقی رسید چنانچہ رسید ہیچ معلوم خواہد گشت و بایضاح خواہد پیوست کارہای دشوار بروی آسان شود و درہای علم بروی کشادہ گردد و با خلق عالم باصلاح روی نماید و از اعتراض و انکار ازاد آید و در ایں گفتار از علم ظاہر از کتاب النکاح و باب الطلاق دست ندہد و از باب اللقطہ و فصل العتاق حل نگردد و عارفی کامل باید کہ بداند کہ ہر کہ بوجہ خدای رسید و وجہ خدای را دید خدا را می پرستد اما مشرک است وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ہمہ روز با مردم بجنگ است و در اعتراض و انکار ست و ہر کہ از وجہ خدای درگذشتہ و بذات خدای رسیدہ ذات خدای را دید ہم خدای را می پرستد اما موحد است و از اعتراض و انکار آزاد است ای عزیز اگر از دریای کثرت درگذری و بدریای وحدت خوض کنی عاشق و معشوق و عشق را یکی بینی و عالم و معلوم را یکی یابی ایں اسامی جملہ در مرتبہ وجہ اند چوں از وجہ درگذری و بذات رسی ہیچ اسامی نماند جملہ ذات مجرد باشد ع نیست غیرانہ تو

کسی غیر گرامی شمری ٭ پس اگر بگویند کہ مائیم کہ بودیم و مائیم کہ ہستیم و مائیم کہ باشیم ہمہ درست باشد و اگر گویند نہ مائیم کہ بودیم ونہ مائیم کہ ہستیم ونہ مائیم کہ باشیم ہمہ راست بود پس العزیز این بحر محیط بے پایاں باید دید و باین نور نا محدود نا متناہی می باید رسید و این نور رای باید دید واز ہیں نور در عالم نگاہ می باید کرد تا از شرک ابدی خلاص شود و اعتراض و انکار کلی برخیزد ؎ کہ جہاں صورتست و معنی دوست ٭ ور بمعنے نظر کنی ہمہ اوست ٭ اور پر جناب مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی کا ارشاد لکھ چکا ہوں کہ جو کچھ ہے صورت محمدی میں ہے اسکے سوا کہیں کچھ پتہ نہیں اب پھر آپکے ارشاد پر اس بیان کو ختم کرتا ہوں آپ اکثر فرماتے تھے از عرش تا فرش محمد اعلام ستی چوں حق متجلی شد محمد کدام ؎ نہ کچھ دین ہے نہ دنیا ہے

فقط ہے ایک جانانہ ٭ نہ سمجھوں گا نہ سمجھوں گا کرو موقوف سمجھانا

وحدت وجود کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ وحدت وجود کی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام موجودات پر ایسا فضل ہے جیسا آنکھوں کو تمام اعضا پر چنانچہ حضرت محمد سلیمان جزولی نے دلائل الخیرات میں فرمایا ہے انسان عین الوجود اور حضرت جامی فرماتے ہیں ؎ محمد حامد و محمود کو را خالق بستود ٭ ازو شد جود ہر موجود و زو شد دیدہا بینا ٭ یا ایسا فضل ہے جیسے آفتاب کا فضل نصف النہار کے مرکز پر حضرت نظامی فرماتے ہیں ؎ ای مدنی برقع و مکی نقاب ٭ سایہ نشین چند بود آفتاب ٭ اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے پروردگار کی طرف کہ کیونکر پھیلایا سایہ کو اور اگر چاہے اللہ کردے اسکو ساکن پھر کیا ہم نے آفتاب کو اسپر رہنما اور صاحب گلشن راز نے اسکو خوب مفصل کردیا ہے قدس سرہ ؎ چو نور آفتاب از شب جدا شد ٭ ز صبح او طلوع و استوا شد ٭ دگر بارہ ز دور چرخ دوار ٭ زوال و عصر و مغرب شد پدیدار ٭ بود نور نبی خورشید اعظم گہ از موسی پدید و گہ ز آدم ٭ اگر تاریخ عالم را بخوانی ٭ مراتب را یکایک باز دانی ٭ ز خور ہر دم ظہور سایہ شد ٭ کہ آں معراج دین را پایہ شد ٭ ظہور خواجہ وقت استوا بود ٭ کہ از ہر ظل و ظلمت مصطفے بود ٭ بخط استوا بر قامت راست ٭ ندارد سایہ پیش و پس چپ و راست ٭ چو کرد او بر صراط حق اقامت ٭ بامر فاستقم می داشت قامت ٭ نبودش سایہ کان دارد سیاہی ٭ زہے نور خدا ظل الٰہی ٭ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ شَمْسِ الْحَقِيْقَةِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ

قدم اور حدوث کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ دنیا اور آخرت دونوں عالم علم الٰہی اور ارادہ الٰہی میں تھے اور صفات الٰہی قدیم ہیں پس اگر کوئی

کہے کہ جب علم اور ارادت قدیم ہے اور دونوں عالم علم اور ارادت میں تھے تو یہ دونوں قدیم ہیں یہ غلط فہمی ہے جاننا چاہیے کہ کل موجودات میں ہر شے کا وجود جس صفت اور جس صورت کے ساتھ علم اور ارادت میں تھا اسی صفت اور صورت کے ساتھ موصوف ہے اور اسی طرح ظاہر ہوتا ہے پس یہ دونوں عالم علم اور ارادہ میں ضرور تھے مگر یہ عالم صفت حدوث اور فنا کے ساتھ تھا اور عالم آخرت صفت حدوث اور بقا کے ساتھ لا محالہ یہی کہنا چاہیے اور یہی سمجھنا چاہیے

قہر جلال اور لطف جمال کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک دو صفتیں رکھتی ہے جلال اور جمال اور تمام کائنات اور موجودات میں ہر شے کا وجود انھیں دونوں صفتوں کا مظہر ہے پس طاعات اور حسنات مظہر جمال ہیں اور معاصی اور سیات مظہر جلال ہیں انبیا اور صالحین مظہر جمال ہیں اور کفار اور شیاطین مظہر جلال ہیں اسلام مظہر جمال ہے اور کفر مظہر جلال بہشت مظہر جمال ہے اور دوزخ مظہر جلال اور قرآن پاک مخبر ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ یعنی ہر ایک اپنی اصل کی طرف پھرتا ہے جس صفت کا مظہر ہے اس سے مل جاتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اور کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ کے معنی یہی ہیں اور مسلمانان فاسق جلال اور جمال دونوں کے مظہر ہیں آخر میں جمال کی صفت غالب ہو جائے گی جیسا احادیث سے ثابت ہے

عدم اور وجود کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ عدم کوئی شے نہیں ہے جو کچھ ہے وجود ہے عدم صرف ایک شے فرضی ہے جو وجود عالم کے مقابل قرار دی گئی ہے اور میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی نے مجھ سے فرمایا کہ عدم ایسا ہے جیسے پشت انسان اور وجود ایسا ہے جیسے روی انسان اور کسی شاعر نے بمقتضائے اَلْعَدَمُ وَفِیْ کُلِّ وَادٍ یَّہِیْمُوْنَ کیا خوب کہا ہے سے شکل ہستی و عدم آئینہ دکھلاتا ہے ٭ کہ ادھر سب نظر آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں ٭ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہور کا نام وجود ہے اور خفا کا نام عدم ہے یا یہ کہا جائے کہ صورت کا نام وجود ہے اور انتقال صورت کا نام عدم ہے مثلاً انسان کا قالب اربع عناصر سے مرکب ہے اور روح ایک شی عالم علوی کی ہے جو حکم الٰہی سے اسمیں آپڑے ہے جب انسان مرتا ہے اربع عناصر کا ہر جزو اپنے کل سے مل جاتا ہے اور روح اپنے مرکز پر چلی جاتی ہے اور صورت موجودہ چھپ جاتی ہے اور باقی نہیں رہتی یا یہ کہا جائے کہ کثرت کا نام عدم ہے اور وحدت کا نام وجود ہے

اللہ جل شانہ کو شئی کہنے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کو شے کہنا حق ہے حضرت قطب الدین دمشقی شیخ دمشق جو نہایت درجہ متبع شریعت تھے اور بڑے متقی اور ولی معروف ہیں انھوں نے رسالہ مکیہ میں فرمایا ہے فَاِنْ قِیْلَ مَا مَعْرِفَةُ الذَّاتِ وَمَا مَعْرِفَةُ الصِّفَاتِ یُقَالُ مَعْرِفَةُ الذَّاتِ اَنْ یَعْلَمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ وَاحِدٌ فَرْدٌ وَذَاتٌ وَشَیْءٌ وَقَائِمٌ اِذِ الشَّیْءُ اِسْمٌ لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ اِذِ الشَّیْءُ عِنْدَهُمْ اِسْمُ مَوْجُوْدٍ وَمَعْدُوْمٍ وَلَا یُشْبِهُ شَیْئًا وَلَا یُشْبِهُهٗ شَیْءٌ وَاَمَّا مَعْرِفَةُ الصِّفَاتِ بِاَنْ یَعْرِفَ حَیًّا عَالِمًا قَادِرًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا مُرِیْدًا مُتَکَلِّمًا اِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ الصِّفَاتِ پھر اگر کہا جائے کہ ذات کا پہچاننا کیا ہے اور صفات کا پہچاننا کیا ہے اسکے جواب میں کہا جائے کہ ذات کا پہچاننا یہ ہے کہ انسان جانے کہ اللہ موجود ہے اور احد ہے یعنی ایک ہے اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے اس کی شرح میں صوفیہ صافیہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول لکھا ہے کہ اَحَدٌ فِیْ ذَاتِهٖ وَوَاحِدٌ فِیْ صِفَاتِهٖ اور واحد سے واحد عددی مراد نہیں جس کا دوسرا ہوتا ہے بلکہ واحد حقیقی مراد ہے جس کا دوسرا نہیں ہو سکتا اور فرد ہے یعنی اکیلا ہے اور ذات ہے یعنی حقیقت رکھتا ہے اور چیز ہے یعنی وجود رکھتا ہے اس وجہ سے کہ ہمارے نزدیک ہر موجود کو چیز کہہ سکتے ہیں اور ہر موجود کا نام چیز ہے اور ہمارا مذہب معتزلہ کے خلاف ہے وہ موجود اور معدوم دونوں کو شے کہتے ہیں اور حضرت مخدوم شیخ سعد نے اس بیان کے بعد شرح میں لکھا ہے کہ وہ واجب الوجود ہے اور ہم ممکن الوجود ہیں اس بیان میں اشارہ ہے کہ اسکے چیز ہونے میں اور ہمارے چیز ہونے میں یہ فرق ہے اور آپ اپنی ذات سے قائم ہے اور قائم کا لفظ بھی واجب الوجود ہونے پر دلالت کرتا ہے اور نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اسکے ساتھ مشابہ ہے اور معرفت صفات یہ ہے کہ آدمی پہچانے کہ اللہ جل شانہ زندہ ہے اور سب کچھ جانتا ہے اور سب چیز پر قدرت رکھتا ہے اور سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کاموں کا ارادہ کرتا ہے اور بولتا ہے اور ان صفتوں کے سوا اور صفتیں بے نہایت رکھتا ہے اور یہ سب صفتیں اس کی ذات پاک میں قدیم ہیں اور جیسے اسکی ذات بے مثل ہے اسکی صفتیں بھی بے مثل ہیں حضرت قطب الدین دمشقی کے قول سے اور حضرت شیخ سعد کی شرح سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ کو شئی کہنا وحدت وجود کے علاوہ عقائد کی نظر سے بھی صحیح ہے پھر شیخ اکبر کا قول سُبْحَانَ مَنْ اَظْهَرَ الْاَشْیَاءَ وَهُوَ عَیْنُهَا کسی طرح باطل نہیں

اللہ جل شانہ کی نسبت ضرب المثل کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک یعنی ہستی صرف اور نور محض مثیل اور بے مثال ہے اور عقل اور علم سے

باہر ہے نہ وہ کسی شے کے مثل ہے نہ کوئی شے اسکے مثل ہی اور وہی ذات پاک اسی تنزیہ کے ساتھ عالم تشبیہ میں کل مظاہر کی صورت بن کر ظاہر ہی اور کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ اُسکا نشان ہی اور اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے اور یہ مرتبہ وہ ہی جسمیں عقل بشری نے اسکی تعلیم سے بقدر استعداد اسکو پہچانا ہے چنانچہ خود ضرب المثل فرماکر سمجھایا ہی اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اور حدیث صحیح میں بھی ہی اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ہٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ ہر آئینہ نزدیک ہی کہ تم لوگ اپنے پروردگار کو دیکھوگے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسکے دیکھنے میں شک اور شبہ نہیں آتا اس ضرب المثل اور اس تمثیل سے فقط بات کا سمجھانا مقصود ہی نہ یہ کہ اسکی ذات پاک چراغ کے مثل ہی یا چاند کے مثل وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ اور غور کر کے سمجھنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث سے اگر ثابت ہی تو اسی قدر کہ ضرب المثل لیکر حقیقت توحید کا سمجھانا صحیح ہی اَلْاَمْثَالُ مَصَابِیْحُ الْاَقْوَالِ یعنی کہاوتیں باتوں کے لیے چراغوں کے مثل ہیں اور اسکی ذات پاک کی نسبت مثل کی لفظ کا واقعی سمجھنا اور اسکو کسی شے کے مثل سمجھنا یا کسی شے کو اسکے مثل سمجھنا غلط ہے اور شرک ہی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ارباب وحدت وجود کے نزدیک عالم تشبیہ میں تفریق مراتب کے ساتھ مشبہ اور مشبہ بہ اور علت شبہ وہی ذات پاک ہے پھر مثل کیسا اور مثال کیسی هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

اقسام وجود کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ وجود جس حیثیت سے مشہور ہی دو قسم ہے واجب الوجود جسکی ہستی باقی اور دائمی اور غیر متغیر اور منتہی ہی اور ممکن الوجود جسکی ہستی فانی اور مجدد اور متغیر اور منتہی ہی تیسری قسم ممتنع الوجود ہی حکما اور علما ممتنع الوجود اسکو کہتے ہیں جس کا ظہور اسکے حقیقت کے ساتھ نہو سکے مثلاً سوئی کے ناکے میں اونٹ نہیں جا سکتا حق تعالیٰ فرماتا ہی حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ یعنی یہانتک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں یہ وجود محسوس نہیں فقط فرضی ہی جسکے ہونے کو عقل تجویز نہیں کرتی اسپر شی کا حکم جاری کرنا لغو ہی اور مکابرہ ہی اور حضرت سید اشرف جہانگیر نے فرمایا ہے وجود را سہ اعتبار است یکی اعتبار وی بشرط شے کہ وجود مقید است دوم لابشرط شی کہ وجود عام است سوم بشرط لاشی کہ وجود مطلق است اور اسکی تشریح میں فرمایا ہی چوں مقید و محدود نباشد و مطلق نباشد کہ وجود وی موقوف باشد بر تقییدات ناچار مطلقے خواہد بود کہ لابشرط شی کہ بہیچ یک از قید و عموم مشروط نباشد و قیود و تعینات شرط ظہور وی باشد در مراتب نہ شرط وجوب او فی حد ذاتہ اور اسی کو حضرت جامی نے فرمایا ہی ؂ دراں خلوت کہ ہستی بے نشان بود ٭ بکنج نیستی عالم نہاں بود ٭ وجودے بود از قید دوئی دور ٭ ز گفت و گوئی مائی و توئی دور ٭ وجود مطلق از قید مظاہر ٭ بنور خویش ہم بر خویش ظاہر ٭ اور بشرط لاشی سے یہ مراد

نہیں ہے کہ وہ خود لاشی ہے لاشی معدوم کو کہتے ہیں اور اللہ جل شانہ کے وجود پر عدم کا لفظ وارد نہیں ہو سکتا جیسا حضرت مولانا سید عبدالرحمن قدس سرہ نے کلمۃ الحق میں فرمایا ہے اور خود حضرت سید اشرف کی تشریح سے بھی ظاہر ہے پس مراد یہ ہے کہ کسی شی کو اسکے ساتھ قائم نہ کریں جیسا حدیث شریف میں ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ اور یوں سمجھیں کہ اسوقت شی بھی نہ تھی اور شی کا نام بھی نہ تھا اور شی کا کہنے والا اور سمجھنے والا بھی نہ تھا اور کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا اسکی شان تھی اب حضرت سید اشرف کے ارشاد کو حضرت شیخ سعد کے ارشاد سے مطابق کرتا ہوں جسکو حضرت سید اشرف نے بشرط شی فرمایا ہے اسکو حضرت شیخ سعد نے فرمایا ہے نظر بہ مجموع ہر دو مرتبہ دیگر است اور یہ مقام واحدیت ہے کہ اللہ جل شانہ نے صفت تخلیق کے ساتھ آدم علیہ السّلام کی حقیقت کو ظاہر فرمایا اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنے ہر آئنہ پیدا کیا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر اور اسکے ساتھ اسما اور اعیان ثابتہ یعنے علم اجمالی کائنات کا ظہور ہوا اور اسکے بعد ارواح اور عقول اور نفوس اور ملائکہ اور تمام موجودات کو ظاہر فرمایا اور جسکو حضرت سید اشرف نے لابشرط شی فرمایا ہے اسکو مخدوم شیخ سعد نے فرمایا ہے نظر برایں نور کہ عام است تمام موجودات را دیگر است یعنے اگرچہ شی کا ظہور ہوا مگر اُس کا وجود کسی شی کے وجود کا محتاج نہیں اور یہ مقام وحدت ہے کہ کن محمدًا فرماکر حقیقت محمدی کے ساتھ صفات کو ظاہر کیا اور یہ مرتبہ وجوبی ہے اور اسی مرتبہ ہی میں پہچانا گیا ہے اور جسکو حضرت سید اشرف نے بشرط لاشی فرمایا ہے اسکو حضرت شیخ سعد نے فرمایا ہے نظر بہ ہستی ایں نور دیگر است اور یہ مقام احدیت ہے جہاں کچھ نہیں

حقیقت توحید کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ توحید علمی اور ہے اور توحید عینی اور ہے حقیقت توحید وہ نور ہے جو سالکان طریقت کو مجاہدات شدیدہ اور ریاضات سخت کے بعد نظر آتا ہے اور اس نور سے پہلے طرح طرح کے نور سامنے آتے ہیں اور انکی تفصیل اور ان کا فرق اولیاے معتبر کی کتابوں میں مسطور ہے حضرت قطب الدین دمشقی فرماتے ہیں فَاِنْ قِیْلَ مَا حَقِیْقَۃُ التَّوْحِیْدِ یُقَالُ نُوْرٌ یُشَاھِدُ السِّرُّ بِہٖ وُجُوْدَ مَنْ لَمْ یَزَلْ کَائِنًا وَعَدَمَ مَنْ لَمْ یَکُنْ وَھٰذَا التَّوْحِیْدُ وَرَاءُ التَّوْحِیْدِ بِعِبَارَۃِ الْعِلْمِ لَا یَمُحُّ الشِّرْکَ فَاِنَّ یَمُحَّ الْعِلْمُ اِذَا لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ پھر اگر کہا جائے کہ حقیقت توحید کیا ہے کہا جائے کہ توحید ایک نور ہے جس سے آدمی کا سر اس ذات پاک کے موجود ہونے کو دیکھتا ہے جو ہمیشہ تھے اور ہے اور جو نہ تھا اور نہ رہے گا اسکے نہونے کو دیکھتا ہے اور جو توحید علمی بیان میں آتی ہے یہ توحید یعنی اسکے سوا ہے پھر تحقیق یہ بات ہے کہ علم محض شرک کو نہیں مٹاتا ہے اور اگرچہ غیر کو ہٹ دیتا ہے جب

حدیث شریف میں آچکا ہے کہ کسی بات کی خبر دیکھنے کے مثل نہیں ہوتی ہے یعنے اگرچہ علم توحید سے غیر کا ہونا ذہن میں نہیں رہتا مگر کچھ نہ کچھ لگاؤ غیر کی مشارکت کا باقی رہتا ہے وہ دیکھنے سے جاتا ہے پس میرا اعتقاد یہ ہے کہ جبتک وہ نور نظر نہ آئے معرفت شہودی ضروری پوری پوری حاصل نہیں ہوتی اور ہزاروں میں ایک اس نور تک پہونچتا ہے حضرت عطار فرماتے ہیں ؎ صد ہزاراں عاشق شوریدہ وار نہ تا یکے را بار و اواز صد ہزار نہ میرے مرشد پاک حضرت خادم صفی محمدی کا فرمان ہے کہ جو سالک اس راہ میں گرم رو ہوتا ہے اگر اس عالم میں مراد کو پہونچا تو فہوالمراد ورنہ انتقال کے وقت محروم نہیں رہتا اور حقیقت وجود کھل جاتی ہے اور ہر شخص پر کھلتی ہے الا جو آگاہ نہیں ہوتا کچھ نہیں جانتا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو یہاں اندھا ہے وہاں بھی اندھا ہے ؎

ہر کہ اینجا ندید محروم است — در قیامت ز لذت دیدار

وحدت وجود اور وحدت شہود کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ حقیقت وجود جو سالکوں پر کھلتی ہے ایک ہی ہے جس قدر جسپر کھلے پس سوجھ ایک ہوتی ہے مگر ایک گروہ نے بوجھ میں فرق کیا ہے کل اولیاے امت وحدت وجود کے مذہب پر ہیں جیسا مرشد پاک فرماتے تھے سوسیانے ایک مست اور حضرت نقشبند یہ بھی اسی کے قائل ہیں چنانچہ حضرت خواجہ خسرو کے رسائل سے ظاہر ہے الاّ متقدمین میں حضرت رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اور متاخرین میں حضرت مجدد الف ثانی وحدت شہود کے قائل ہیں اور ان دونوں بزرگوں کے بعد ان کے متبعین بھی اسی روش پر ہیں وجود کے معنی ہونا اور شہود کے معنی سامنا وحدت وجود والے کہتے ہیں کہ اللہ جلشانہ کے سوا کسی کی ہستی کچھ نہیں وہی ہستی فرق مراتب کے ساتھ عالم کثرت بن کر نمودار ہے وحدت شہود والے کہتے ہیں کہ اگرچہ عالم کی ہستی اللہ جل شانہ کی ہستی سے ہے مگر اللہ جل شانہ کی ہستی الگ ہے اور عالم کی ہستی الگ ہے اور ان دونوں باتوں کی تمثیل یوں ہے کہ مثلاً دو آدمی سورج کو دیکھیں ایک یہ سمجھے کہ سورج میں دھوپ کے سوا کچھ نہیں اور اگرچہ سورج کا گردہ اور شکل رکھتا ہے اور دھوپ اور شکل رکھتی ہے اور دونوں چیزیں الگ الگ نظر آتی ہیں لیکن اصل ہستی ایک ہی ہے اگر سورج نہو دھوپ نہو اور دوسرا اسکے خلاف سمجھے کہ اگرچہ دھوپ کی ہستی سورج سے ہے الا سورج اور چیز ہے اور دھوپ اور چیز ہے اور دونوں الگ الگ ہیں یا یوں سمجھنا چاہیے کہ دو آدمی حروف کو دیکھیں ایک یہ سمجھے کہ اگرچہ سب حروف الگ الگ نام رکھتے ہیں اور الگ الگ شکلیں رکھتے ہیں اور ہر حرف اپنی جگہ پر الگ سمجھا جاتا ہے مگر سب کی ہستی روشنائی سے ہے روشنائی نہو تو کوئی حرف نہو اور دوسرا یہ سمجھے کہ ہر حرف کا نام

اور ہے اور صورت اور ہے اور مقصود اور ہی ہے پس حروف اور چیز ہیں اور روشنائی اور چیز ہے اگرچہ حروف کی اصل روشنائی ہے اور اسکے سوا ہر مثال کو ایسا ہی قیاس کر لینا چاہیے وحدت وجود والوں کی نظر حقیقت وجود یعنے اصل ہستی پر ہے تفریق مراتب کے ساتھ کہ احکام شریعت باطل نہوں اور تنزیہ اور تشبیہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر رہیں اور وحدت شہود والوں کی نظر ظہور مظاہر اور انکے مغایرت پر اور تنزیہ مجرد پر ہے اور ہر گروہ اپنے اپنی دلیلوں کو مسلم اور کافی سمجھتا ہے اور اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ حق ہے اور میں اوپر ہی لکھ چکا ہوں کہ یہ مسئلہ وجدانی ہے جس کا دل جس بات سے مطمئن ہو اسکے نزدیک وہی بات حق ٹھہرے اور وحدت شہود علما کے نزدیک بھی صحیح ہو سکتی ہے اسوجہ سے کہ انکی سمجھ سے نزدیک ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ اختلاف بھی عالم کثرت کی شان ہے ؎ چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد ٭ موسیے باموسیے درجنگ شد ٭ چوں بہ بیرنگی رسی کان داشتی ٭ موسی و فرعون دارند آشتی ٭ اور حقیقت میں وحدت وجود یہ ہے کہ انسان حقائق اشیا پر نظر کرے جیسا حدیث صحیح میں ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ یعنے اللہ میرے دکھلا ہم کو حقیقتیں چیزوں کی جیسی ہیں اور جس طرح اس ذات پاک نے لاہوت سے جبروت اور ملکوت اور ناسوت میں نزول فرمایا ہے اسی طرح اس کی فکر عروج کرے اور حقیقۃ الحقائق مد نظر ہو جائے اور اشیا نظر میں نہ رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقائق اشیا کے دیکھنے کی آرزو کرنا اور دعا مانگنا دلیل ہے کہ حقائق اشیا کا وجود عین حقتعالی کا وجود ہے ورنہ آپ غیر کے دیکھنے کی آرزو نکرتے ع ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی ٭ حضرت مخدوم شیخ سعد کا ارشاد اوپر گذر چکا ہے ایں اسامی جملہ در مرتبہ وجہ اند چوں از وجہ در گذری وبذات رسی ہیچ اسامی نباشد جملہ ذات مجرد باشد ع نیست غیر از تو کسی غیر کرامی شمری ٭ وہی ہستی واجب الوجود ہے اس نظر سے کہ ہر ذرہ کائنات کے ساتھ موجود ہے اگر وہ نہو تو کسی کا وجود نہو اور وہی ہستی متعین ہو کر عالم تعینات میں ممکن الوجود ہے مولانا شاہ نیاز احمد قدس سرہ ؎ از خلق جدا ہستی واندر ہمہ ہائی ٭ از جملہ مبرائی و در جملہ در آئی ٭ از وحدت ذاتست غرض کثرت شانت ٭ یک شان تو خلق است و دگر شان خدائی ٭ واجب اور ممکن اور ممتنع سے اسکا متصف ہونا اور صفات متغایرہ متضادہ سے ظہور کرنا اور کبھی عاجز اور مجبور ہونا اور کبھی قادر اور مختار ہونا کنہ ذات ہے اور کنہ سمجھ سے باہر ہے ؎ ز دریا موج گوناگوں برآمد ٭ ز بیچونی برنگ چوں برآمد ٭ از اں دریا بدیں امواج ہر دم ٭ ہزاراں گوہر مکنوں برآمد ٭ اولیاے کرام نے فرمایا ہے کہ جو شی موجودات میں ہے اول اور آخر رکھتی ہے اور ظاہر اور باطن اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ یعنے وہی پہلا ہے اور وہی پچھلا ہے اور وہی باہر ہے اور وہی اندر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللّٰہِ یعنے اگر ڈول ڈالو تم نیچے کی زمین میں رسی سے

ہر آئینہ گرے اللہ پر پھر وجود واحد کے سوا کوئی قسم وجود کچھ نہیں اور کسی شے کا وجود کچھ نہیں **سعدی رحمۃ اللہ علیہ** ؎ رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست ؛ بر عارفان جز خدا ہیچ نیست ؛ ہمہ ہر چہ ہستند ازاں کم ترانند ؛ کہ با ہستیش نام ہستی برند ؛ چو سلطان عزت علم برکشد ؛ جہاں سر بجیب عدم در کشد ؛ جس قدر اولیاء اللہ نے منقولات سے پتہ پایا ہے اور سمجھا ہے اور دیکھا ہے اور جس قدر جانا ہے اسکا بیان یہی ہے اس سے زیادہ شرح سے باہر ہی اور وہ ایک حالت ہے جو صاحب حال کو بے اختیار کر دیتی ہے اور دوسرا نہیں جان سکتا **سعدی رحمۃ اللہ علیہ** ترا با حق آں آشنائی دہد ؛ کہ از بند خویشت رہائی دہد ؛ کہ تا با خودی با حقت راہ نیست ؛ وزیں راہ جز بے خود آگاہ نیست ؛ **نظامی رحمۃ اللہ علیہ** بسے منزل آمد ز من تا بہ تو ؛ نشاید ترا یافت الا بہ تو ؛ کسے کز تو در تو نظارہ کند ؛ ورقہاے بیہودہ پارہ کند مولانا شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رگ گردن باہر سے قریب ہے اور اللہ جل شانہ اندر سے قریب ہے اللہ اللہ یہ قرب کیا ہے اور کیسا ہے اور کیونکر ہے سمجھ سے باہر ہے وَرَاءَ الۡوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الۡوَرَاءِ آپ ہی عشق ہے اور آپ ہی اپنی ذات پر عاشق ہے ؎ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ ؛ زندہ معشوق است و عاشق مردۂ سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ فرمان ہی ایمان ہے کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ عین عرفان ہے آپ ہی بولتا ہے آپ ہی اپنا بھید کھولتا ہے ؎ لراقمہ

من نیم آنکہ تو وا نے کہ من اندر سخنم ⁂ حق بود حق کہ اشارت کند از خود کہ منم

اللہ اللہ کیا راز و نیاز ہے اور کیا سوز و گداز ہے آپ ہی دم ساز ہے آپ ہی اپنا محرم راز ہے **مولانا شاہ نیاز احمد قدس سرہ** ہمہ تہمت است بر من کہ تو گوئیم منم من ؛ نہ من منست ایں من ز خداست خود نمائی ؛ جو کچھ زبان پر آتا ہے سب گفتار ہے فکر اور استغراق در کار ہے وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ پردہ کشای اولوا الابصار ہے یہی صورت آئینہ دیدار ہے ؎ صورت از بے صورتی آمد بروں ؛ باز شد انا الیہ راجعون ؛ وَهُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ ارشاد ہے یہ معیت محبت کی بنیاد ہے آدم خاکی کی مٹی برباد ہے ؎ فرستادیم آدم را بہ گیتی ؛ جمال خویش در صحرا نہادیم ؛ لامکان سے مکان میں آیا ہے لاہوت سے ناسوت تک سب میں سمایا ہے آپ ہی تماشا ہی اور آپ ہی سب تماشا بنایا ہے اور آپ ہی اپنا تماشا دیکھنے کو آیا ہے اور آپ ہی سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ فرمایا ہے **مولانا شاہ نیاز احمد قدس سرہ** ؎ یار من با کمال رعنائی ؛ خود تماشا و خود تماشائی ؛ عشقبازی بخویشتن دارد ؛ غیرتش تاب غیر کے آرد ؛ از تقاضای حب جلوہ گری ؛ آمد اندر حصار شیشہ پری ؛ آپ ہی یگانہ ہی آپ ہی بیگانہ ہی

آپ ہی شمع ہے آپ ہی پروانہ ہے ازل سے ابد تک یہی کارخانہ ہے عقل کوتہ اندیش دیوانہ ہے مولانا شاہ تراب علی قدس سرہ بجز تو کیست معشوق وکدامین عشق وکو عاشق ؛ توئی برصورت شمع وتوئی بر شکل پروانہ ؛ کبھی شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فرماتا ہے کبھی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہکر سمجھاتا ہے کبھی لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ فرمان ہوتا ہے اور کبھی فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بیان ہوتا ہے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر بلایا اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فرمایا تجلی دکھلاکر بیہوش بنایا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش عظیم پر بلاکر جمال ذات دکھلاکر زبان بے زبانی سے تَرَانِیْ مَا رَاٰنِیْ سنایا نزول سے عروج پر پہونچایا بیرنگی سے نیرنگی پیدا ہوئی نیرنگی پر بیرنگی خیدا ہوئی ان بھیدوں کو وہی جانتا ہے جو عاشق ہوکر مانتا ہے اور خودی کو چھوڑکر اپنی ہستی سے منہ موڑکر سب حجابوں کو توڑکر پہچانتا ہے ؎ نازپرور وتنعم نبرد راہ بدوست ؛ عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد ؛ علمار رحمۃ اللہ علیہم خائفین میں ہیں ڈرتے ہیں ڈرکے باتیں کرتے ہیں لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اولیا کی شان ہے جو اس گروہ کے پیرو ہیں ان کا یہی ایمان ہے حافظ رحمۃ اللہ علیہ دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیرما ؛ چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیرما ؛ مامریدان روبسوی کعبہ چون آریم چون ؛ روبسوی خانہ خمار دارد پیرما اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ علمار رحمۃ اللہ علیہم کا خائفین میں ہونا کچھ عیب ہے نعوذ باللہ منہا بلکہ کمال ایمان ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ مقصود یہ ہے کہ اولیا مقام انس میں سکر محبت سے دوسرا حال رکھتے ہیں اور ان سب باتوں کے ساتھ شریعت بھی وہی ہے اور صاحب شریعت بھی وہی ہے جو یہ نہ سمجھے گمراہ ہے جو عمل کرے ولی اللہ ہے سب اولیا اسی راہ پر گئے ہیں اور کسی نے منہ نہیں پھیرا البتہ جو بیخود اور بے قابو ہوجائے اسپر حکم نہیں وہ معذور ہے ع کہ سلطان نگیرد خراج از خراب ؛ شریعت عین طریقت ہے اور طریقت عین شریعت ہے اب حضرت فریدالدین عطار کے ارشاد پر اس بیان کو تمام کرتا ہوں جن کی شان میں مولانای رومی فرماتے ہیں ؎ ہفت کوے عشق را عطار گشت ؛ ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

ابیات ملخصہ قصیدۂ عطار قدس سرہٗ

بچشم بکشا کہ جلوۂ دلدار ؛ متجلی ست از در و دیوار
نحن اقرب الیہ آمدہ است ؛ دور افتادہ تو از پندار
کل شیٔ محیط مے بینم ؛ آنکہ می بینیش بنقش ونگار
سر بسر گرز نور بے بیصر ؛ در کشی دردو چشم پرزنگار
از درون وبرون نشیب وفراز ؛ از پس وپیش وزیمین ویسار
شاہد لا الہ الا اللہ ؛ پیش تو پردہ گیرد از رخسار
ثم وجہ اللہ آیدت بنظر ؛ وہو معکم نمایدت دیدار
کاروان نفخت من روحی ؛ بسرائے تو برکشاید بار

این تماشا چه دیگری گوئی
همه یک قطره است این دریا
می نماید بچشم احول تو
کافر و گبر و ملحد و مومن
روی حق الیقین عیان بینی
پس نه خود گوئی وز خود شنوی
من طلبنی وجدنی آمده است
من عرف نفسه نمی فرمود
هر که لنجاندید محروم ست
منزل تو نه دور و نه دیگیست
انا لیلی بگو اگر مردے
خویشتن را نگو منم یعنے
این سخن در تو کی کند تاثیر
له زهیران جو حق کر دن ۱۱
تا تو مستی خدای در خوابست
گر بمیری تو پیشتر ز اجل
دو صفت سر زند ازین مستی
لیک طال اللسان هلاک شود
کم نگردد ز کا کلش یکموے
رب انی بگوش خود در بخیت
غیر او کیست تا سخن گوید
خود پیمبر شد و پیام آورد
از برای فریب خود خود گشت
آب در رنگ و رنگ در یاقوت

لیس فی الدار غیرنا دیار
همه یک دانه است این خروار
شتر و اسپ و فیل و گاو و حمار
متقی و شقی و بد کردار
شوی از کائنات برخوردار
لمن الملک واحد القهار
عاشقان را بدست اوست قرار
گر نمیرید حیدر کرار
در قیامت ز لذت دیدار
پای مردی بکن قدم بردار
ورنه چون ابلهان سری منخار
من رانی بگو پیمبروار
وارد آئینه دلت زنگار
چون بمیری تو ادشو بیدار
نکند بر تو تیر و خنجر کار
بطراز مصحفه اظهار
سر و پا کم کند دهد دستار
کم نگردد ز خرقه اش یکتار
خود ز خود کرد حیرت دیدار
یا خمش بر نشیند ای دلدار
گشت خود معترف نمود اقرار
جلوه در قد و در قدم رفتار
بوی در مشک و مشک در تاتار

احدست او وگر تو بشماری
اسپ و فیل و پیاده و فرزین
زاغ و طاؤس مار و مور و مگس
گر تو علم الیقین بدست آری
ببین دیده بنگری ظاهر
تو بدین پایه کی رسی هیهات
من رانی فقد راے الحق
رمز من کان هذه اعمے
کار کن کار پیش ازانکه اجل
قاطعان طریق در راه اند
بچه معنی انانیت کفر است
قل هو الله وصف احمد دان
خویشتن را تو در میانه مبین
فتمنوا الموت ان کنتم
از زبانت که میکند من من
یا بکل اللسان شو و خاموش
وانکه کل اللسان بود چه شود
گاه طال اللسان بود خاموش
باز خود گفت لن ترانی را
ناظر خود خودست و خود منظور
عاشق خود خودست و خود معشوق
تاب بمو زلف و دو خم بر ابرو
هست خود فعل و فاعل و مفعول

واحدیت رساندت بهزار
بر تن واحد آن سپه سالار
بلبل و قمری و چکاوک و سار
سوی عین الیقین بیابی بار
صورت خویش را بصورت یار
کر خرت بازمانده از رفتار
زین سبب گفت احمد مختار
بشنوید ای خران کودک سار
هیدا ره ونه سیتے تو دمار
شترمست تو گسسته مهار
هیچ فهمیدی ای نکو کردار
از میانش ولیک میم برآر
سد اسکندر از میان بردار
صادقین آمده است در اخبار
جان من یکزمان گهے هشدار
یا بطال اللسان کند گفتار
باسلامت بالیته هموار
گاه کل اللسان زهی نکار
بهر چه بهر گرمی بازار
خود تماشا و خود تماشا کار
خود طبیب خودست و خود بیمار
سرمه در چشم و غازه بر رخسار
هست خود قبض و بسط در هر کار

خود شده طوطی و خود آئینه — خود شده مثل طوطی آئینه دار
هست آں یکجهات صرف دوام — با همه خیر و شر خود او دوار
خواه قرب نوافلش برخواں — خواه قرب فرائضش بشمار
لوح دل راز نقش غیر بشوی — خویشتن را خدای خود انگار
ورنه گر با خودی خدا گوئی — مشرکے باشی و خدا آزار
اے پسر لا اله الا الله — خود نه شرک خفیت آئینه دار
چوں ازیں شرکها خلاص شوی — شوی آنوقت صوفی ستار
دع نفسک تعال را بشنو — ای برادر ز گوش پنبه برار
هر که منکر بود بود مشرک — من ازو چوں خدای او بیزار
یعنی ایں طبع چار را یک کن — تا نگردد مخالفت هر چار
ایں بت ار بشکنی چو ابراهیم — گرد را آتش روی شود گلزار
شو بباطن ربوبیت پرداز — کن بظاهر عبودیت اقرار
پس وضو چیست پاک کردن دل — صفحه دل بشستن از اغیار
در عبادت کسی شریک مکن — زانکه لا تشرکوا ست حکم نگار
در طریقت گذشتن از لذات — در حقیقت گذشتن از افکار
هستی خویش را زکوة بده — بر سر دوستش بکن ایثار
چیست توبه گذشتن از جمله — ز خدا و رسول و جنت و نار
در شریعت بود هر آنچه حلال — در طریقت همه بود مردار
روی بیگانه گر نمے نگری — آشنا وانماید ت هر بار
چند ماضی و چند مستقبل — بذله سنجی کنی پس انکار
خویشتن را بایں همه عالم — مثل باد و ماء و خاک شمار
نام خود بر صحیفه لاریب — خود رقم کرده انا الغفار
هر چه داری ز جنس بخشایش — خود به هل من مزید لطف بیار

خود کند ساز هر گناه که هست — خود زند باز باب استغفار
قم باذنی و قم باذن الله — هر دو یک نغمه ایست از لب یار
نیست جو نام فرق زیر و بم — زیر و بم میزند سر از یک تار
زانکه غیر تو چیست هستے تو — خویشتن را کنار گیر کنار
شرک چندست و خفی دو جلی — هر دو را پیش تو کنم تکرار
چیست شرک جلی سول الله — خویشتن را ازیں دو شرک برار
هر که نادیده نام او گوید — مشرکست آں فضول ناهموار
هر که از وی نزد انا الحق سر — هست او از جماعت کفار
چوں دوئی از میانه بردارے — تو نمائی من او کند اقرار
دین احمد گزیں مسلمان شو — بگذر از خویش بگسل ایں زنار
شو بهر قول و فعل تابع شرع — غیر باطن بظاهرت بسیار
ظاهر خویش پاک کن بوضو — باطن خویش را نماز گزار
مسجد تو مقام تسلیم ست — قبله گاه تو طاق ابروی یار
ای پسر در ره شریعت فرض — عشر ده یک بود بدنیا دار
تو اگر مرد ایں خجسته رہے — دامن از کائنات خود بفشار
روزه حفظ دل ست از خطرات — پس بود از مشاهده افطار
حج چه باشد ز خود سفر کردن — یکجا جانب هدایت کار
چوں حقیقت نقاب بر گیرد — هر دو یک گردد ای نکو کردار
خلقت طبع را چو نفی کنی — روی حق بینی از در و دیوار
جان من وقت را غنیمت دان — که ابو الوقت خواندت ز احرار
ایکه کردی تو نام من عاصی — رفته ام راه معصیت بسیار
کیسه من پر از گناهان ست — تو خریدار و ایں بین بازار
ایں کلام کلام مردانست — نه کلام مخنث بازار

این قدر بس بود نصایح و پند — در سلوک از فرید دین عطار

تعلیم حقیقت کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ تعلیم حقیقت جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گوش بگوش اور سینہ بسینہ اولیائے امت کو پہونچی ہے حق ہے حضرت مولانا شاہ نیاز احمد قدس سرہ فرماتے ہیں ؂

عاشقوں کے مدرسے میں جس کی بسم اللہ ہو — اس کا پہلا ہی سبق یارو فنا فی اللہ ہو
دوسرا اس کا سبق علم الفنا کا انتفا — یعنے اس اپنی فنا سے وہ نہ کچھ آگاہ ہو
تیسرا اس کا سبق ہے پھر کے آنا اس طرف — اب بقا باللہ حاصل اس کو خاطر خواہ ہو
حضرت عشق آپ ہوئیں گر مدرس چند روز — پھر تو علم فقر کی تحصیل سب دل خواہ ہو
ڈھائی انچھر ہیم کے مشکل ہیں جنکا ربط وضبط — حافظ و ملا یہاں پر کب دلیل راہ ہو

حضرت شیخ محدث دہلوی نے مدارج میں یہ حدیث لکھی ہے مَاصَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ نہیں گرائی اللہ نے میرے سینے میں کوئی چیز مگر گرائی میں نے ابوبکر کے سینے میں اگرچہ بعضے محدثین نے اس حدیث سے انکار کیا ہے الا شیخ دہلوی کا لکھنا سند کافی ہے اگر مستند نہ ہوتی شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہرگز نہ لکھتے اور اس کے سوا حضرت مخدوم شیخ سعد قدس اللہ سرہ نے مجمع السلوک میں یہ حدیث لکھی ہے لَمْ یَفْضُلْکُمْ اَبُوْبَکْرٍ اِلَی اٰخِرِہٖ اور یہ پوری حدیث اصحاب کے عقیدے میں گزر چکی ہے اور جناب مولوی فضل الرسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بیان میں نظم فرمایا ہے اس میں ہے ؂

بوہریرہ نے کہا ہے واشگاف — ہے بخاری میں یہ دیکھو صاف صاف
علم دو پہونچے پیمبر سے مجھے — ایک جو تم میں سے جا ہے مجھ سے لے
دوسرے کا گر کروں کچھ ذکر بھی — کاٹ ڈالو تم گلا میرا ابھی

اور ایک حدیث اسلام اور ایمان کے عقیدے میں لکھ چکا ہوں عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے وَعَنْ جَابِرٍ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا یَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاہُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاہُ مَعَ ابْنِ عَمِّہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ

اَنْتَجَاہُ رواہ الترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ غزوہ طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارا اور ان سے کانا پھوسی کی پھر لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا
کے بیٹے سے دیر تک کانا پھوسی کی پھر آپ نے فرمایا میں نے اس سے کانا پھوسی نہیں کی مگر اللہ نے اس سے کانا پھوسی
کی مولوی قطب الدین خاں نے اس حدیث کو لکھکر جملہ احتمالیہ لکھا ہے کہ غزوہ طائف کے متعلق کوئی بات ہو گی
اور بخاری شریف کی روایت کو سند کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آیا تمھارے پاس کوئی چیز ایسی
ہے جو قرآن میں نہو آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جسنے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا کیا کہ نہیں میرے پاس
مگر وہ چیز کہ قرآن میں ہے البتہ سمجھ دی جاتی ہے آدمی کو کتاب اللہ میں اور صحیفے میں ارباب علم و فضل تحقیق اور انصاف
سے غور فرمائیں کہ ایک تو اصل جملہ محتمل ہے کہ مصلحت غزوہ ہو گی دوسرے یہ استدلال کافی نہیں اسوجہ سے کہ مصلحت
غزوہ کو خاصکر اسکیلیے حضرت علی سے کیا واسطہ اور اجلۂ اصحاب سے وہ مصلحت کیوں چھپائی گئی حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر کیوں الگ کیے گئے اور اگر بالفرض اسوقت چھپائی جاتی تو ممکن نہ تھا کہ دوسرے وقت ظاہر نہو جاتی
اسلیے کہ بعد غزوہ قابل اخفا نہ رہتی اور صحابہ آپس میں ضرور چرچا کرتے پس بے تکلف ثابت ہی کہ اسوقت اس بات
کیلیے حضرت علی اللہ کی طرف سے مخصوص تھے ورنہ آپ وَلٰکِنَّ اللہَ انْتَجَاہُ نہ فرماتے اور وہ مصلحت غزوہ نہ تھی کچھ
اور بات تھی اور جس دلیل سے وہ جملہ احتمالی لکھا گیا ہے اسمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود سمجھ کو مستثنے فرمایا ہی اور
صاف صاف فرمادیا ہے کہ قرآن سے باہر کچھ نہیں الا سمجھ جسکو جیسی دی جائے پھر مصلحت غزوہ پر اسکو دلیل پکڑنا سند
نہیں ہو سکتا المختصر حدیث پاک کا یہ جملہ مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللہَ انْتَجَاہُ صاف صاف تعلیم حقیقت پر گواہی دیتا ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سمجھ کو علیحدہ کرنا بھی اسی پر شاہد ہے اور فی نفسہ قرآن مجید سے الگ کچھ نہیں خود قرآن
خبر دیتا ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ یعنی کوئی تر اور خشک نہیں مگر کتاب مبین میں ہے اور جو بات
قرآن میں نہیں وہ قابل اعتبار کب ہے اور اسپر ایمان کیونکر لا سکتے ہیں لامحالہ فرق اسی قدر ہی کہ فقرا کی سمجھ اور ہی اور علما
کی سمجھ اور ہی اور فرقہ باطنیہ جو معنی ظاہری کو ترک کرتے ہیں سب کے نزدیک ملحد ہیں ہمارے پیشوایان طریقت نے ظاہر
کو باطن کے ساتھ جمع کر کے دونوں پر عمل کیا ہے اور جب حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ لَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ یعنے قرآن
ظاہر کے معنی بھی رکھتا ہے اور باطن کے بھی پھر سمجھ کا الگ ہونا بھی تحقیق ہو گیا اور اسی بات کو شیخ محمد شاہ نے مرج البحرین
کے آغاز میں لکھا ہے سہ بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ؛ ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن
اور اسی کو فقرا اپنی اصطلاح میں سوجھ بوجھ بولتے ہیں فقیر نے اپنا اعتقاد مدلل لکھ دیا کسی کے ماننے او نہ

نہ ماننے سے کچھ کام نہیں ؎ کہدے طالب سے کہ سب حق ہے ترا ب ٭ کلمۃ الحق وہ یہی فرما گیا ٭ جب دل کے حجابات اٹھ جائیں اور باطن کی حقیقت ظاہر ہو جائے یہی کلمہ طیب الحق ہے اور یہی انسان انسان کامل ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ کلمۂ طیب اور ہے اور کلمۃ الحق اور ہے دھوکے میں ہے کلمۃ الحق کلمہ طیب کی سوجھ بوجھ کا نام ہے الامرتبہ فنا اور فنا ر الفنا تک پہونچنا ضروری ہے اور نہ کچھ بھی کچھ نہیں ؎ چوں جملہ فنا گشت وز تو ہیچ نماند خواہی تو انا اللہ بگو خواہ ہو اللہ ٭ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيْعِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَلَاذِنَا وَمَعَاذِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَفْضَلِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

خاتمۃ الکتاب

الحمد للہ کہ کتاب عقائد العزیز تمام ہوئی فقیر ناچیز محمد عزیز اللہ عزیز نے یہ کتاب اپنے پیران طریقت کے مذہب پر لکھی ہے بالتعمیم سب کے واسطے نہیں ہے بالتخصیص ان لوگوں کے واسطے ہے جن کا ذکر دیباچہ میں ذکر کر چکا ہوں اعز الاعزہ شاہ خادم محمد صاحب شمع دودمان صاحب سجادہ کا خیال اور عزیزی خادم علی شاہ کا خیال جن کو ان کے والد ماجد برادرم احمد اللہ شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے ان کو مرید کر کے اجازت دی اور فقیر کو سونپا زیادہ تر پیش نظر ہو فقیر نے جو کچھ حضرت مرشد پاک سے پایا تھا پانچ چھ سال میں رفتہ رفتہ حسب الوصیت پہونچا کر اجازت دی ؎ خادم خادمان خمارہیم اور نور العین شاہ خادم محمد صاحب اپنے دل سے میری طرف جھکے اور فقیر کو مجبور کر کے واسطہ ارادت پیدا کیا اور باوجودیکہ احباب خیر اندیش نے بہت کچھ سمجھایا اور ہر قسم کا نشیب و فراز دکھلایا اور اپنے خیالات کے موافق کچھ کہنے کو باقی نہیں رکھا اور فقیر نے بھی خود اپنے عیوب سے آگاہ کیا مگر حضرت مرشد پاک نے ان کے دل کو ایسا میری طرف کر دیا کہ کسی طرح نہ پھرا لامحالہ فقیر نے انکو بھی خاندان صفیہ صفویہ خادمیہ کا پورا پورا طریقہ پہونچا کر کلاہ اجازت جو حضرت مرشد پاک سے پائی تھی نذر کی اور ان کے سر پر رکھی اور اصل یہ ہے کہ حضرت مرشد پاک مخبر صادق کی صفت سے متصف تھے فقیر کے والد ماجد سے فقیر کی نسبت فرمایا کہ انکو سب آپ ہی عزیز اللہ شاہ کہنے لگیں گے جب آپکا وصال ہوا فقیر تیس تینتیس برس اپنی عادت کے موافق نظم و نثر کے شغل میں جی لگاتا رہا اور کبھی کبھی آپ کو بھی یاد کرتا رہا ؎ ہرگزم مہر تو از لوح دل و جاں نرود ٭ ہرگز از یاد من آں سرو خراماں نرود ٭ اور کبھی اپنی ذات کو اس قابل نہیں سمجھا

کہ کسی کو مرید کروں اور کچھ بتلاؤں اور نہ اب سمجھتا ہوں مگر حضرت مرشد پاک نے مجھ کو بیکار نہ رکھا پہلے عزیزی **خادم علی** کو میرے پاس بھجوایا پھر اعز الاعزہ **خادم محمد** کے دل کو میری طرف کر دیا اور ان کو میرے پاس بھیج کر میری وقعت بڑھائی اور آخر عمر میں اپنا منشار خاص ظاہر کر دیا اور جیسا والد ماجد سے فرمایا تھا پورا پورا دکھلا دیا اور آپ کی مرضی یہی ٹھہری کہ ہم نے جو کچھ اس کو عنایت کیا ہے اسکے توسل سے آگے جائے اور اسکا نام ہمارے نام کے ساتھ رہے اور لوگ جانیں کہ ہم نے اس کو بھی کچھ دیا ہے اور اپنے کرم سے خالی نہیں چھوڑا اور اتنا کر دیا ہے کہ دوسرے کو پہونچا سکے اور مخلص کو مطمئن کر سکے اگر ان دونوں کو میرے پاس نہ بھیجتے اور انکے دل کو میری طرف نہ جھکاتے تو میں اپنی طرف سے اس کام کے پاس نہ جاتا اور حضرت کا نام پاک اپنے دل میں لیے ہوئے چلا جاتا اور اگر حضرت کا یہ منشاد نہوتا تو شاہ خادم محمد صاحب ایسے نہ تھے کہ فقیر سے بہتر اور برتر لوگوں کو چھوڑ کر مجھ سے بیوقار اور بے تمکین کی طرف جھکتے اور میں نے یہ بھی کہا کہ حضرت کے خلفا میں سے ایک ایک کا نام لیکر ان کی فضیلتیں بیان کیں مگر ان کا دل میری طرف سے نہ پھرا اور کہا کہ میں حضرت کے سبب خلفا کو بزرگ جانتا ہوں الا اس بات میں میرا دل کسی کی طرف نہیں اگر آپ مرید نہ کریں گے تو میں حضرت شاہ صفی کے خاندان سے الگ ہو جاؤنگا کہیں اور جاکر بیعت کروں گا جب فقیر نے یہ بات زبان سے سنی تب حضرت کی ناخوشی سے ڈر کر قبول کیا اور سمجھا کہ مرضی یہی ہے ع دل نہادم بدانچہ خاطر اوست ؛ اور استخارہ خاندانی بھی ان سے پڑھوایا اور انھوں نے اپنا خواب بیان کیا اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں کہ ان کے والد ماجد برادرم شاہ الطاف محمد رحمۃ اللہ علیہ سب طرح کی خدمت سب سے زیادہ کرتے تھے الا حضرت مرشد پاک وقت وقت پر انکی تعظیم کرتے تھے جب تک وہ نہ آتے سماع شروع نہوتا اور جب آتے آپ کسی قدر اٹھ کر فرماتے کہ آئیے اور انتقال سے دو دن پہلے ان کی خدمتوں کی وجہ سے ان سے فرمایا کہ جو تم نے کیا تمہارے غلام نہ کرتے پس ان وجھوں سے میں نے اپنی کل تعظیم نور العیون شاہ خادم محمد کو معاف کر دی ہے اور اگر وہ اپنی سعادت سے ہر وقت کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں مگر میں روا نہیں رکھتا اور جب مجمع ہوتا ہے ان کو آگے کرتا ہوں اور خود پیچھے ہوتا ہوں اور میری نہایت خوشی کی بات ہے کہ جو میرے پاس آنے والا ہو وہ انکے پاس جائے اور انکے ہاتھ پر بیعت کرے وہ جوان صالح اور شب خیز ہیں اور میری طرح سے غافل نہیں مجھ سے کہیں اعلی اور اولی ہیں اللہ جلشانہ ہمیں مستقل اور مستقیم رکھے اور حضرت مرشد پاک کو ان کے والد ماجد برادرم حضرت شاہ الطاف محمد صاحب سجادہ کے عقد کا نہایت خیال تھا دو تین سال تاکید فرماتے رہے اور انکی نسبت نہوئی تھی وہ اس وجہ سے نہ کر سکے یہانتک کہ آپکا وصال ہوا وصال سے چند روز پہلے فرمایا تھا کہ میں ان کا عقد بہت جلد اسلیے چاہتا ہوں کہ مخدوم صاحب کا گھر باقی رہے اسو قت ہم لوگ

اس بات کو معمولی بات سمجھے پھر وصال سے دو دن پہلے وہ حضرت مرشد پاک کے حضور میں بیتابی سے رو رہے تھے
آپ نے اپنا دست مبارک انکے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ جو تم نے کیا تمھارے غلام نہ کرتے یہ بات انکی خدمتوں کی وجہ سے فرمائی جیسا
اوپر گذر چکا پھر افسوس کر کے فرمایا کہ لڑکا بیچارہ پہاڑ کے تلے دب گیا یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں نہ آئی کچھ خیال ادھر گیا
کہ آپ اپنے حادثہ وصال کی مصیبت سے خبر دیکر فرمایا کچھ ادھر گیا کہ شاید کوئی سخت بات انکی ذات پر واقع ہوگی پھر بعد وصال انکا
عقد ہوا اور پہلے ہی سال میاں خادم محمد صاحب پیدا ہوئے اور یہ آٹھ مہینے کے تھے کہ دفعتاً ان کا انتقال ہوا تب
سمجھ میں آیا کہ مخدوم صاحب کے گھر کا باقی رہنا اور پہاڑ کے نیچے دب جانا یہ معنی رکھتا تھا پھر ایک دن فقیر کتاب غیاث
اللغت کی ضرورت سے دیکھتا تھا یکایک دیکھا کہ بزیر کوہ درآمدن خاص مرجانے کے معنی میں ہے اناللہ وانا الیہ راجعون پھر
جب یہ دو تین سال کے ہوئے اسقدر چیچک نکلی کہ ایک دن الٹی سانس چلنے لگی اور سب گھر والے رونے لگے کہ تمام ہوگئے
انکی والدہ نے اسی حال میں کہا کہ اسکو لیجا کر مخدوم صاحب کے پائینتی ڈالدو کہ یہ تمھارا ہے جو چاہو سو کرو چنانچہ یہی کیا گیا فوراً
انھوں نے آنکھیں کھول دیں اور حواس میں آگئے پھر حضرت مرشد پاک کے مزار مقدس پر جاکر ڈالدیے گئے زیادہ ہوشیار ہوئے
پھر گھر پہونچا دیے گئے اور اللہ کے فضل سے صحیح و سالم ہوگئے اور اسی زمانہ میں ایکبار انکی والدہ اپنے میکے جانیوالی تھیں خواب دیکھا
کہ تین بزرگ آئے ایک بہت بوڑھے ایک ان سے کم ایک دونوں سے کم اور گھر کے صحن میں ایک چوکی بچھی تھی جو سب سے زیادہ بزرگ تھے اس پر
بیٹھ گئے اور دوسرے انکے سامنے زمین پر بیٹھ گئے اور تیسرے کھڑے رہے پھر جو زمین پر تھے انھوں نے فرمایا کہ تم جانیوالے ہو
لڑکے کو لے آؤ پھونک ڈالدیں میں لیگئی اور انکے آگے زمین پر بٹھا دیا اور بیٹھ گئی پہلے جو چوکی پر تھے انھوں نے پھونک ڈالی پھر جو
زمین پر تھے انھوں نے پھونک ڈالکر پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر جو کھڑے تھے انھوں نے پھونک ڈالی پھر جو زمین پر تھے ان سے
میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں شیخ سعد ہوں اور یہ شیخ مینا ہیں اور یہ شاہ صفی ہیں اور فرمایا کہ اسکو اچھی طرح سے
رکھو پھر آنکھ کھل گئی ان کی والدہ یہ خواب دیکھکر ڈریں اور صبح فقیر کو بلا کر بیان کیا میں نے تسلی کی کہ ڈر کی بات نہیں ہے شکر
کی جگہ ہے کہ ان بزرگوں کی ارواح مقدسہ انکی طرف متوجہ ہیں ان سب باتوں کے لکھنے سے حضرت مرشد پاک کی کرامتوں کا
بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی مقصود ہے کہ یہ سب باتیں انکی ذات سے علاقہ رکھتی ہیں اور آپنے مخدوم صاحب کے گھر کا باقی رہنا
فرمایا ہے اور اسکی نسبت اپنی خواہش ظاہر فرمائی ہے یہ ارشاد معتبر ہے اور امید قوی ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے کرم سے انکو فروغ بخشے اور ان
برکات ظاہری اور انوار باطنی سے آراستہ کرے۔ اب سات فائدے ختم کتاب میں لکھتا ہوں اور حضرت آلٰہیت میں نسبت بدعا ہوں
کہ ہم سب کو اپنے مرشدان طریقت کی راہ پر مستقیم اور مستقل رکھے اور ہم سب کا خاتمہ اپنی محبت پر اور اپنے حبیب کی محبت پر کرے اور
ان دونوں کو عمر دراز عطا فرمائے اور ہم سب کو توفیق خیر دے اور اس خرقہ پاک کی حرمت سے ہماری ناپاکی اور سیہ کاری دور کرے

چو بازار من کے ہم آراستی	بداں رسم وآئیں کہ میخواستی	زرونق مبر نقش آرا ایشم	نصیبے دہ از گنج سنجیدہ ایشم
چو خواہی زمن با چنیں ابرو دستی	ہماں گیر نابود بودم نخست	مرا چوں نظر بر من انداختی	مزن مقرعہ چونکہ بنواختی
تو وادی مرا پایگاہ بلند	توام دستگیر اندریں پای بند	چو دادیم ناموس نام آوراں	بدہ دادم ای داور داوراں
سرے راکہ بر سر نہادی کلاہ	مفگن ازو ہر پاے ہر خاک راہ	دلے راکہ شد بر ورت رازدار	زدر یوزہ ہر درے باز دار
نکو کن چو کردار خود کار من	مکن کار با من چو کردار من	نظامی دریں بارگاہ رفیع	نیارد دگر مصطفٰے را شفیع

فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں آپ کا ماننا اور آپ کو سچا جاننا ایمان ہی اور آپ کی محبت کمال ایمان ہے اسکے سوا ایمان کا کہیں کچھ پتہ نہیں الذین یؤمنون بالغیب کے سوا عقل آرائی اور نکتہ چینی مومن کا کام نہیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے میں اور سچا جاننے میں کچھ بھی شبہہ رکھتا ہے منافق ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اللہ جل شانہٗ کہاں ہی اور کیسا ہے نہ کسی نے اسکو دیکھا ہے نہ دیکھ سکتا ہے ہر فرقہ اپنے اپنے طریق پر کچھ کہتا ہے دنیا میں اسکا فیصلہ ممکن نہیں پس ہم نے اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے جانا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ع کوئی اس میں ذرا شک لائے تو ایمان جاتا ہے ؛ اور جو کوئی آپ کو بادشاہ یا عاقل یا حکیم کہتا ہے اور آپ کے ارشادات کو عاقلانہ اور حکیمانہ سمجھ کر جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے اس کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں ایسے آدمی کے قول اور فعل کو ہرگز نہ ماننا چاہیے اگرچہ قرآن اور حدیث کو سند میں پیش کرے اور اس کی صحبت سے پرہیز چاہیے اور اسکے علم کو بے تامل ایسا سمجھنا چاہیے ؎

	نہ محقق بود نہ دانشمند		چار پائے برو کتابی چند

اور علماے محدثین جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جانفشانیاں کرکے تحقیقات سے جمع کیا اُن کا ماننا اور سچا جاننا بھی ایمان ہے ؎ محمد عربی کابروی ہر دو سراست ؛ کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او ؛ **فائدہ** وحدت وجود کے سمجھنے کے یہ معنی نہیں کہ اچھا کھائے اور اچھا پہنے اور ہر بات کو امتیاز کرے اور حواس درست رکھتا ہو اور انا اللہ اور انا الحق بولکر نماز روزہ چھوڑ دے اور علما کو اور شریعت کو ہلکا سمجھے نعوذ باللہ من ذٰلک بلکہ شریعت اور طریقت اور قرآن اور حدیث کا خلاصہ ہے ایسے آدمی کو ایمان ہی سے علاقہ نہیں میرے مرشد پاک کا فرمان ہی کہ اگر مرید پایہ طریقت سے گرے تو شریعت اسکا مقام ہے اور جب پایہ شریعت سے بھی گر گیا پھر اسکا ٹھکانا کہیں نہیں جسقدر وحدت وجود کی یقین دل میں بڑھتی جائیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ترقی کرتی جائیگی یہانتک کہ اللہ کے سوا کچھ دل میں نہ رہے گا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں نہ پیدا ہوئی تو وحدت وجود کا وجود ہی نہ ہوگا میرا اعتقاد یہی ہی

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کابروی ہر دو سرا است | کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

فائدہ۔ قیامت بہت قریب ہی علما ہوں یا فقرا سب کی سمجھ بدلتی جاتی ہے اور جہل نفسانی غالب ہی بعض کے اقوال انکی تصنیفات میں ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ کوئی اپنی حد پر نہیں علما اور فقرا کے علاوہ جو شخص دو چار کتابیں پڑھ لیتا ہے بد مذہبی اور لامذہبی کی باتیں کرنے لگتا ہے اور اردو نگاری کا سہل طریقہ ایسا جاری ہوا ہے کہ جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے اور دنیا پرستی اور نفس پروری سے طریقہ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی تائید کرتا ہے ہزاروں عوام الناس اور اکثر پڑھے لکھے بھی ابلیس کی اغوا سے اور ان خناسوں کی تقریر سے بہکتے چلے جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ خلاصہ یہ کہ ایسی باتوں کا سننا اور ایسی کتابوں کا دیکھنا قطعاً نہ چاہیے علمائے سلف اور مشائخ سلف کی تصنیفات کافی ہیں جن سے نور ایمان دل میں آتا ہے ؀

فائدہ۔ موت کو یاد رکھنا چاہیے موت کے نہ بھولنے سے اللہ یاد آتا ہے ؎ خویشتن را بانیمہ عالم بہ بیچ پاد روان خاک شمار ؀

فائدہ۔ جہاں تک ہو سکے زندگی کو اور وقت موجود کو غنیمت جاننا چاہیے اور رات دن کے اوقات کو کاہلی اور غفلت اور لایعنی اور غیبت اور لغویات اور فضولات اور لہویات میں ضایع نکرنا چاہیے ؎ ای پسر وقت را غنیمت دان ؀ تا ابو الوقت خواندت احرار ؀

فائدہ۔ ہر وقت خیال رکھنا چاہیے کہ زبان سے اور ہاتھ سے کسی کا دل نہ دکھے اور اگر بشریت سے ایسا ہو جائے تو معذرت کرنا چاہیے اور جو بدی کرے اسکے ساتھ نیکی کرنا چاہیے اور اگر نفس نیکی نہ کرنے دے تو عوض نہ کرنا چاہیے یہ بھی نیکی ہے ؎ کج دار و مریز ساقی ویرہ ؀ می بین و مکن حوالہ بر غیر ؀ اور میرے مرشد پاک کا فرمان ہے کہ حق بات کہنے میں کسی سے نہ دبنا پس اگر کوئی حق بات کہنے سے ناخوش ہو جائے تو مجبوری ہے مگر ایسی حالت میں بھی عذر کرنا اولیٰ ہے اور اگرچہ فقیر کسی بات پر عامل نہیں ہے الا ؎ مرد باید کہ گیرد اندر گوش ؀ گر نوشتست پند بر دیوار ؀

فائدہ تعصب مذہب اچھا نہیں اور کسی سے اعتراض اور انکار کرنا اور بحث اور تکرار کرنا نہایت برا ہے اور اگر کبھی کوئی ایسی بات واقع ہو جائے حق اور ناحق پر نظر رکھنا چاہیے اور نفسانیت نہ چاہیے اور ترک تعصب سے یہ مطلب نہیں کہ اپنے مذہب کی پاسداری چھوڑ کر دوسرے مذہب کے موافق باتیں کرنے لگے یہ محض ہوا پرستی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اپنی طرف سے چھیڑ نہ نکالے اور کسی کو برا نہ کہے اور ہر مذہب کی بنیاد کو اللہ کی طرف سے جانے اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک دین پر کر دیتا جیسا قرآن مجید میں ہے مگر باوجودیکہ کافر اسکے دشمن ہیں اور وہ ان کا دشمن ہے الا انکو دنیا میں مہلت دی ہے اور انکی کسی آسایش میں خلل نہیں ڈالتا پھر تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ پر عمل کرنا چاہیے یعنی خوشخوئی اختیار کرو تم اللہ کی خوشخوئی کے ساتھ البتہ جسکو جانے کہ ہمارے سمجھانے سے راہ پر آجائیگا اسکو نرمی اور آہستگی سے سمجھاوے جیسا حکم ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ

وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ بلا تو اے محمد اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دانائی کے ساتھ اور پند نیک کے ساتھ اور ہر بات کو اللہ پر چھوڑ دے اللہ بس باقی ہوس۔ اب آخر میں پھر وہی بیت لکھتا ہوں ؎ محمد عربی کابروی ہر دو سرا است ؛ کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر اوہ ؛ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

حادثہ جان کاہ واقعہ اِنَّا لِلّٰہ

آہ صد آہ کہ با دیدہ تر زیستہ ام
بادل غمزدہ کار است شب و روز مرا

وائے بر من کہ زغم خاک بسر زیستہ ام
چیست ایں زیست کہ با داغ جگر زیستہ ام

حیف صد حیف کہ سخت جانی سے زندہ ہوں اور شاہ خادم محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا حال لکھتا ہوں ؎ نہالے را بآب دیدہ خویش ؛ بپروردم کہ بارے خواہد آورد ؛ بوقت گل گل دیگر شگفتہ ؛ بوقت بار بار خاطر آورد ؛ رو دینے کے سوا کچھ اختیار نہیں گردن جھکانے کے سوا چارہ کار نہیں میں نے جانا تھا کہ حضرت شاہ صفی کی جگہ ان سے آباد رہے گی اور میں اپنے بعد انکو اپنی ذات سے بہتر اپنا یادگار چھوڑوں گا یہ قلق ایسا نہیں ہے کہ رنگ زرد نہو دل میں درد نہو لب پر آہ سرد نہو اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎ گراز ہر آنکہ از بیم تو نہ کشاید زبان جز بر تسلیم تو ؛ یہ صاحبزادہ صاحب سجادہ ۱۲۹۱ھ بارہ سو اکانوے میں صفر کی انیسویں کو پیدا ہوئے تھے اور اسی سال میں رمضان شریف کی سلخ کو ان کے والد برادرم حضرت شاہ الطاف محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ دن کے درمیان بیس برس سے دو تین سال زائد کی عمر میں انتقال کیا تھا اس دن بھی صفی پور میں یوم العید یوم العاشورا معلوم ہوتا تھا ان کی محبت اور انکی خوبی کبھی نہیں بھولے خدا خدا کر کے یہ دن دیکھا کہ خادم محمد جوان ہوئے اور ۱۳۰۹ھ تیرہ سو نو میں ان کا عقد ہوا اور یہ بھی بچپن سے میرے ساتھ مالوف رہے اور مجھ کو باپ کا مخلص اور محب سن کر دل سے مانتے رہے مشیت الٰہی نے یہ روز سیاہ دکھلا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن جب میں صفی پور میں آیا تھا پندرہ سولہ برس کا تھا غدر میں لکھنؤ کے مکانات کھد گئے پھر جانا نہوا جناب شاہ نوازش محمد برادرم الطاف محمد کے والد اسوقت سے سولہ سترہ برس میرے سامنے زندہ رہے ان سے لیکر شاہ خادم محمد تک کسی نے مجھ کو بیگانہ نہیں جانا اور چونکہ میری خوش دامن شاہ نوازش محمد کی سگی بھانجی تھیں اور میرے خسر منشی احمد علی مرحوم انکے عزیز قریب تھے سب میرے ساتھ تپاک اور محبت کرتی رہی اور میں بھی سب کے ساتھ حاضر و غائب مخلص رہا اور جناب شاہ نوازش محمد میرے والد کے ساتھ کمال یگانگی اور محبت رکھتے تھے اکثر کام ان کی صلاح سے کرتے تھے خلاصہ یہ کہ ان سب وجہوں سے اور ان سب خصوصیتوں سے خادم محمد کو مجھسے اور مجھکو

ان سے علاقہ رہا ان کے مرید ہونے کا خیال مجھ کو کبھی نہ تھا یہ تعلق انھوں نے اپنی ذات سے پیدا کیا سنہ تیرہ سو سولہ
میں رجب کی تیرھویں تاریخ کو حضرت مرشد برحق قدس سرہ کے عرس میں انھوں نے بعیت کی اور سنہ تیرہ سو سترہ
میں اسی دن میں نے انکو اجازت دی اور سنہ تیرہ سو دس کے بعد سے وہ طالب ہوئے تھے اور باوجودیکہ میں نے اپنی
بے حقیقتی اور ناپاکی ظاہر کی تھی اور سب کچھ سمجھایا تھا ان کا دل کسی طرف نہ جھکا تھا لامحالہ جو کچھ حضرت مرشد پاک سے
پایا تھا مرید ہونے کے پہلے سے رفتہ رفتہ پہونچاتا رہا اور یہ اسی عہد سے تہجد گزار تھے اور بارہ تسبیح معمولی خاندانی
جہر متوسط سے کرتے تھے اور اسکے علاوہ اور جو کچھ پایا تھا اس پر بھی کاربند تھے اور ان کو ان باتوں سے کبھی کوئی
مضرت نہیں پہونچی اور میں نے اچھی طرح سے تاکید کر کے سمجھا دیا تھا اور ہمیشہ سمجھاتا رہا کہ جس بات سے کسی طرح
ذرا سی بھی تکلیف پہونچے چھوڑ دینا اور جو کچھ کرنا سمجھ بوجھ کر برداشت کے موافق کرنا اور مجھ سے پوچھتے رہنا قوت سے
زیادہ کام کرنا ٹھیک نہیں کہ طلب الکل فوت الکل نہو جائے اور اگر کسی بات کے حاصل کرنے میں سال بھر کی جگہ دو دو
سال گذریں کچھ مضائقہ نہیں مگر اپنے مزاج کا اور صحت کا لحاظ رکھنا اور طریقہ حبس اگرچہ بتلایا تھا مگر قطعاً منع کر دیا
تھا کہ تم اس قابل نہیں ہو اور ہرگز نکرنا اور یوں کرنا اور وہ اسی کے موافق عمل کرتے رہے اور یہ لڑکپن سے صالح تھے
اور پرہیزگاری کی طرف مائل اور اپنے ہمسنوں کی مثل بے تہذیب اور لاابالی نہ تھے اور اگر کوئی ہمسنوں میں سے تمسخر کرتا تا
نہ لاتے اور پسند نہ کرتے اور اسکی صحبت سے پرہیز کرتے اور اللہ نے کھانے پہننے کی طرف سے مطمئن کیا تھا اگر تعیش اور
استراحت میں مشغول ہو جاتے کوئی مانع نہ تھا مگر سعید الخلقت تھے ہر بری بات سے بچے رہے اور اپنے آبا اور اجداد
کے کمالات اور حالات کے طالب تھے ؎ بچہ بط اگرچہ دینہ بود؛ آب دریاش تا بسینہ بود؛ اور جو بات اللہ نے ان کو
تھوڑی سی مدت میں عنایت کی اس ناقص وقت میں کسی اور کو مدت دراز میں حاصل ہونا مشکل ہے اور حضرت مخدوم
شاہ صفی قدس سرہ کا عرس نہایت حوصلے سے اور خوشی سے کرتے تھے اور ایسا کیا کہ انکے باپ دادا نے کبھی ایسا
نہیں کیا اور چند ہی روز میں سب ان کو عظمت کی نظر سے دیکھنے لگے ایکبار مجھ سے کہا کہ حضرت مخدوم شیخ سعد قدس
سرہ کے یہاں حاضر ہونے کو جی چاہتا ہے اور مجھ سے بھی چلنے کو کہا میں نے کہا کہ مجھکو یہیں گوشہ گمنامی میں پڑا رہنے دیجئے
آپ ضرور حاضر ہوئیے وہ تو سر جھکانے کی جگہ ہے پھر مجھ سے میرا کرتا مانگا میں نے نذر کیا اسی کو پہن کر گئے جب آئے بہت
کچھ مجھ سے کہا اسکا لکھنا فضول ہے اور وہاں سب نے بہت احترام کیا اور وہی تین دن رہ کر چلے آئے لوگوں نے بہت
اصرار کیا کہ اگر آپ ایک ہفتہ قیام کریں تو بہت لوگ بعیت کریں مجھ سے کہتے تھے کہ میں اس بات کو برا سمجھا کہ مرید کرنے
کیلئے قیام کروں اور اپنی نیت کو فساد میں ڈالوں اور کہتے تھے کہ پڑھے لکھے لوگ میرے پاس آئے اور بعض سوالات کیے

اور جواباتسے خوش ہوئے اور محفل سماع میں وہ جوش و خروش ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہاں کبھی یہ حال نہیں دیکھا اور کہتے تھے کہ جب میں حضرت شیخ سعد کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا عجب حال وارد ہوا کہ میں حواس میں نہ رہا واللہ اعلم کس عالم میں جاتا رہا اور مقبرے سے باہر آیا تو محفل بھر کا ایک رنگ ہو گیا حتیٰ کہ قوال تک بیخود ہو گئے اور مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ شاید فرزندی کا نام لیا تھا یا نیاز علی کا کہ انھیں میں سے کوئی گا رہا تھا دوسرے بار عزیزدلی شاہ دانش علی سلمہ حضرت مخدوم شیخ سارنگ کے خادم اور وہاں کے جانشین جو ان کے مرید اجازت یافتہ ہیں ان کو منجھگوین لے گئے اور وہاں بھی تین چار روز رہے اسپر ننانوے آدمیوں نے بیعت کی عزیزی دانش علی کہتے تھے کہ اگر ہفتہ اور قیام کرتے تو اس جوار کے سیکڑوں آدمی مرید ہو جاتے اور اکثر لوگ صفی پور آنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر ان کی زندگی ہی ختم ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور وہ خود مجھ سے کہتے تھے کہ ایک صاحب بہت مہذب اور مرد صاحب استعداد اور جہاں دیدہ اور پیرانہ سال وہاں میرے پاس آئے اور بعضے اسرار فقر کا ذکر کر کے کچھ سوال کیا اور میرے جواب سے میرے سامنے جھک گئے اور مان گئے یہ سب باتیں اب میرے دل میں کھٹکتی ہیں ع ای بسا آرزو کہ خاک شدہ ؛ پہلا واقعہ ان پر یہ گزرا کہ یہ ایک برات میں گئے اتفاقاً گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر کر نیچے ہوئے اور گھوڑا اوپر ہوا گھوڑا بیہوش ہو گیا اور یہ بھی دب کر بیہوش ہو گئے گھوڑا دو رکابہ تھا اٹھانا مشکل ہوا اور شام کا وقت اور باغ کا اندھیرا تھا جب وہ اٹھا نکالے گئے امید زندگی نہ تھی مگر بچ گئے الٹے پہلو سے گرے تھے وہ جانب ضعیف ہو گئے تھے اکثر اس پہلو میں درد ہو اٹھتا تھا دو چار دس پانچ دن کی مالش سے جاتا رہتا تھا دوسری بار صفی پور ہی میں ٹانگن سے اسی پہلو پر گرے مگر بہت صدمہ نہیں پہونچا پھر میرے منع کرنے سے گھوڑے کی سواری چھوڑ دی اور ٹانگن دے ڈالا اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور محرور المزاج تھے بہت قوی الاعضاء تھے اور کبھی کبھی ان کے گردوں سے ریت بھی آتی تھی علاج سے دفع ہو جاتی تھی تیسری بار حضرت قبلہ و کعبہ شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہ کے عرس میں غسل کے وقت حاضر ہوئے پانی زور سے برس رہا تھا گچ پر کائی لگی تھی اسی پہلو سے گرے اور گرتے ہی ایسے بیہوش ہوئے کہ کسی عضو کو حرکت نہ ہوئی اور قیاساً آدھا گھنٹہ یا کچھ کم یا زیادہ بیہوش رہے اس وقت بھی جینے کی امید نہ تھی جب ہوش میں آئے اندر کی چوٹ کے خیال سے مومیائی دودھ کے ساتھ دی گئی اور حالت زکام میں یہ واقعہ گزرا زکام بند ہو گیا اور کھانسی اور بلغم نے گھیر لیا اور انھوں نے علاج بہت کیا مگر پرہیز نہ کیا اور یہ خود مجھ سے کہا کہ مجھ کو مومیائی اور دودھ نے نقصان کیا پھر میں نہ سنبھلا اور اسی وقت سے تہجد کے سوا جو کچھ کرتے تھے سب چھوٹا اور میں نے قطعاً منع کر دیا مگر وظائف معمولی حرز یمانی وغیرہ پڑھتے رہے جب مرض غالب ہوا وہ بھی چھوٹ گئے نماز پنجگانہ باقی رہی سنہ تیرہ سو چوبیس میں

جمادی الاولےٰ کی انیسویں کو اس بلا میں مبتلا ہوئے سنہ تیرہ سو چھبیس میں صفر کی ساتویں رات کو نو بجے کے بعد وفات پائی صبح کو بدھ کے دن دوپہر کے وقت دفن ہوئے اور اصل یہ ہے کہ یہ محسود ہوگئے اور حاسدین کی نظریں ان کو کھا گئیں اور نظر کا لگنا حق ہے وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ قرآن میں ہے اور انتقال کے وقت اللہ اللہ کہکر تمام ہوئی یہ مجھ سے برادرم قاضی وانش علی اور مولوی امراؤ علی نے کہا یہ دونوں اسوقت انکو سنبھالے ہوئے تھے ایک برس آٹھ مہینے اٹھارہ دن بیمار رہے کبھی مرض کم ہوجایا کیا کبھی زیادہ کھانسی اور بلغم کے ساتھ کبھی کبھی بخار بھی آتا رہا اور دوا سے دفع ہوتا رہا آخر میں مسلول بھی ہوگئے اور مدقوق بھی دو یا سوا دو مہینے نہایت سختیوں کے ساتھ گذرے نہ لیٹنے میں قرار تھا نہ بیٹھنے میں سوزدرونی اور التہاب کی حد نہ تھی لحظہ لحظہ پانی مانگتے تھے اور درد سینہ اور درد جگر بھی تھا اسہال کبدی دم بدم تھا غذا منقطع تھی اور اگر وہ ایک لقمے کھا لیے یا سابودانہ وغیرہ دو چار چمچے پی لیا انکی گرانی اُن شدائد پر مزید ہوگئی اور جیسے یہ حال ہوا ہر بات سے معذور ہوگئے فقط ذکر قلبی رہ گیا اس سے غافل نہیں ہوئے اور تاسف کرتے رہے اور باوجود ان شدتوں کے نہایت بے ہراس اور نہایت باہوش رہے اور وہ باتیں جو ایسی حالت میں لوگ کرتے ہیں کبھی نہیں کیں اور ہر وقت وحدت وجود کا ذکر زبان پر رہا اور بے دہشت کہتے رہے کہ مرتا کون ہے اور مرنے سے کیا ڈر لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور کبھی کبھی متبسم بھی ہوتے رہے ایکبار تنہائی میں مجھ سے کہا کہ دیکھیے گا کیسی مردی سے جاتا ہوں اور ایسا ہی ہوا کہ سب نے دیکھ لیا اور مان لیا اور کل اعزہ و اقربا اور تمام صفی پور کے شرفا اور روساسنی اور شیعہ اور ہر قوم کے لوگ رات دن گھیرے رہے ایک دن انتقال سے پہلے پچھلی رات کو جب ان کے سب تیماردار سوگئے تھے اپنے دل کی ایک بات مجھ سے کہی اور اسی حال میں انکی والدہ اور اہلخانہ بھی آگئیں انکے سامنے بھی کچھ وصیت خاص مجھ سے کی جسکا میں امین ہوں اور حتی الامکان پابند ہوں اور رہوں گا۔ وہو المستعان اور جتنی باتیں کیں کوئی مصلحت اور ہوشیاری سے خالی نہیں کیں اور اس حیثیت سے ہر بات کا خیال رکھا کہ میں اسکو سمجھتا رہا اور چونکہ ان کو مجھ سے اور مجھ کو ان سے خلوت اور جلوت میں ہمیشہ ہر قسم کا سابقہ رہا میں ان کے ہر انداز سے پہچانتا رہا چار دن وفات سے پہلے سنیچر کے دن شاہ نور محمد اپنے فرزند سہ سالہ کو مرید کرکے مو تراشی کے بعد جانشین کیا اب پھر حضرت مرشد برحق کی کرامت بیان کرتا ہوں کہ آپنے حضرت مخدوم صاحب کے گھر کا باقی رہنا فرمایا تھا پہلے شاہ خادم محمد خود مصداق ہوئے اور آپ کا فرمانا پوری طرح سے ظاہر ہوگیا پھر ان کے چار لڑکے ہوئے اور ایک بیٹی ہوئی سب ڈیڑھ برس کے اندر گذر جایا کیے یہ پانچواں اس حد سے باہر آیا اللہ اسکی عمر میں برکت دے اور اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت عطا کرے میں قیاس سے سمجھتا ہوں کہ ماشاء اللہ الباب یہ دوسرا مصداق ہوگا ؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ؎

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ٭ مشیت ازلی اور مصلحت الٰہی نے انکو اٹھا لیا اور مجھ کو پھر اس خدمت کیلئے زندہ رکھا کہ یہ حال لکھوں اور انکو یاد کر کے بیتاب ہوتا رہوں رباعی این غم کہ دریں عمر مرا پیش آمد ٭ ہر لحظہ نمک پاش دل ریش آمد ٭ اے وائے عزیز آہ کہ اندر پیری ٭ این تیر بلا برمن درویش آمد ٭ حیف صد حیف انکی اہلخانہ کی تنہائی اور انکی والدہ کی بے سروپائی آہ صد آہ گھر کی تباہی اور ان دونوں کی جانکاہی اتنا مختصر حال یادگار کے لیے لکھ دیا اور دل کا غبار نکالا اس سے زیادہ اور واقعات اور حالات کا لکھنا مصلحت نہیں وہ نہ ہے اور لوگوں کو موقع ملا جس نے جو چاہا کہا اللہ اللہ رضینا برضاء اللہ اسکے بعد قطعات تاریخ لکھتا ہوں اللہ ان پر رحمت کرے اور نور محمد کو زندہ رکھے اور چشم بد سے بچائے اور عمر دراز بخشے اور یہ ان کے گھر کا چراغ روشن رہے اور پھر مخدوم صاحب کی جگہ آباد ہو جیسا خود انھوں نے اس شدت مرض میں ایکبار مجھ سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ حضرت کے ارشاد کا مصداق میں ہوں اب معلوم ہوا کہ میں نہیں ہوں نور محمد ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

قطعۂ تاریخ اُردو

شاہ خادم محمد ایسے گئے — کہ ہوا سب جہاں نظر میں سیاہ
سال ہجری عزیز نے لکھا — گل ہوا وائے کیا چراغ آہ آہ ۱۳۲۶ھ

دیگر

شاہ خادم محمد آہ صد آہ — کیا کہوں میں جو دل کی حالت ہے
رو کے لکھی عزیز نے تاریخ — بجھ گیا کیا چراغ ہے ہے ہے ۱۳۲۶ھ

قطعۂ فارسی

آہ سجادہ نشین صالح — کرد از مرگ خودم خستہ جگر
مصرع سال غمش گفت عزیز — گل شدہ شمع منیر انور ۱۳۲۶ھ

دیگر

صاحب سجادہ شد حیف — خادم و مخدوم ذی جاہ
وائے مرا دل خستہ کرد — آہ زدرد اِنّا للہ ٭

گفت عزیزی ہجری سال	شمع روشن گل شد آہ ۱۳۲۶

دیگر

چو سجادہ آرای شاہ صفی رفت	جواں خفت مردانہ در عہد مرقد
عزیز جگر خستہ سالش نوشتہ	ارم دالہ شاہ خادم محمد ۱۳۲۶ ہجری

دیگر بطور غزل با مطلع

روز روشن سیاہ می بینم / مہر با داغ ماہ می بینم
آہ خادم محمد از غم تو / حال دل بس تباہ می بینم

برلب ہر یک از محبانت / شور فریاد و آہ می بینم
وای برمن کہ بی تو بی رونق / خانہ و خانقاہ می بینم

التہاب بسینہ می یابم / خیرگی در نگاہ می بینم
صبح و شام از خیال کہ مدنت / سوی در بسمت راہ می بینم

زیستن بی تو خوش نمی آید / در وصالت رفاہ می بینم
داد و ریغا کہ از تو وقت سماع / خالی ایں بزمگاہ می بینم

ہردم از جوش بیقراریہا / ضبط را عذر خواہ می بینم
آہ خالی نمی شود چہ کنم / دل پر از آہ آہ می بینم

زندگی تلخ شد ولی چہ کنم / کہ ہمسر ازالہ می بینم
لبشر الصابرین فرمان ست / در شکایت گناہ می بینم

آہ آہ اف ز درد و آہ ز داغ / شغل شام و پگاہ می بینم
مصرع درد و داغ و تاریخ / صاف بی اشتباہ می بینم

پیر کنعان شدم ز گریہ عزیز / یوسف خود بچاہ می بینم

اس کتاب کا ایک نسخہ لاہور کے پیسہ اخبار میں صاحب مطبع کے اقرار سے بھیجا گیا تھا اور اس کی کاپی مصنف کے پاس سے صحیح ہو گئی تھی الا چھپنے کی نوبت نہیں آئی اب فقیر نے جابجا اسکی عبارت کو بدلا اور کہیں کہیں اضافہ کیا اگر وہ کتاب اس حیثیت سے چھپے تو قابل اعتبار نہیں جو صاحب مطبع دوبارہ اس کتاب کو چھاپیں
اس حال پر ملال کو کتاب سے الگ نہ سمجھیں یہ حال بھی اصل کتاب میں ہے

تمت

تقریظ از جناب برادرم حاجی محمود علی صاحب انصاری نائب ناظم ریاست بھوپال

خیال قد بلند تو مے کشد دل من	تو دست کوتہ من بین و آستین دراز

کجا میں بے تمیز و کجا تحسین عقائد العزیز لیکن بمجواے المامور معذور یعنی برادر کرم گستر منشی حاجی محمد احسان علی صاحب انصاری ڈاکٹر کے اصرار سے چار ناچار کچھ سطریں حوالہ قلم کرتا ہوں جس کتاب کی میں تقریظ لکھنے کا قصد کر رہا ہوں وہ معمولی کتاب نہیں ہے بلکہ فقہ و حدیث کا لب لباب ہی ہم ایسے معتقدین کیلئے وہ رہنماے نور ہدایت وسد باب ضلالت ہی۔ جو بہت سی کتابوں سے جناب حقیقت آگاہ۔ محرم اسرار سرمدی مہبط انوار ایزدی قطب الاقطاب مرشدنا۔ مولانا حضرت محمد عزیز اللہ شاہ خادمی بطول حیاتہ نے مدتوں کی عرق ریزی اور جانسوزی سے اپنے مریدین کیلئے اسکو تالیف کر کے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھ شائقین کے قبضہ میں پہونچ گئیں اور کوئی نسخہ باقی نہ رہا اور بہت سے لوگ طالب مطالعہ رہ گئے۔ اب مکرر برادر موصوف نے طبع کرانے سے سعادت دارین کا ذخیرہ اکٹھا کیا ہی شعر این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خداے بخشندہ ٭ ہمارے بھائیوں کو اس سے سبق لینا چاہیے۔ میں اس امر سے بہت خوش ہوں کہ یہ سعادت اندوز ازلی حاجی ڈاکٹر محمد احسان علی صاحب (جنھوں نے علاوہ اس کتاب کے اور بھی چند کتابیں حضرت مدظلہ کی اپنی ہمت خداداد سے طبع کراکے شائع کیں) میرے بھائی یکجدی ہیں ان کا سلسلۂ قرابت مجھ سے چودھری امجد علی صاحب مرحوم و مغفور چکلہ دار موہانی سے ملتا ہی جو راقم السطور کے اور برادر مسطور کے حقیقی پرداداہیں اور ان کے مورث اعلی خواجہ علی انصاری شاہ غیاث الدین بلبن کے وقت میں معززین دہلی میں سے تھے۔ پھر وہاں سے اولاد انکی جا بجا پھیل گئی۔ الٰہی عاقبت محمود گرداں ٭

راقم السطور خاکسار ازلی حاجی محمود علی نائب ناظم ضلع جنوب ریاست بھوپال ٭

تقریظ از جناب منشی سید حبیب الحسن صاحب قادری رزاقی وکیل درجہ اول عدالتہائے ریاست بھوپال

زمانہ کی رفتار کے ساتھ طبائع کا رجحان مذہب کی قیود سے یوما فیوما آزاد پسند ہوتا جاتا ہی آئے دن اخبارات میں ایسے حسرت افزا حالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کیسے افسوس کا مقام ہی کہ قومی پیشوا باوجود ادعای مصلح قوم۔ ارکان مذہبی کے پابند نہوں۔ کنایۃً اسپر توجہ دلائی جائے تو خیرہ چشمی سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے پھریں۔ کہ ہم مذہبی پیشوا نہیں۔ قومی پیشوا ہیں۔ ان کے نزدیک قوم۔ مذہب سے علیحدہ رہ کر کبھی معراج الکمال ترقی پر پہونچ سکتی ہے عقائد کی کمزوری قلبی کیفیات پر ہی مبنی سہی مگر اسمیں شک نہیں۔ کہ یہ دیدہ دلیری ہم میں جو پیدا ہو چلی ہے

یہ ہندوستان میں سلطنت اسلام نہونے کا باعث ہے۔حکومت نے ہمکو آزادیاں بخشی ہیں اگر ہم بوجہ جائز اس سے متمتع ہونا چاہیں۔ تو ہمارے لیے ترقی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔اور موجودہ دورحکومت ہمارے لیے رحمت ہے۔ مگر اسکا کیا علاج ہے۔کہ اسی آزادی کو ہم اپنے مذہب اور اپنے قوم بلکہ خود اپنے حق میں۔اپنے ہاتھوں مصیبت وزحمت بنالیں آج ہم تارک الصلوۃ ہوجائیں زکوۃ نہ دیں۔کھلم کھلا کفر بکنا شروع کردیں۔یہ اندیشہ نہیں کہ ہم پر جہاد کا حکم ہوجائے گا فاروقی درہ ہماری پیٹھ پر ہوگا۔خلافت (سلطنت) ہم سے باز پرس کرے گی۔

تعلیم یافتہ مصلح قوم مقتدر افراد کے عقائد جب اس طرح متزلزل ہوں۔تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا دائرہ معلومات اسی حد تک محدود ہے جہاں تک وہ ہمارے طرز معاشرت۔طریقہ ماندوبود عمل ودرآمد سے استنباط کرسکتے ہیں خدا علما کا بھلا کرے۔کہ ہماری زبان سے وہ اپنی نسبت وہ وہ کلمات اہانت سنتے ہیں۔کوئی مسجد کا چوبدار بتاتا ہے کوئی دقیانوسی خیالات کی پھبتی جڑتا ہے کوئی خدائی فوجدار کا آوازہ کستا ہے۔اور کیسی دل شکن بات ہے کہ اسی گروہ کو جو وارث علم رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم ہیں۔پستی قوم کا باعث بھی کہا جاتا ہے مگر صد آفریں ہے کہ اس پر بھی وہ اپنے فرائض کو نہایت استقلال۔اور سکون کے ساتھ انجام دے رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں۔جن کی ضرورت ہمارے لیے خداوند عز اسمہ نے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے۔

آل عمران۔رکوع ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

انجمن حمایت اسلام لاہور۔مدرسہ اسلامیہ دیوبند والندوہ لکھنؤ نے عملی طور پر اس امر کی کوشش شروع کردی ہے کہ عالم دیہہ بدیہہ قریہ بقریہ پھر کر ناواقف لوگوں کے عقائد کی اصلاح کریں ضروریات دین سے ان کو آگاہ کریں سلیس زبان میں کتابیں شائع کی جارہی ہیں۔ماہانہ رسالہ جاری کیے ہیں۔استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے غرض اگر ہم استفادہ چاہیں۔تو سامان سب طرح کا فراہم ہے۔

انھیں تصنیفات میں سے ایک تصنیف **عقائد العزیز** ہے جسکو مولوی شاہ **محمد عزیز اللہ** صاحب عرف منشی **ولایت علی خاں** صاحب صفی پوری نے تصنیف کیا ہے مولوی صاحب موصوف کی حیات ظاہری کی مجھے زیارت نصیب نہیں۔پہلی طبع کی ایک جلد مجھے مکرمی حاجی منشی **محمود علی** صاحب انصاری مجسٹریٹ اول ونائب ناظم نے جو شاہ صاحب کے مریدان با اختصاص سے ہیں عطا کی تھی۔کتاب میں ظاہری وباطنی دونوں خوبیوں کی ضرورت ہے مگر طبع اول میں ظاہری حسن کا کامل لحاظ نہیں کیا گیا اب کہ

ڈاکٹر احسان علی صاحب نے اس کار خیر کے اہتمام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ امید ہے کہ یہ خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ سب سے اول ضرورت ہے کہ خط صاف ہو۔ کاغذ عمدہ ہو۔ غلطیاں نہ ہوں۔ موجودہ طبع میں غلطیاں بہت رہ گئی ہیں۔ اور شروع میں ایک فہرست کی بھی ضرورت ہے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس کا بھی لحاظ رکھیں گے۔

بلحاظ حسن باطنی یہ کتاب موجودہ زمانہ میں لاجواب ہے شاہ صاحب نے شروع کتاب مسلمانوں کے ایمان مفصل سے کی ہے اور اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی ذات وحدانیت کے وجود۔ ملائکہ۔ کتب آسمانی انبیاء کرام قیامت۔ تقدیر خیر و شر کا من اللہ تعالیٰ ہونا اور اسمیں عقلی ذمہ داری۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا۔ ان عقائد کو جو ایمان کے ارکان بلکہ جسم ایمان کی جان اور روح رواں ہیں ایسے موثر اور دل نشین پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جا بجا آیات بینات۔ احادیث معتبر۔ اور اقوال بزرگان دین سے استشہاد کیا گیا ہے۔ جس سے تاثیر اور استحکام المضاعف ہو گیا ہے۔

اس کے بعد مناسب ترتیب کے ساتھ ضروری عقائد سب بیان کر دیے گئے ہیں جن کے متعلق اگر میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ تو ایک چھوٹا سا رسالہ ہو جائے مگر اس قدر اظہار میرے مقصد کے لیے کافی ہے۔ کہ جن عقائد کی ضرورت ایک مسلمان حنفی کو ہے اور ہونا چاہیے اور جن عقائد میں آئے دن مباحثہ و مناظرہ ہوتے رہتے ہیں۔ وہ سب کے سب اس کتاب میں موجود ہیں۔ مثلاً خلافت راشدہ کی ترتیب کہ اہل تشیع اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ تکریم حضرت معاویہ کہ اسمیں بھی اختلاف ہے عقائد ضریح امام حسین علیہ السلام کہ ہندوستان میں نصف سے زائد مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مسئلہ تناسخ کہ حضرت مولانا رومی کا یہ شعر ؎ ہفت صد ہفتاد ملت دیدہ ام ۔ ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام ۔ اکثر استدلال میں پیش کیا جاتا ہے۔ میلاد شریف اور اسکا قیام کہ اس میں بھی اکثر کم بختیاں ہوتی رہتی ہیں۔ تعظیم سادات عظام کہ مسلمانوں کے دل سے بالکل اٹھ گئی ہے۔ ان سب کے متعلق جو عقائد ظاہر کئے ہیں۔ وہ نہایت شافی۔ اور کافی ہیں اور جو استدلال لائے گئے ہیں ان سے شاہ صاحب کی وسیع معلومات اور تلاش پر روشنی پڑتی ہے۔

میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ مسلمانان ہندوستان کے ہر گروہ کیلئے یہ کتاب دستور العمل کا کام دے سکتی ہو نہ ایسے

ملک میں جہاں ہر فرد جدا عقائد رکھتا ہے ایسا دعوی کیا جا سکتا ہے۔ مگر اسمیں بھی شبہ نہیں کہ ہر ایک بڑے گروہ کی ضرورت کو یہ کتاب رفع کرسکتی ہے بعض عقائد متنازعہ فیہ بھی ہیں۔ مگر وہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتے۔ قابل مصنف نے تصنیف کا ڈھنگ ہی نیا اختراع کیا ہے۔ کہ باہمہ و بے ہمہ تمام عالم سے مخاطبت ہے۔ مگر کسی ایک شخص سے بھی نہیں۔ مصنف اپنے ذاتی عقائد ظاہر کرتا ہے۔ اور انکے اطمینان کے وجوہات بیان کر رہا ہے۔ دل گداز ہو تاثیر کرے۔ اثر پڑے کسی دوسرے کے عقاید سے بحث نہیں۔ پھر کج بحثی کیوں ہو اور اعتراض کوئی کیوں کرے۔ کسی عقیدہ میں الجھن ہو اور ہماری بیان کی ہوئی باتوں سے آپ کی تشفی ہو سکے تو فہو المراد۔ ورنہ خانہ احسان آباد۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ تصنیف انشاء اللہ تعالی بہت مفید ثابت ہوگی مستطیع اہل اسلام کو چاہیے کہ نادار بھائیوں کو خرید کر کے دیں اور اجر عظیم حاصل کریں اہل الرای اصحاب مدارس اسلامیہ کے کورس میں داخل ہونے کی اسکے لیے سفارش کریں۔ قومی انجمنیں قومی سرمایہ سے اس کی اشاعت کریں۔

اللہ تعالی شاہ صاحب اور مہتمم حاجی ڈاکٹر محمد احسان علی صاحب اور ہر اس شخص کو جو اس کتاب کا مطالعہ کرے اپنی رحمت اور اپنے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شفاعت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

عاصی سید حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

خاتمۃ الطبع ثالث

بعد حمد رب العالمین و نعت سید المرسلین و محامد خلفای راشدین و ستایش صلحای مومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام مسلمان بھائیوں کو نوید مسرت افزاوی جاتی ہے کہ اس زمان برکت اقتران میں کتاب برکت انتساب عقائد العزیز جس میں کل عقائد پیران طریقت خانوادہ صفیہ نظامیہ چشتیہ قدس اللہ اسرارہم کا ذکر ہے از تصنیف مرشدنا و مولانا حضرت محمد عزیز اللہ شاہ صاحب خادمی صفی پوری قدس سرہ نہایت اہتمام و مزید انتظام اور صحت مالا کلام سے سہ بارہ مطبع راجہ رام کمار حضرت گنج لکھنؤ میں باہتمام بی۔ بی کپور سپرنٹنڈنٹ بماہ جمادی الاخری ۱۳۷۲ھ باجازت راقم علیہ طبع سے آراستہ ہوئی اور خود راقم نے شائع کی اللہ جل شانہ مقبول خاص و عام کرے آمین یا رب العالمین۔

ماہ مارچ ۱۹۵۲ء